تشنگیِ یار۔۔۔ایپسوڈ(1)

از قلم۔۔۔ علیشے خان

گاؤں کی صبح کا سورج اپنی ذرا سی جھلک دکھلاتے ہوئے افق پر چڑھ رہا تھا، روشنی کی پہلی کرنیں دھیرے دھیرے ہر طرف پھیلتی جا رہی تھیں، ہوا میں تازگی کا احساس اور خوشبوؤں کے جھونکے چل رہے تھے جیسے زمین نے رات کی نیند سے بیدار ہونے کے بعد ایک

نئی زندگی حاصل کی ہو، چمکتی صبح کی آمد ہوتے ہی ڈیرہ غازی خان سے دو کلومیٹر کے فاصلے پہ موجود گاؤں کے چاق و چوبند لوگ اپنے روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہو چکے تھے، ایسے میں میر وریام لاشاری جو ہر روز صبح اٹھ کے جاگنگ کرنے کا عادی تھا، اپنی وسیع و عریض زمینوں پہ جاگنگ کرنے کے بعد تیز تیز بھاگتے اس کا رخ اپنے ڈیرے کی طرف تھا جس کی چھت اس چمکیلی سی صبح کے

باعث چمک رہی تھی، پرندوں کا چہچہانا ایک میٹھی دھن کی مانند
سنائی دے رہا تھا۔وہ پر خنک سانس لیتے ہوئے ابھی ڈیرے کے
دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا جب ملازم نے اسے بنا کسی دیری
کے پانی کی بوتل کے ساتھ ایک چھوٹا سا تاول پیش کیا، ڈیرہ عام
دیہی ڈیروں سے مختلف جدید انداز میں بنایا گیا تھا، سرسبز اور کھلے
احاطے میں کئی خوبصورت سے جانور یہاں وہاں گھومتے دیکھائی

دے رہے تھے، بھورے اونٹ، اس سے کچھ فاصلے پہ موجود
گھوڑوں کا بڑا سا اسطبل اور رنگ برنگے پرندے اس منظر کو مزید
دلکش بنا رہے تھے، ڈیرے کے چاروں طرف لمبے درخت موجود
تھے جو سردی کے موسم میں دھند میں لپٹے ایک خاص سحر پیدا کر
رہے تھے، ان درختوں میں قدیم برگد اور نیم کے درخت شامل
تھے جن کے نیچے لکڑی کی نفیس بینچیں رکھی ہوئی تھیں، میر

وریام لاشاری اپنے چہرے پہ آیا پسینہ ٹاول سے صاف کرتے ہوئے لکڑی کے ان بینچوں کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ ان پہ بیٹھ کے پانی پینے کے ساتھ ساتھ ارد گرد نظر آتے ان قدرتی خوبصورت مناظر سے لطف اندوز ہو سکے۔

غلام بخش!!۔۔۔۔پانی کے چند گھونٹ بھرنے کے بعد وریام شاہ بارعب انداز میں خود سے کچھ فاصلے پہ کھڑے ملازم کو آواز لگاتا

اپنے سر پہ بندھا سیاہ رومال کھولتے ہوئے اسے جھٹکنے لگا کیونکہ وہ جاگنگ کرنے کے باعث پسینے سے کچھ گیلا سا ہو چکا تھا۔ اس کے کانوں سے کچھ نیچے تک آتے گھنے چاکلیٹی براؤن بال رومال کی قید سے آزاد ہوتے ہی ہوا کے باعث اپنی مرضی سے اڑنے لگے۔

جی سائیں؟۔۔۔۔۔۔ غلام بخش اسکے حکم پہ بھاگتا ہوا اسکے قریب آتے سر جھکا کے پیٹ پہ ہاتھ باندھ گیا۔ وہ اسکے اگلے سوال یا حکم کا

منتظر تھا۔

یزدان کو جگا کے اس تک میرا پیغام پہنچاؤں! میں اسطبل کی طرف

اسکا انتظار کر رہا ہوں! ۔۔۔ پر اسرار شخصیت کا مالک میر وریام

لاشاری اپنے ازلی حکمیہ انداز میں کہتا بینچ سے اٹھتے ہوئے اپنے

چاکلیٹ براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتا اسطبل کی طرف بڑھنے لگا

جبکہ ملازم اسکے حکم پہ تھوک نگلتا ہوا ڈیرے کے آنگن سے ہوتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گیا تاکہ میر یزدان لاشاری کو جگا سکے۔۔

دراز قد اور کسرتی جسم کا مالک وریام لاشاری اس وقت سیاہ، جینز پہ سیاہ ٹی شرٹ اور بھوری جیکٹ میں ملبوس پیروں پہ جاگرز پہنے ہوئے تھا، اسکی سرخ و سپید رنگت پہ چاکلیٹ براؤن ہلکی سی بیرڈ اور تراشیدہ مونچھیں کافی جچتی تھیں، جاگنگ کے باعث اسکی سفید

رنگت سرخیاں چھلک رہی تھی، وہ اسطبل کا لکڑی کا دروازہ کھولتا
عنابی لبوں پہ دلکش سی مسکراہٹ سجائے اپنی سفید گھوڑی کے
بالوں میں دھیرے سے اپنا ہاتھ سہلانے لگا۔ ڈیرے کے وسیع
آنگن کی راہداری عبور کرتے جیسے ہی غلام بخش اندر کی طرف آیا تو
نگاہیں سامنے موجود نرم سے صوفے پہ اوندھے منہ لیٹے میر یزدان
لاشاری کی طرف اٹھی تھیں، یہ صوفہ اسکے لمبے چوڑے وجود کے

لیے ناکافی تھا۔ڈیرے کے اندرونی حصے کا ماحول کافی منفرد اور
دلکش تھا، جدید اور روایتی طرز کو یکجا کرتا ماحول۔۔
شیشے کی دیواریں جن سے باہر کے سرسبز وشاداب مناظر ہر وقت
نظر آتے تھے۔صوفوں کے اس پار ایک بڑا پتھر سے بنا آتش دان
جلتا دیکھائی دے رہا تھا جس سے نکلتی آگ کی نرم گرم روشنی
پورے ماحول کو پُر سکون اور آرام دہ بنائے ہوئے تھی، شاید اسی

آرام دہ ماحول کے باعث میر یزدان لاشاری اس چھوٹے سے صوفے پہ بھی کافی سکون سے اپنی نیند پوری کر رہا تھا۔ صوفے پہ یزدان لاشاری کے پھیلے وجود کو دیکھتے غلام بخش نے اپنی خیر مناتے ہوئے اسکی طرف قدم بڑھائے تھے، میر یزدان کو جگانا ایک مشکل امر تھا جو ہمیشہ غلام بخش کے حصے میں آتا تھا اور یزدان کے غصے کا نشانہ وریام لاشاری بننے کی بجائے ہمیشہ غلام بخش بن جاتا تھا۔

سں۔۔سائیں!۔۔۔۔۔۔۔غلام بخش اسکے صوفے کے قریب آتا
گلہ کھنکھارتے ہوئے مدھم آواز میں یزدان لاشاری کو پکارتا اس کی
نیند میں خلل کا باعث بنا تھا لیکن وہ جواب دیئے بنا یونہی اوندھے
منہ سویا رہا۔اسکا اس وقت جاگنے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔وہ اور میر
وریام گزری رات کافی وقت بعد اپنے دوست احباب کے ساتھ
یہاں ڈیرے پہ اکھٹے ہوئے تھے،سب دوست رات کو کافی دیر

تک شغل میلا لگانے کے بعد لیٹ واپس روانہ ہوئے تھے اسی لئے یزدان اور وریام واپس حویلی جانے کی بجائے یہیں ڈیرے پہ سو گئے تھے، وریام تو اپنی روٹین کے باعث تھوڑی سی نیند لے کے ہی جاگ چکا تھا لیکن یزدان کا ارادہ سکون سے نیند پوری کرنے کا تھا۔

سائیں۔۔۔وہ۔۔۔وہ آپ کو۔۔۔ابھی غلام بخش اپنا جملہ مکمل کرتا جب میر یزدان لاشاری نے جھنجھلاتے ہوئے اپنی چاندی جیسی

سرمئی آنکھیں وا کرتے اسے شدید گھوری سے نوازہ تھا، اسکی
سرمئی آنکھوں میں سرخی اور سرد پن دیکھتے غلام بخش میں ہمت نہ
ہوئی کہ وہ اپنا جملہ جاری رکھ سکے۔
صبح صبح کیا تکلیف پیش آئی ہے تمہیں غلام بخش!!!۔۔۔وہ سرد
آواز میں چھنگاڑا۔

سائیں وہ وریام سائیں آپکا اسطبل میں انتظار کر رہے ہیں، ان کا کہنا ہے آپ تک فوری طور پہ ان کا پیغام پہنچادوں!۔۔۔غلام بخش بنا رکے روانی سے ایک ہی سانس میں وریام شاہ کا حکم اسکے گوش و گزار کر گیا۔

غلام بخش! یہاں میرے پاس آؤ!۔۔۔اسکی پوری بات سننے کے بعد میر یزدان لاشاری گہری سانس بھرتے ہوئے اسے اشارے

سے اپنے پاس بلاتا لہجے کو مدھم کر گیا۔ اسکے لہجے میں نرمی کا ہلکا سا
عنصر محسوس کرتے غلام بخش نے ڈرتے ڈرتے اپنی گردن اسکی
طرف جھکائی تھی، اسکی لہجے کی نرمی کب گرمی میں بدلتی تھی کوئی
پتا نہیں چلتا تھا اور وہ واقعی ہی ایسا ہوا تھا، غلام بخش کے سر جھکانے
کی دیر تھی جب میر یزدان لاشاری اپنی پوری قوت سے اسکی
گردن اپنے ہاتھ سے جکڑ گیا۔

اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے! تو آج کے میری نیند برباد کرنے کی سنگین غلطی کم از کم خودمت کرنا ورنہ تمہاری اور تمہارے وریام سائیں کی قبر اسی اسطبل میں کھود کے اپنے ہاتھوں سے تم دونوں کو زندہ دفن کر دوں گا! دفعہ ہو جاؤ یہاں سے!! ـــــــ میر یزدان لاشاری تیز آواز اور کڑکتے لہجے میں بولتا غلام بخش کے رونگھٹے

کھڑے کرنے کا باعث بنا تھا، اسکا برفیلہ لہجہ غلام بخش کی ہڈیوں میں خون منجمد کر چکا تھا۔

مع۔معاف۔۔۔کر۔۔۔دیں۔۔۔سائیں!۔۔۔مجھے۔۔۔وریام سائیں۔۔۔غلام بخش گھٹی گھٹی آواز میں کچھ بولنا چاہتا تھا جب وہ اسکی گردن پہ اپنے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی کرتا اسے خود سے دور جھٹکتے اسکی بات ٹوک گیا۔

زہر لگتی ہے مجھے صبح صبح تمہاری آواز!! میں ہی پاگل ہوں جو
ڈیرے پہ سونے کی غلطی کر جاتا ہوں کیونکہ میں بھول جاتا ہوں
یہاں میری ایک معشوقہ (غلام بخش) بھی رہتی ہے جو جب تک صبح
ہوتے ہی اپنا "دیدار" اپنے "یار" (یزدان) کو کروا نہ لے اسکے دل
کو قرار نہیں آتا!! مانا غلام بخش میں تمہیں محبوب مٹیریل لگتا ہوں
اسی لئے تم میری محبوبہ بننے کی ناکام کوشش کرتے ہو لیکن اسکا

مطلب یہ نہیں ہے تمہاری زہریلی اور نسوانی آواز پہ میریزدان لاشاری مر مٹے گا۔ میری مان کے اپنے ٹیسٹ کرواؤ! جیسی تمہاری زنانی حرکتیں ہیں مجھے یقین ہے تم میں زنانہ جراثیم کی مقدار زیادہ ہے!۔۔وہ ایک ایک لفظ چبا کے غصے سے بولتا اپنے چمکدار گندمی بالوں میں ہاتھ پھیرتے غلام بخش کو سلگتے نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو اپنے لئے "محبوبہ" اور "معشوقہ" کا لفظ سنتے سٹپٹایا تھا، وریام

لاشاری جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی اندر آیا تھا یزدان لاشاری کی چنگھاڑتی آواز پہ پیچھے ہی قدم رک کے لبوں پہ کمینی سی مسکراہٹ سجائے اسکی اور غلام بخش کی گفتگو سننے لگا جو اسے ہمیشہ کافی مزہ دیتی تھی، غلام بخش کے سٹپٹاتے تاثرات دیکھتے وریام لاشاری اپنے امڈتے قہقے کو روک نہیں پایا تھا، وریام لاشاری کے قہقہے پہ جہاں غلام بخش نے تذبذب کا شکار ہوتے نظریں جھکائی تھیں وہی پہ

یزدان لاشاری نے دانت کچکچا کے اپنے سر کے نیچے سے کشن نکالتے کھینچ کے اسکے چہرے پہ دے مارا، اس سے پہلے کہ وہ وریام لاشاری کے خوبصورت چہرے پہ پوری فورس سے لگتا وریام ہنستے ہوئے اسے کیچ کر گیا۔ غلام بخش کو وہی پہ کھڑے دیکھ کے وریام شاہ لاشاری اپنی ھنسی کا اثر زائل کرتا اسے سنجیدگی سے وہاں سے جانے کا اشارہ کرتا یزدان کی طرف بڑھ گیا۔ باہر جانے کا اشارہ ملتے

ہی غلام بخش کی سانس میں سانس آئی تھی، وہ ان دونوں کے درمیان مزید کھڑا نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہ ہمیشہ ان دونوں کے درمیان پستا تھا۔

اچھا چل اٹھ نا! بہت ڈرامے ہو گئے تیرے! اگر تجھے غلام بخش کی نسوانی آواز اتنی ہی زہر لگتی ہے تو مجھے بتا دے کس کی آواز تیرے کانوں میں رس گھولتی ہے؟۔۔۔۔اسے پھر سے منہ پھولا کے

اوندھے منہ سوتے دیکھ کے وریام لاشاری اس پہ کشن پھینکتا زومعنی لہجے میں بولا تھا۔

(تیری بہن کی)۔۔۔۔۔یزدان لاشاری اسکے سوال پہ دل میں بولتا اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا گیا، بلند آواز میں یہ جواب دے کے یہاں خون خرابہ تھوڑی کروانا تھا؟

بتا بھی دے! شرمامت تاکہ میں تجھے جگانے کے لئے اسی اسپیشل

بندی کا انتظام کرواؤں!۔۔۔اسکی خاموشی پہ وریام لاشاری نے

مسکراتے ہوئے مزید ٹکڑا لگایا تھا۔

شکل گم کر اپنی! میرا کوئی موڈ نہیں ہے صبح صبح گھڑسواری کرنے

کا!۔۔۔۔وہ بند آنکھوں سے ہاتھوں کو جھلاتے ہوئے چلایا۔وہ

جانتا تھا وریام اسے صبح صبح کیوں جگا رہا ہے۔وہ جب کبھی ڈیرے پہ

سوجاتے تھے وریام لاشاری اگلی صبح اسکی نیند ہمیشہ یونہی خراب
کرواتا تھا تاکہ وہ دونوں گھڑسواری کا مقابلہ کرسکیں۔
اچھا پھر یہی بتادے کیا موڈ ہے میری جانِ من کا؟ ہم وہی کرلیتے
ہیں!۔۔۔۔وریام لاشاری اسکے چلانے کی پرواکئے بغیر اسکے کان
کے پاس جھکتا ذومعنی سے گویا ہوتے اپنی ہنسی ضبط کرنے لگا، اسکے
گھمبیر لہجے پہ تضاد اسکی ذومعنی بات کا مطلب سمجھتے یزدان لاشاری

نے گھما کے اپنے ہاتھ کا مکا اسکے کندھے پہ جڑا تھا، وریام لاشاری

جواباً اسے گھورتے ہوئے اپنی پوری قوت سے اسکی کہنی اپنے

مضبوط ہاتھ میں جکڑ کے صوفے سے اٹھانے لگا۔

مجھے قسم سے بہت نیند آرہی ہے وری! تنگ نہیں کر!۔۔۔ وہ

گہری سانس لے کر آہستہ سے گویا ہوا اسے واقعی ہی بہت نیند آرہی

تھی جس کی گواہ اسکی سرخ ہوتی آنکھیں اور نیند کی وجہ سے بھاری

نے گھما کے اپنے ہاتھ کا مکا اسکے کندھے پہ جڑا تھا، وریام لاشاری جواباً اسے گھورتے ہوئے اپنی پوری قوت سے اسکی کہنی اپنے مضبوط ہاتھ میں جکڑ کے صوفے سے اٹھانے لگا۔

مجھے قسم سے بہت نیند آرہی ہے وری! تنگ نہیں کر!۔۔۔۔وہ گہری سانس لے کر آہستہ سے گویا ہوا اسے واقعی ہی بہت نیند آرہی تھی جس کی گواہ اسکی سرخ ہوتی آنکھیں اور نیند کی وجہ سے بھاری

ہوتی آواز تھی، اس نے اس ضدی انسان کو آرام سے سمجھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اسکی ایک بھی سنے بغیر اسے سیدھا کھڑا کر گیا

۔

میں تجھ سے بڑا ہوں! میری ہر بات ماننا تجھ پہ فرض ہے۔ میرا سالا نہ بنا کر! ۔۔۔۔اسے بالآخر سیدھا کھڑا کرنے کے بعد وریام لاشاری

اپنی چاکلیٹ براؤن آنکھیں اسکی چاندی کی طرح دمکتی گرے

آنکھوں میں گاڑتا فرضی کالر اچکاتے ہوئے ناک سکوڑ کے گویا ہوا۔

(نیور مائنڈ! بہنوئی بن جاتا ہوں ؟)۔۔۔۔۔ یزدان لاشاری اسکی

سالے والی بات سننے کے بعد دل میں خود سے مخاطب ہوتا اسے

مصنوعی غصے سے گھورنے لگا، دل کی بات پھر سے زبان پہ نہ لائی۔

ابے ہٹ! صرف تیرہ دن بڑا ہے! اس دنیا میں مجھ سے تیرہ دن پہلے آ کے کوئی تیر نہیں مارا تھا تو نے!۔۔۔ یزدان لاشاری اسکے مصنوعی رعب سے امپریس ہونے کی بجائے اسکی کنپٹی پہ اپنی انگلی بجاتا لاپرواہی سے بولا تھا۔ وہ دونوں ساڑھے پچیس سال کے تھے، میر وریام لاشاری اس سے تیرہ دن بڑا تھا اسی لئے ضرورت پڑنے پہ اس پہ اپنے بڑے ہونے کا رعب جتا دیا کرتا تھا لیکن مقابل بھی

میر یزدان لاشاری تھی جس نے اسکی عزت کرنا خود پہ حرام کیا ہوا تھا۔ یزدان اب اپنی سیاہ جیکٹ صوفے سے اٹھا کے خود پہ زیب تن کر رہا تھا، وہ دونوں وجیہہ نوجوان ایک ساتھ کھڑے قد کاٹھ میں ایک جتنے لگتے تھے۔

بول تو ویسے ٹھیک رہا ہے اسی لئے میں سوچ رہا ہوں پڑھائی میں تو میرا دل لگتا نہیں ہے کہیں آگے پیچھے تیر مار ہی لیتا ہوں! ابھی کل

ہی ایک ریسٹورنٹ میں تیرے بھائی کو لڑکی پسند آئی ہے! اُف کیا مست بندی تھی! ایک دم چھلاوا۔۔۔وریام شاہ اسے اپنے ساتھ کھینچ کر باہر کی جانب لے جاتا، آنکھیں مٹکاتے ہوئے ہمیشہ کی طرح کسی نئی لڑکی کے بارے میں بتانے لگا۔

کیسا دل پھینک انسان ہے تو؟! ابھی کل تجھے اپنے ڈیپارٹمنٹ کی کسی لڑکی سے پیار ہوا تھا، پر سو بزنس ڈیپارٹمنٹ کی لڑکی سے، تر سو

انگلش ڈیپارٹمنٹ کی لڑ۔۔۔ یزدان اسکی بات پہ ہمیشہ کی طرح چڑچڑائے لہجے میں بولا، وہ وریام کے ہر روز کے پیار سے تنگ ہو چکا تھا، ابھی وہ اکتائے ہوئے لہجے میں اپنی بات مکمل کرتا جب وریام مسکراتا ہوا اسکی بات کاٹ گیا۔

دل پھینک نہیں ہوں میری جان! تیرے وری کا دل بہت پیارا ہے، اسے لڑکیوں کی قدر ہے، لڑکیاں صرف پیار کرنے کے قابل

ہوتی ہیں، میں تو صرف انہیں یہ احساس دلاتا ہوں کہ وہ کتنی قیمتی ہیں! ایک نظر مسکرا کے دیکھ لوں تو تیرے یار کی گود میں بیٹھنے کو تیار ہو جاتی ہیں۔۔ ہاہاہا۔۔ وہ بے شرمی سے قہقہ لگا کے بولتا اسطبل کی طرف بڑھا، یزدان لاشاری اسکی بے شرم باتوں پہ تاصف سے نفی میں سر ہلاتا گہری سانس بھر کے رہ گیا، وہ اسے کبھی نہیں سمجھ سکتا تھا، وہ صرف اپنی مرضی کا مالک تھا۔

تیرا نام "میر وریام لاشاری" کی بجائے "پلے بوائے" ہونا چاہیئے

تھا! مجھے ان لڑکیوں سے ہمدردی ہے جو تیری ایک مسکراہٹ پہ

فدا ہو کے تجھ پہ اپنا آپ وار بیٹھتی ہیں!۔۔۔ یزدان لاشاری اسطبل

سے سفید گھوڑی نکالتے وریام کو دیکھ کے افسوس سے بولتا اب اپنے

سیاہ گھوڑے کی طرف بڑھ رہا تھا، اسطبل میں موجود تمام گھوڑے

اعلیٰ نسل کے تھے لیکن وریام لاشاری کی پسندیدہ گھوڑی

جہاں "چاندنی" تھی وہی پہ یزدان لاشاری کا پسندیدہ گھوڑا

"بادشاہ" تھا۔

ہاہاہا۔۔۔تجھے ہمدردی ان لڑکیوں کی بجائے میرے باپ کی جائیداد

سے ہونی چاہیئے! واللہ بڑا خرچہ کرواتی ہیں یہ نازک مزاج

لڑکیاں!۔۔۔۔وریام اپنی گھوڑی کی مہنگی زین پہ ہاتھ پھیرنے کے

بعد اب اپنی جیکٹ کی جیب سے سیاہ رومال نکال کے اسے فولڈ کرتا

ہمیشہ کی طرح اپنے سر پہ باندھنے لگا، اس پہ یہ رومال کافی جچتا تھا، وہ

اس رومال کو اپنے پورے سر پہ باندھتا تھا، اسکے چاکلیٹ براؤن بال

اس رومال میں چھپ جایا کرتے تھے، وہ گاؤں میں رہتے ہوئے بھی

ہر فیشن کرتا تھا جس پہ باپ سے ہمیشہ طنز کی بوچھاڑ سننے کو ملتی

تھی۔

تو تجھے کون کہتا ہے ہر نازک مزاج لڑکی کو پلیٹ میں رکھ کے اپنا دل دے دے؟۔۔۔وہ اپنے سیاہ گھوڑے کو مقابلے کے لئے تیار کرتا سر جھٹک کے بولا۔

جانی! جو مزہ ریسٹورنٹ میں لڑکی کے ساتھ بیٹھ کے ڈیٹ مارنے کا ہے وہ سنگل بیٹھ کے کھانے میں کہاں؟۔۔۔وریام لاشاری ابھی

چاکلیٹ براؤن آنکھیں پٹپٹا کے بولتا اپنی سفید گھوڑی پہ سوار ہو چکا تھا۔

ہاں اسی لئے ریسٹورینٹ میں لڑکی کے ساتھ بیٹھ کے بھی "فرینچ کس" کرنے کی عمر میں "فرینچ فرائز" کھاتا پھرتا ہے؟ چچ چچ!۔۔۔

یزدان لاشاری مسکراہٹ دبا کے اسے جان بوجھ کے طنزیہ جواب دیتا اپنے سیاہ گھوڑے پہ سوار ہو گیا۔ مقصد اسے تنگ کرنا تھا۔

سالے "فرنچ کس" وریام لاشاری کے لئے کئی کونسی مشکل بات

ہے؟ میں فرنچ کس تو کیا کب کا بہت سی لڑکیوں کی روح میں اتر چکا

ہوتا گر جو تو ہر بات میں میرا مولوی نہ ختا! ویسے بھی اب میں تیری

باتوں پہ مزید کان دھرنے کی بجائے بہت جلد اپنی فرسٹ فرنچ کس

کرنے والا ہوں! آخر کون ہو گی وہ پہلی خوش نصیب جسے وریام

لاشاری کے گرم دہکتے لبوں کا لمس نصیب ہو گا؟ اُفف جو بھی ہو گی

میرے لمس کی تپش سے بے حال ہوتی رحم کی بھیک مانگتے ہوئے جان سے جائے گی!۔۔۔میر وریام بے باکی سے اپنے نچلے عنابی ہونٹ پہ انگوٹھا پھیرتا قہقہہ لگاتے ہوئے بے حد بے شرمی سے بولا۔
یزدان لاشاری اسکی ایسی باتیں سننے کا عادی تھا، اسے ہمیشہ سمجھاتا بھی تھا لیکن وریام اس کے لیکچر ایک کان سے سن کے دوسرے کان سے نکال دیا کرتا تھا۔

مذاق اپنی جگہ ! لیکن میں نے تجھے سو دفعہ سمجھایا ہے میں کبھی نہیں چاہوں گا تو کسی لڑکی کے ساتھ حرام طور پہ جسمانی ۔۔۔۔۔ یزدان لاشاری اسکی بے شرم باتوں پہ ایک دم سے سنجیدہ ہوتا ابھی اسے ہمیشہ کی طرح سمجھانے ہی والا تھا جب وہ تیزی سے اسکی بات کاٹ گیا۔

تو میری فکر کرنے کی بجائے گھڑ سواری کے مقابلے پہ غور و فکر کر!

کیا ہمیشہ کی طرح آج بھی ہارے گا؟۔۔۔۔۔ وریام لاشاری اس وقت اسکے لیکچر سننے کے موڈ میں نہیں تھا اسی لئے ناک چڑھا کے بولتا چیلنجنگ انداز میں آئیبرو آچکا گیا۔

تو جانتا ہے یہ وقت میری طرح میرے "بادشاہ" (گھوڑا) کے سونے کا ہوتا ہے اسی لئے جان بوجھ کے ہمیشہ صبح کے اسی وقت گھڑ

سواری کا مقابلہ کرتا ہے! کسی دن تیری "چاندنی" میرے
"بادشاہ" سے بہت بری طرح ہارے گی وری! ۔۔۔ یزدان
لاشاری ناک منہ چڑھاتا خفگی سے گویا ہوا۔ یہ وقت اسکے سونے کا
ہوتا تھا لیکن وہ جب بھی ڈیرے پہ آتے تھے وریام لاشاری اسی
وقت گھڑ سواری کا مقابلہ کرتا تھا جب یزدان لاشاری پہ نیند حاوی

ہوتی تھی کیونکہ وریام کو ہمیشہ سے جیتنا پسند تھا، اس جیسے ضدی انسان کے لئے ہارنا موت کے مترادف تھا۔

جب تک میں زندہ ہوں میری "چاندنی" تیرے "بادشاہ" سے کبھی نہیں ہار سکتی! ہاں اپنے مرنے کے بعد میں کوئی گارنٹی نہیں دیتا! ویسے تجھے ایک فری مشورہ دیتا ہوں اپنے گھوڑے کا نام "بادشاہ" تبدیل کر کے "غلام" رکھ دے کیونکہ یہ جب جب

میری چاندنی سے ہارتا ہے یا خدا بادشاہوں کی توہین کرتا ہے!۔۔۔

وریام لاشاری قہقہہ لگاتے ہوئے اسے مفت مشورے سے نوازتا عادتاً

اپنے ٹھیک سے بندھے رومال کو پھر سے درست کرنے لگا۔

تو غلام کی بجائے "چاند" بھی بول سکتا تھا! پھر ہم دونوں چاند اور

چاندنی کی دوستی کروا کے ان سے ستارے پیدا کروا سکتے ہیں! نیور

مائنڈ!۔۔۔۔ یزدان لاشاری اپنی سیاہ ہلکی گھنی بیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا

جواباً آنکھ ونک دبا کے اسے بے باکی سے جواب دیتے قہقہہ لگا گیا۔ ان

دونوں کی باتوں سے بے نیاز وریام کی چاندنی اپنی جگہ پہ پیر ہلکے سے

پٹکتے ہوئے ریس کے لئے بے چین ہوئی تھی جبکہ بادشاہ کی آنکھیں

نیند سے بند ہو رہی تھیں، اگر یزدان نے اسکی لگام زور سے کھینچ نہ

رکھی ہوتی تو کوئی بعید نہیں تھی وہ یہیں پہ سونے کے لئے ڈھیر ہو

جاتا۔

تیار ہو؟۔۔۔۔۔۔وریام نے اپنی چاندنی کے بے چین ہونے پہ اسکی گردن پہ ہلکا سا ہاتھ مارا تھا، گھوڑی نے چک چک کرتے ہوئے اپنا جواب دیا جبکہ یزدان نے ایک لمحے کے لئے اپنے سیاہ گھوڑے کی آنکھوں میں دیکھا جیسے اس سے رابطہ قائم کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہو کیونکہ وہ جانتا تھا اسکا سویا صورت بادشاہ ہمیشہ کی طرح اسکی ہار کا سبب بنے گا۔

چل شروع کریں! بس ایک ریس لگے گی! پھر مجھے یونی جانے سے پہلے نیند بھی پوری کرنی ہے۔۔۔وریام کو اپنی چاندنی سے باتیں کرتے دیکھ کے یزدان بے زاری سے بولتا جمائی لینے لگا۔اس وقت صبح کے ساڑھے سات ہو رہے تھے اور یزدان کا نیند سے برا حال ہو رہا تھا لیکن وہ تب تک واپس سو نہیں سکتا تھا جب تک وریام کی گھڑ سواری والی ضد پوری نہ کر دے۔۔

تو بعد میں اپنی نیند آرام سے پوری کر سکتا ہے کیونکہ ہمیشہ کی طرح
میرے ریس جیتنے کی خوشی میں ہم یونی سے چھٹی کریں
گے۔۔۔۔۔۔وریام لاشاری جسکی پڑھائی سے جان جاتی
تھی، صرف باپ کو خوش کرنے اور ان کے طعنوں سے بچنے کے
لئے یزدان کے ساتھ لاء میں ایڈمیشن لے رکھا تھا آنکھیں ٹپٹپاتے
ہوئے لہجے میں مٹھاس لئے یزدان سے مخاطب ہوا۔

کوئی چھٹی نہیں کریں گے! پیپرز سر پہ ہیں اور میں تجھے کب تک

پاس کرواتا رہا ہوں؟ کوئی شرم حیا کر اور پیپرز کی تیار۔۔۔۔یزدان

اسکی بات پہ آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسے جھڑک رہا تھا جب وہ

اسکی بات ٹوکتا اپنی گھوڑی کی نال مضبوطی سے تھامے "تھری، ٹو،

ون" بولتا ایڑھ لگاتے ہوئے اسے بھگا گیا، یزدان بھی پیچھے نہیں رہا

تھا، اس نے اپنے بادشاہ کی گردن کو جھکاتے ہوئے ایک ہنر دیکھایا

اور تیزی سے وریام کے قریب آ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں

ڈیرے سے نکلتے ہوئے اپنی زمینوں پہ آ چکے تھے۔ فضاء میں ان

کے تیز رفتار بھاگتے جانوروں کی ٹاپوں کی آواز گونج رہی تھی، تیز

ٹھنڈی ہوا کے باعث یزدان لاشاری کے چمکتے گندمی بال سلکی

ہونے کی وجہ سے بار بار اسکے ماتھے اور آنکھوں پہ بکھر رہے تھے

جنہیں اسے اپنے ہاتھوں سے درست کرنا پڑ رہا تھا جبکہ وریام

لاشاری کے کانوں سے نیچے تک آتے گھنے بال اسکے رومال میں مقید
تھا، صرف رومال ہوا کے باعث پھڑپھڑا رہا تھا۔ زمینوں پہ کام
کرتے ملازم اور سکول جاتے بچے رک رک کے میر وریام اور میر
یزدان کی گھڑسواری کا مقابلہ دلچپی سے دیکھتے مسکرا رہے تھے، آج
انہیں یہ مقابلہ کافی ہفتوں بعد دیکھنے کو ملا تھا، وریام کی گھوڑی ہمیشہ
کی طرح یزدان کے بادشاہ سے آگے تھے جبکہ ریس سٹارٹ ہوتے

ہی بادشاہ اپنی نیند اڑاتے یزدان کو جتوانے کی بھرپور کوشش میں
تھا لیکن یزدان بجائے ٹھیک سے مقابلہ بازی کرنے کے بادشاہ کی
رفتار سلو کرواتا سکول جاتے بچوں کو دیکھ کے ہاتھ ہلاتا انہیں پیاری
سی مسکراہٹ پاس کر رہا تھا جس پہ وہ سب مسکراتے ہوئے
"یزدان لالا" کے نعرے لگانے لگے۔ بچوں کے نعروں پہ آگے
بڑھتے وریام نے بے ساختہ گردن موڑتے ہوئے ان بچوں کو خفگی

سے دیکھا تھا جو ہمیشہ کی طرح یزدان کے نعرے لگا رہے تھے

کیونکہ وہ بچوں سے بہت پیار کرتا تھا، اکثر اوقات انہیں بہت سے

چیزیں بھی دلایا کرتا تھا۔

کیا یہ بچے مجھے پسند نہیں کرتے؟۔۔۔۔۔۔وریام اپنی چاندنی کی رفتار

کم کرواتا خفا لہجے میں یزدان سے مخاطب ہوا جس نے اسکے سوال پہ

چونکنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا تھا۔

نہیں!۔۔۔۔یزدان ایک دم سے قہقہ لگاتے ہوئے خفا سے وریام

کو آنکھ دبا کے اسکی سوچ کے برعکس جواب دیتا اپنے بادشاہ کی رفتار

بڑھاتا وریام سے آگے نکل گیا۔

تیرا "بادشاہ" آج نہیں بچے گا یزدان!۔۔۔۔وہ اسکے جواب پہ

دانت کچکچا کے بلند آواز میں غراتا ایک دم سے اپنی چاندنی کی رفتار

خطرناک حد تک بڑھا گیا جبکہ یزدان نے رخ موڑ کے اسکے غصے

سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ کے پھر سے قہقہ لگایا تھا، گاؤں
والوں کو ان دونوں کے قہقہے تب ہی دیکھنے کو ملتے تھے جب وہ ایک
ساتھ ہوتے تھے ورنہ ان کے غصے اور رعب سے کون واقف
نہیں تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وریام اپنی گھڑ سواری کے ہنر استعمال کرتا
یزدان اسے آگے نکلتے رخ موڑ کے اسے چڑانے لگا، یزدان نے اس
پر سے نظریں ہٹاتے مسکراتے ہوئے اپنے ارد گرد دیکھا تھا، ہر

طرف کا منظر اسکے دل کو خوشی سے بھر رہا تھا، وہ جانتا تھا کہ یہ لمحے کبھی ختم نہیں ہوں گے، ان کی دوستی کی مہارت نے اس شغل میلے کو رنگین بنا دیا تھا جہاں ہر موڑ پہ ایک نئی داستان بکھر رہی تھی۔

اسکے لئے اس ریس سے جیتنا وریام کو جیتنے سے زیادہ ضروری تھا اور وریام جیسے ضدی انسان سے ہار کے ہی اسے جیتا جا سکتا تھا ورنہ اپنے ہارنے پہ وہ محاذ کھڑا کر لیتا۔ وہ دونوں کافی دیر تک اپنی مہارتوں کا

مقابلہ کرتے رہے تھے لیکن اپنی زمینوں کے ختم ہوتے ہی یزدان اپنے بادشاہ کی رفتار ہمیشہ کی طرح نامحسوس انداز میں کم کر گیا جبکہ وریام فنشنگ لائن کراس کر چکا تھا، ان کے مقابلے بازی کی فنشنگ لائن اس پوائنٹ پہ ہوتی تھی جہاں پہ ان کی زمینوں کا اختتام ہوتا تھا

-

میں نے بولا تھا نادانی تو مجھ سے صرف میرے مرنے کے بعد ہی جیت سکتا تھا۔۔ریس جیتتے ہی وریام لاشاری ہنستے ہوئے آبرو آچکا کے یزدان کو طرف دیکھنے لگا جس نے چہرے پہ خفا تاثرات سجائے ہوئے تھا۔

بکواس نہیں کر! حویلی چلتے ہیں۔مجھے نیند آرہی ہے۔۔۔اسے جیت کے باعث کھلکھلانے دیکھ کے یزدان اسکے خوبصورت چہرے سے

نگاہیں ہٹاتا جھکے ہوئے لہجے میں بولتا اپنا گھوڑی واپسی کی طرف گھما

رہا تھا۔

چل حویلی جاتے ہوئے ایک اور ریس لگاتے ہیں، اگر میں پھر سے

جیت گیا تو ہم ایک ہفتے تک یونی نہیں جائیں گے۔۔۔۔۔وریام اپنی

چاندنی کی گردن پہ پیار سے ہاتھ پھیر کے اسے گھماتا ہوا ایکسائیٹڈ

انداز میں یزدان سے گویا ہوا جس نے اسے بنا جواب دیئے گھوریوں

سے نوازتے نفی میں سر ہلایا تھا، اسکے انکار پہ وریام اپنا سا منہ لے

کے رہ گیا، اگر زیادہ بحث کرتا تو یزدان نے آج کی چھٹی بھی نہیں

ہونے دینی تھی، وہ دونوں اب حویلی کے راستے پہ گامزن اپنے

جانور ایک دوسرے کے برابر کرتے یہاں وہاں دیکھتے قدرت کے

نظاروں پہ تبصرے کر رہے تھے۔ یہ قدرتی نظارے آنکھوں کو

سکون پہنچانے کا باعث تھے۔

لیکچر ختم ہوتے ہی، اس نے اپنا سیاہ دوپٹا خوبصورتی سے کندھے پر درست کیا۔ ارد گرد کی دنیا سے بے نیاز سیاہ ہیل کو ٹک ٹک کرتی وہ خود اعتمادی سے آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک اس کے کانوں میں ایک مردانہ آواز گونجی "ماشاءاللہ! آج تو کوئی بہت پیارا لگ رہا ہے" (چھچھوڑا انداز)

کیا یہ کمنٹ اس پر واقعی کیا گیا تھا؟ نہیں! یقیناً نہیں۔ اس میڈیکل کالج میں کیا کسی لڑکے میں اتنی جرات تھی کہ وہ روشانے زیدی پر اس طرح کا کمنٹ پاس کرے؟ روشانے زیدی جس کے پیروں نے اس مردانہ آواز پر ایک لمحے کے لیے رکنا گوارا کیا، گردن موڑے بغیر اپنے آپ سے سوال جواب کرتے اپنی گہری سیاہ آنکھوں کو گھماتے ہوئے، اس نے اپنے گلابی ہونٹوں پر مسکراہٹ

سجاتے ہوئے پھر سے قدم بڑھانے کا ارادہ کیا۔ مگر دو قدم بھی نہیں اٹھائے تھے کہ روشانے زیدی کے کانوں میں وہی مردانہ آواز دوبارہ گونجی، اور اس بار آواز اس کے کافی قریب سے آئی تھی۔

"ہیے۔۔۔ بلیک بیوٹی"۔۔۔ ایک نظرِ کرم تو فرما دیجیئے۔۔۔ وہ جو کوئی بھی تھا اسے شاید اپنی جان پیاری نہیں تھی انداز پھر سے چھیڑنے

والا تھا۔ روشانے زیدی اپنے بازو پہ پڑا میڈیکل کوٹ درست

کرنے کے بہانے ایک دم سے گھومتی ہوئی اپنے بائیں ہاتھ کا

استعمال کرتے زوردار تھپڑ اس لڑکے کے گال پہ جڑ گئی، اسکے

گھومنے کی وجہ سے اسکے سیاہ لمبے بالوں کی ہائی ٹیل لہرائی تھی،

ماحول میں ایک دم سے سکوت چھایا تھا، ارسلان افتخار جو آج ہی

لاہور کے اس میڈیکل کالج میں مائیگریٹ ہوا تھا پہلے ہی روز ایک

لڑکی سے اس قدر زناٹے دار تھپڑ کھاتے اسے اپنا گال جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ ہوا تھا،اپنی منزلوں تک جاتے سٹوڈنٹ رک رک کے یہ مناظر دیکھتے اس لڑکے پہ افسوس کر رہے تھے جو روشانے زیدی کے ہتھے چڑھ چکا تھا۔

لڑکی سے اس قدر زناٹے دار تھپڑ کھاتے اسے اپنا گال جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ ہوا تھا، اپنی منزلوں تک جاتے سٹوڈنٹ رک رک کے یہ مناظر دیکھتے اس لڑکے پہ افسوس کر رہے تھے جو روشانے زیدی کے ہتھے چڑھ چکا تھا۔

صرف نظرِ کرم ہی کیوں ؟ تم جیسے لڑکوں کو تو میں اسپیشلی اپنے

ہاتھوں کے کرم سے بھی نوازتی ہوں تاکہ تمہاری نظریں آئندہ کسی

بھی لڑکی کو دیکھتے ہی عقیدت سے جھک جائیں اور زبان تالو سے

چپک جائے۔۔۔۔ روشانے زیدی ارد گرد جمع ہوتے سٹوڈنٹس کی

پرواکیے بغیر حلق کے بل دھاڑی تھی۔

یو اسٹوپڈ۔۔۔۔۔ سب سٹوڈنٹس کے سامنے اپنی اس قدر بے

عزتی پہ ارسلان افتخار نے اپنی عزت کا ذرا سا بھرم رکھنے کے لئے

جواباً غصے سے ہاتھ اٹھانا چاہا تھا جب روشانے زیدی اسکا وہی ہاتھ

اپنے دائیں ہاتھ سے موڑتی اسے گریبان سے پکڑتے ہوئے اپنی

پوری طاقت سے کھینچتی ہوئی پرنسپل آفس کی طرف بڑھ گئی، آتے

جاتے سٹوڈنٹس مڑ مڑ کے اس منظر کو دلچسپی سے دیکھ رہے تھے

جبکہ میڈیکل کالج کی بہت سی لڑکیاں جو کم ہمت تھیں، روشانے
زیدی جیسی پر اعتماد لڑکی کو دیکھتے ایک عجیب سی ہمت ملی تھی۔ اسکا
لمبی سیاہ چٹیا کو ٹک ٹک کرتے ہوئے اتنے پر اعتماد انداز میں ایک
لڑکے کو گھسیٹ کے پرنسپل آفس تک لے جانا قابل داد تھا۔

میرا گریبان چھوڑو!۔۔۔ ارسلان افتخار غصے سے دبی دبی آواز میں
غرایا لیکن روشانے زیدی اسکی معمولی سی غراہٹ نظر انداز کرتی بنا

دروازے پہ دستک دیئے پرنسپل آفس میں داخل ہوتے شدید غصے سے اسے پرنسپل کے ٹیبل پہ پٹک گئی۔ پرنسپل صاحب جو اس وقت اپنے خصوصی مہمان کے ساتھ محو گفتگو تھے حیرانگی سے کبھی اپنے ٹیبل پہ گرے سٹوڈنٹ کو دیکھتے تو کبھی روشانے زیدی کو جس کا غصے سے تنفس پھول چکا تھا، جبکہ خصوصی گیسٹ جو سنجیدگی سے پرنسپل صاحب سے ڈونیشنز کے متعلق کچھ ڈسکس کر رہا تھا، بے

ساختہ سر اٹھا کے اس لڑکی کی طرف دیکھنے لگا جو دکھنے میں کافی

نازک اور نخریلی سی معلوم ہو رہی تھی لیکن اس میں طاقت اتنی

تھی کہ وہ ایک جوان مرد کو گھسیٹ کے اتنی بری طرح سے پٹک

چکی تھی؟ میر بالاچ لاشاری کا حیران ہونا بنتا تھا کیونکہ اس نے آج

تک اس قدر باہمت لڑکی نہیں دیکھی تھی۔

واٹ از دس بیہیویئر سٹوڈنٹس ؟۔۔۔۔ میر بالاج لاشاری کے سامنے پیش آنے والی اس صورتحال و دیکھتے پرنسپل صاحب نے گلا کھنکھارتے ذرا رعب سے ارسلان افتخار اور روشانے سے سوال کیا تھا۔

سوری ٹو ڈسٹرب یو سر! لیکن یہ لڑکا مجھ پہ غلط کمنٹ پاس کرنے کے ساتھ بدتمیزی کر رہا تھا، لاسٹ ٹائم بھی ایک ایسا ہی کیس ہوا تھا

جس کی مرہم پٹی کروانے کے بعد آپ نے مجھے آرڈر دیا تھا کہ
نیکسٹ ٹائم اگر کوئی ایسی صورتحال پیش آئے گی تو میں ایسے لڑکوں
کی ہڈیاں توڑنے کی بجائے سب سے پہلے آپ کے آفس کا رخ
کروں گی تو سر میں نے وہی کیا ہے!۔۔روشانے زیدی کے ہائی
ٹیل میں مقید بال جو کندھوں پہ بکھر چکے تھے انہیں ایک ادا سے
پیچھے کو جھٹکتی سنجیدگی سے پرنسپل سے مخاطب ہوئی،اس نے ان

کے سامنے کرسی پہ بیٹھے مہمانِ خصوصی کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا جو کب سے بے خودی سے اس کی طرف دیکھتا جا رہا تھا لیکن اگلے ہی لمحے خود پہ نظروں کی تپش محسوس کرتے روشانے زیدی نے آبرو آچکا کے اسکی طرف دیکھا، وہ جو کوئی بھی تھا سیاہ فور پیس میں ملبوس چوڑے شانوں کا حامل وجیہہ نوجوان ایک شاندار پر سنیلٹی کا مالک دکھتا تھا لیکن وہ روشانے زیدی تھی جو حسن پرست بالکل

نہیں تھی اسے صرف اپنی پڑھائی میں انٹرسٹ تھا،وہ ان لڑکیوں

میں سے نہیں تھی جو کسی بھی ہینڈسم نوجوان کو دیکھ کے اس پہ مر

مٹی تھیں لیکن ہاں روشانے زیدی کی خوبصورتی اور اسکے پر اعتماد

انداز کی وجہ سے ہر آئے روز کافی لڑکے اس پہ اپنا دل ہار بیٹھتے تھے

جن کے دماغ وہ اپنے انداز میں ٹھکانے پہ لگاتی تھی،روشانے کے

آبیرو آچکانے پہ بالاج لاشاری سنبھلتے ہوئے سنجیدگی سے اپنی

نگاہوں کا رخ موڑ گیا، اپنی بے خودی پہ خفت سی ہوئی تھی، اس نے کبھی کسی لڑکی کو یوں نظر بھر کے نہیں دیکھا تھا اور اگر جو وہ روشانے زیدی کے علاوہ کسی دوسری لڑکی کو دیکھ بھی لیتا تو وہ اسے اس طرح سے ایٹیٹوڈ نہ دیکھاتی جس طرح سے اس میڈیم نے خونخوار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے دیکھایا تھا۔ میر بالاج لاشاری نے

اپنے کستوری شیڈ گہرے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتے فرضی

کالر اچکاتے ہوئے سوچا۔

یور نیم ؟۔۔۔۔۔روشانے کی بات سننے کے بعد پرنسپل صاحب نے

غصے سے اس لڑکے سوال کیا تھا جس کے گالوں پہ روشانے کی

انگلیوں کا نشان چھپ چکا تھا، وہ اپنا پھٹا ہوا گریبان دیکھتا آنکھیں میچ

کے کھولتے ہوئے ضبط سے پرنسپل صاحب کو اپنا نام بتانے لگا۔

بالاچ لاشاری کی نظروں کا مرکز اب وہ لڑکا تھا جو اپنا نام ارسلان

افتخار بتا رہا تھا، اسکے گالوں پہ اس لڑکی کی انگلیوں کا چھپا نشان دیکھتے

بالاچ لاشاری اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے مسکراہٹ ضبط

کرنے لگا، وہ کم ہی مسکراتا تھا لیکن یہ سیچویشن نجانے کیوں اسے

کافی دلچسپ لگ رہی تھی، نظریں بے اختیار ایک دفعہ پھر سے اس

لڑکی کی طرف اٹھی تھیں جو سنجیدگی سے پرنسپل صاحب کی طرف

دیکھ رہی تھی، اسکے گال غصے سے سرخ ہو رہے تھے، سفید چہرہ سرخیاں چھلک رہا تھا، اسکی سیاہ گہری آنکھوں میں زمانے بھر کی تھکاوٹ بالاج لاشاری ایک نظر میں نوٹس کر چکا تھا، وہ اس کے اپنی طرف پھر سے دیکھنے سے پہلے ہی ایک نظر میں اس کا جائزہ لیتا اپنی نگاہیں سنبھالنے لگا، اسکے سر پہ دوپٹا نہیں تھا لیکن اس نے اپنے سراپے کو سیاہ دوپٹے سے اچھی طرح سے کور کر رکھا تھا۔

بچے!! ابھی مجھے اپنے گیسٹ کو وقت دینا ہے، آپ ابھی جا سکتی ہیں، میں فری ہونے کے بعد آپکو اپنے آفس میں طلب کروں گا، دونوں سائیڈ کی سٹوری سننے کے بعد ارسلان کی سزا تجویز کی جائے گی!۔۔۔ پرنسپل صاحب نرمی سے روشانے کو مخاطب کرتے اسے جانے کی اجازت دے رہے تھے۔۔

شیور سر!۔۔۔۔وہ سر کو خم دیتی سنجیدگی سے بولتے ہوئے اپنا رخ دروازے کی طرف موڑ گئی، ایک دفعہ بھی بالاج لاشاری پہ نگاہِ غلط ڈالنا ضروری نہیں سمجھا تھا، البتہ بالاج لاشاری کی نیلی آنکھوں نے اسکے سیاہ بالوں کی لہراتی ہائی ٹیل کا دور تک تعاقب کیا تھا۔

ہیے یو! سٹ ڈیئر۔۔۔۔۔۔۔ارسلان کو بنا اجازت کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کے پرنسپل صاحب نے اسے کرخت لہجے میں

حکم دیا تھا جو ضبط سے سر کو خم دیتا ان سے دور صوفے پہ بیٹھ گیا۔

اسے آج پہلی دفعہ کسی لڑکی سے تھپڑ پڑا تھا، اسکے ہوش پوش

گھومے ہوئے تھے جبکہ میر بالاج لاشاری خود پہ چھائے اس لڑکی

کے طلسم سے باہر نکلتا سنجیدگی سے پرنسپل صاحب سے اپنی بات کا

تکیہ کلام وہی سے جوڑ گیا جہاں سے ٹوٹا تھا لیکن دماغ اسکی سیاہ ہیل

کی ٹک ٹک اور سیاہ بالوں کی اونچی پونی میں الجھ چکا تھا۔

تشنگیِ یار ۔۔ ایپسوڈ (2)

از قلم ۔۔۔ علیشے خان

حویلی پہنچتے ہی یزدان اور وریام آگے پیچھے چلتے ہوئے راہداری کی طرف بڑھ رہے تھے، راہداری سے ہوتے ہوئے ان کا رخ زنان خانے کی طرف

تھا۔لاشاریوں کی حویلی جو ڈیرہ غازی خان سے
صرف دو کلومیٹر کے فاصلے پہ واقع تھی، جدید فنِ
تعمیر کا شاہکار یہ حویلی ایک وسیع، روشن اور کھلے
مقام پہ تعمیر کی گئی تھی جس کی ہر چیز میں خوبصورتی
اور جدیدیت کا امتزاج نظر آتا تھا۔

السلام علیکم!۔۔۔زنان خانے میں داخل ہوتے ہی
وریام اور یزدان نے لاؤنج کے نرم صوفے پہ بیٹھی
جہاں آرا بیگم اور شاہ جہاں بیگم کو سلام جڑا تھا،
جنہوں نے نرمی سے مسکراتے ہوئے ان کی سلام
کا جواب دیا۔

بابا سائیں کہاں ہیں؟۔۔۔۔ وریام لاشاری نے نگاہیں یہاں وہاں دہراتے رازداری سے شاہ جہاں بیگم سے باپ کے متعلق استفسار کیا تھا۔

ابھی ہی مردان خانے کی طرف گئے ہیں، تم دونوں کا پوچھ رہے تھے۔۔۔۔ شاہ جہاں بیگم سے جواب سنتے ہی وریام نے شکر کا کلمہ پڑھتے گہری سانس

بھری تھی، اگر اس کا باپ اس وقت سامنے ہوتا تو
پوری رات بنا حویلی میں اطلاع دیئے ڈیرے پہ
عیاشی کرنے اور ملازم کو نکالنے کی وجہ سے اچھی
خاصی ہو جاتی تھی۔۔
اماں سائیں! مجھے بہت نیند آرہی اور دل بھی کافی
خراب ہو رہا ہے، رات ڈیرے پہ صوفے پہ ہی سو

گیا اسی لئے کمر میں الگ درد ہے، اور اگر یونی جاؤں
گا تو لیکچر لینے کی وجہ سے سر میں شدید درد اٹھے گا تو
میں۔۔۔۔وریام لاشاری اپنے چہرے پہ مصنوعی
معصومیت طاری کرتے ابھی مزید بولتا جب شاہ
جہاں بیگم اسکی بات کاٹ گئی۔

توکون کمبخت تمھیں بول رہا ہے تم صبح صبح پڑھائی
میں دماغ کھپاؤ؟ آرام کرو جا کے ہم تمہارے بابا
سائیں کو دیکھ لیں گے، پوری زندگی پڑی ہے پڑھائی
کرنے کو۔۔ یہ کمبخت پڑھائی تو میرے بچوں کی
جان لے کے چھوڑے گی۔۔۔ شاہ جہاں بیگم اپنے
لاڈلے بیٹے کی اتنی درد بھری داستان سنتی تڑپتے

ہوئے بولیں جبکہ یزدان اپنی سرمئی آنکھیں
پھیلائے حیرت سے وریام کو دیکھنے لگا، جو ابھی دو
منٹ پہلے بالکل ٹھیک تھا لیکن ابھی وہ یوں ریکٹ
کر رہا تھا جیسے صدیوں سے بیمار ہو۔ نیند یزدان کی
خراب کی گئی تھی، پوری رات صوفے پہ یزدان
سویا تھا، لیکن دھیان سے سن کے یزدان نے نوٹ

کرنے تھے تو اس سالے کو کیا موت پڑ رہی تھی ؟ وہ یقیناً ڈیرے سے حویلی آنے تک اپنی اماں سائیں کو پریس کرنے کے لئے سٹوری پہلے سے سوچ چکا تھا

جی بہتر اماں سائیں ! جب تک میری طبیعت ٹھیک نہیں ہو جاتی، میں یونی نہیں جاؤں گا، اور کل رات

میں نے باباسائیں کے خاص ملازم کو اس لئے نکالا
تھا کیونکہ سالا انہیں میری جھوٹی (سچی) شکایتیں
لگاتا پھر رہا تھا، آپ باباسائیں کو سنبھال لیجئیے گا
یونہی میرے غصے کو ہوا دیتے ہیں! انہیں سمجھایا
کریں! جوان خون ہوں، مجھے مت ستایا کریں،
ایسے ہی کسی دن میں بھڑک اٹھا تو یہاں جنگ ہو

گی!۔۔۔وریام لاشاری خفگی اور سنجیدگی کے ملے
جلے تاثرات سے گویا ہوتا شاہ جہاں بیگم کو ڈرانے
والے انداز میں بولتے مسکراہٹ دباتا سنجیدگی سے
سیڑھیوں کی طرف رخ موڑ گیا۔ شاہ جہاں بیگم تو
جنگ کا نام سنتے ہی دہل کے کلیجے پہ ہاتھ رکھ گئی
تھیں جبکہ وریام اپنا رعب دیکھا کے یزدان کو نا

محسوس انداز میں آنکھ ونک کرتا اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا، سب کی نیندیں اڑا کے خود سکون کی نیند پوری کرنا اسکا پسندیدہ مشغلہ تھا۔اس نے رات میں ہی اپنے باپ کے خاص ملازم کی صفائی کرتے اسے حویلی سے نکال باہر کیا تھا کیونکہ وہ

وریام کی ایک ایک خبر کی رپورٹ ان تک پہنچاتا تھا

اسے سمجھایا کرو یزدان، کسی دن باپ سے لڑ بیٹھا
اور یہاں کوئی خون خرابہ ہو گیا تو میری تو دنیا ہی اجڑ
جائے گی۔۔۔۔ شاہ جہاں بیگم فکرمندی سے
یزدان سے مخاطب ہوئی تھی جبکہ جہاں آرا بیگم

تاصف سے سر جھٹکتے ہوئے تسبیح میں مشغول ہو
گئی۔ابھی یزدان انہیں کوئی مطمئن سا جواب دیتا
جب ایک نرم اور میٹھی سی آواز اسکے کانوں سے
ٹکرائی۔

اماں سائیں! لالا کہاں چلے گئے؟ مجھے کالج جانا
تھا۔۔۔وہ اپنے موبائل پہ تیزی سے ایک دو

ٹیکسٹ کرنے کے بعد فون یونیفارم کی جیب میں رکھتی یزدان لاشاری کی طرف دیکھے بغیر شاہ جہاں بیگم سے مخاطب ہوئی۔

بیٹی تمہارے لالا سائیں کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، وہ اوپر آرام کرنے گیا ہے، یزدان کے ساتھ چلی

جاؤ۔۔۔ شاہ جہاں بیگم نے نرمی سے اپنی بیٹی کو جواب دیا۔

غازان لالا آجائیں تو میں وری لالا کی شکایت کروں گی، جب وہ حویلی میں نہیں ہوتے، میں ہر روز کالج سے لیٹ ہوتی ہوں اماں سائیں! صرف ایک سوموار کا روز ہوتا ہے جب میں کالج وقت پہ پہنچتی

ہوں کیونکہ اس روز مجھے غازان لالا چھوڑنے

جاتے ہیں!۔۔۔۔۔۔آج پھر وریام کی طبیعت خرابی

کا بہانہ سن کے ایشم خفگی سے پیر پٹختے ہوئے بولی،

چہرے کے خوبصورت نقوش معصومیت سے لبریز

تھے،آواز میں معصومیت تھی لیکن زبان پٹر پٹر

چل رہی تھی جو صرف حویلی میں اور کچھ دوستوں

کے سامنے چلتی تھی، ورنہ وہ بہت جلد ہر کسی کی باتوں میں آجایا کرتی تھی، جتنی ہوشیار بننے کی کوشش کرتی تھی اتنی وہ بالکل نہیں تھی، اسے کوئی بھی آسانی سے اپنی باتوں میں لگا سکتا تھا۔

اچھا بس زیادہ اچھلو مت، کوئی شکایت نہیں لگاؤ گی تم غازان کو۔۔۔ شاہ جہاں بیگم اب کی دفعہ بولی تو

لہجے میں روعب اور غصہ تھا جس پہ ایشم ناک چڑھاتے ہوئے خاموش ہو گئی، یزدان اس دوران سنجیدگی سے کبھی شاہ جہاں بیگم کو دیکھ رہا تو کبھی ایشم میڈیم کو جس کا اسکے ساتھ کالج جانے کا سنتے ہی موڈ برباد ہوتا نظر آرہا تھا۔ جہاں آرا بیگم تسبیح

مکمل کرنے کے بعد آرام کرنے کی غرض سے
اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھیں۔
چادر لے کے آؤ! میں باہر گاڑی میں انتظار کر رہا
ہوں۔۔۔یزدان لاشاری اپنے چمکتے بالوں میں
ہاتھ پھیرتا سنجیدگی سے ایشم پہ حکم صادر کرتا باہر کی

طرف بڑھ گیا، جو نیند کچھ دیر پہلے آ رہی تھی وہ
ساری ہوا ہوئی تھی۔

اماں سائیں مجھے نہیں جانا یزدان لالا کے ساتھ!

اچھا خاصا دوپٹا لیا تو ہوا ہے، اب اس یونیفارم پہ وہ
دس گز کی چادر کیسے سنبھالوں گی؟۔۔۔۔یزدان کا
حکم سنتے ہی ایشم جھنجھلاتے ہوئے شاہ جہاں بیگم

سے شکایتی انداز میں گویا ہوئی، اس نے اچھی طرح
سے استری شدہ سفید یونیفارم کی قمیض کے دونوں
شولڈرز میں ہلکے گلابی رنگ کا دوپٹا سیٹ کر رکھا
تھا، جبکہ گلابی دوپٹے کا دائیاں پلو سر پہ جمایا ہوا تھا،
اتنی سردی میں بھی کوٹ تو دور کوئی باریک سا

سویٹر پہننے کی بھی زحمت نہیں کی تھی، باہر جاتا ہوا

یزدان اسکا جواب سن چکا تھا۔

فضول کی بحث چھوڑ کے جلدی سے چادر لے کے

باہر آؤ ورنہ یہی پہ چھوڑ کے اپنے ضروری کام سے

نکل جاؤں گا!۔۔۔۔جواب جہاں آرا بیگم کی

بجائے یزدان لاشاری کی طرف سے آیا تھا، یزدان

کا سخت لہجہ محسوس کرتی ایشم اپنی ماں کو شکایتی
نگاہوں سے دیکھتی پیر پٹختے ہوئے اپنے کمرے کی
طرف بڑھ گئی کیونکہ جانتی تھی اسکی ماں نے
یزدان کی ہاں میں ہاں ملائی تھی اسی لیے یہاں بحث
کرنا فضول تھا، گرلز کالج جاتے ہوئے بھی خود پہ
اتنی پابندیاں ایشم کو زہر لگتی تھیں۔

عجیب چادر لے کے آؤ! فضول کا رعب!! اب
لڑکیاں ہیں تو سانسیں گھونٹ کے مر جائیں؟ ہر
بات پہ پابندی ۔۔ ہر بات پہ ۔۔ وہ پچھلی سیٹ کا
دروازہ کھول کے احسان کرنے والے انداز میں
اندر بیٹھتی عادتاً مدھم آواز میں بڑبڑانے لگی لیکن

ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا یزدان اسکی بڑبڑاہٹ کا

ایک ایک حرف سن چکا تھا، ایشم کا دن بدن بدلتا

رویہ یزدان کو اکثر اوقات کافی غصہ دلاتا تھا لیکن وہ

ضبط کر جاتا۔۔اسے مسلسل بڑبڑاتے دیکھ کے

یزدان لاشاری نے فرنٹ ویو مرر سے نظر آتے

ایشم کے عکس پہ نگاہیں دوڑائی تھیں جس نے اگلے

ہی لمحے زور سے اسکی گاڑی کا دروازہ بند کرتے اپنا
غصہ نکالا تھا۔ دروازہ بند ہونے کی آواز کافی زوردار
تھی جس پہ وہ ایک پل کے لئے تو خود بھی لرز اٹھی
تھی جبکہ اسکی اس بدتمیزی پہ یزدان نے اپنے
دائیں ہاتھ کی مٹھی بھینچے غصہ ضبط کرنے کی
کوشش کی تھی۔ وہ سفید یونیفارم پہ اب بڑی سی

سیاہ شال لئے اپنے سراپے کو کور کئے ہوئے تھی۔۔۔
سائنسیس گھٹنے کی وجہ سے مروانہ مرو لیکن اتنی سردی میں فیشن کی غرض سے یونیفارم پہ سویٹر یا کوٹ نہ پہننے کے باعث ضرور مر سکتی ہو۔۔۔وہ

سنجیدگی سے بولتا گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے حویلی
سے نکالنے لگا۔

نیچے موٹی شرٹ پہنی ہوئی ہے میں نے!۔۔۔

ایشم جتانے والے انداز میں خفگی سے بولتی اپنی
یونیفارم کی پاکٹ سے فون باہر نکالنے لگی۔وہ
یزدان لاشاری کی موجودگی سے خار کھاتی تھی

کیونکہ ایشم کو لگتا تھا وہ خواہ مخواہ میں اسکے ہر معاملے میں ٹانگ اڑاتا ہے۔۔

تو اسی لئے تمہارے یونیفارم کی قمیض جسم سے چپکی ہوئی تھی، ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا پہن کے سلائیاں ماری ہیں!!۔۔۔ یزدان لاشاری نے بنا لحاظ کئے دو بدو جواب دیا تھا، اسکے جواب پہ ایشم سالک

لاشاری کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ وہ ایک ہی نظر میں
اسکے پورے سراپے کا جائزہ لے چکا تھا؟ آخر کس
حق سے؟ ایشم نے غصے سے سوچا تھا۔
دیکھنے والے کی نظروں میں حیا ہونی چاہیئے! کوئی
بے ہودہ لباس نہیں پہنا تھا میں نے! ۔۔ وہ موبائل
سے نگاہیں ہٹاتی غصے سے دبی دبی آواز میں بولی۔

تم مجھے بے حیا بول رہی ہو؟۔۔۔۔وہ اسکے جواب پہ غصے سے فرنٹ مرر میں نظر آتے اسکے عکس کو دیکھتے بھڑکا تھا۔

میری نظر میں ہر وہ مرد بے حیا ہوتا ہے جو بغیر کسی حق کے ایک عورت کے وجود کا جائزہ لے! اگر آپ جیسے مردوں کی نگاہیں ہمیشہ کے لئے جھک

جائیں تو عورتوں کو ان دس گز کی چادروں کی
ضرورت نہ پڑے! ــــ وہ بدلحاظی سے بولی
تھی، سفید چہرے میں سرخیاں گھلتی جا رہی تھی،
یزدان لاشاری نے ایک دم سے گاڑی کو بریک
لگاتے رخ موڑتے ہوئے اسے کہنی سے پکڑتے
ہوئے آگے کی طرف کھینچا تھا۔

اہہ۔۔۔۔۔وہ اسکے یوں ایک دم سے کھینچنے پہ ڈر سے
چیختی ہوئی اسکی سرخ ہوتی سرمئی آنکھوں میں
دیکھنے لگی۔

اگر عورت دعوت کا نظارہ بن جائے تو بھلے بھلے
مرد اسکے سراپے پہ نگاہیں گاڑنے پہ مجبور ہو جاتے
ہیں۔اگر میں بے حیا ہوتا تو تمہیں بے غیرتوں کی

طرح بنا کسی چادر کے تمہارے کالج لے کے جاتا
تاکہ حویلی کے ہر ملازم سے لے کے تمہارے کالج
کا چوکیدار تک تمہارے اس چھوٹے سے دوپٹے
سے نظر آتی تمہارے لمبے بالوں کی چوٹی پہ نگاہیں
گاڑتا، تمہاری خم دار کمر کا جائزہ لیتا، تمہارے بدن
سے چپکی قمیض ۔۔۔ یزدان لاشاری جس کا دماغ

صبح صبح ایشم خراب کرچکی تھی ابھی وہ غصے سے مزید دھاڑتا جب اسکی چاکلیٹ براؤن آنکھوں میں نمی دیکھتے ہوئے وہ اسکی کہنی پہ اپنی گرفت ڈھیلی کر کر گیا۔

ٹھیک ہے تمہیں چادر بری لگتی ہے تو سردی کے لحاظ سے کوئی لانگ کوٹ پہن لو! نیچے شرٹ پہننے

کی کیا تک بنتی ہے؟ مجھے سخت چڑ ہوتی ہے ایسی
لڑکیوں سے جو موسم کے لحاظ سے کپڑے پہننے کی
بجائے دوسری لڑکیوں کو دیکھ کے بے ڈھنگے سے
فیشن کرتی ہیں! تمہیں پردہ کرنے پہ فورس نہیں
کیا، صرف جسم ٹھیک سے ڈھکنے کو بولا ہے اور اتنی
سی پابندی تمہیں گلے میں طوق کی مانند معلوم ہوتی

ہے، ایسا پہلے نہیں تھا، پہلے تو تم شوق سے اپنی اماں سائیں کی چادریں لیتی تھی، چھ مہینوں سے ایسا کیا ہوا ہے جو تمہارے انداز و اطوار بدل رہے ہیں؟۔۔۔۔۔وہ اب کی بار لہجے کو تھوڑا مدھم لیکن سرد بناتے ہوئے سوال کر رہا تھا، اسکے سوال پہ ایشم نے تھوک نگلتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

میں غازان لالا سے آپکی شکایت کروں گی !۔۔۔

اسکی تیز نظروں کو اپنی آنکھوں میں جھانکتے دیکھ کے وہ ایک دم سے نظریں جھکا کے روتی ہوئی اس سے اپنی کہنی چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔

کیا شکایت کرو گی ؟۔۔۔وہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

یہی کہ آپ مجھے بلا فضول میں بات بات پہ ڈانٹتے
ہیں!۔۔۔۔وہ ہچکی بھرتی معصومیت سے بولتے
ہوئے اپنے عارضوں پہ گرتے آنسو صاف کرنے
لگی۔یزدان اسکی بات کا جواب دینے کی بجائے نچلا
ہونٹ دانتوں تلے دباتا اسکی کہنی اپنی گرفت سے
آزاد کرتے ڈیش بورڈ پہ پڑے ٹیشو باکس سے دو

تین ٹیشو نکالتا ایشم کی طرف بڑھانے لگا۔ ایشم خفگی
سے اسکے ہاتھ سے ٹیشو کھینچنے والے انداز میں پکڑتی
اپنی آنکھیں اور سرخ ہوتی ناک رگڑنے لگی،
سردی سے اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، ہاتھ ہلکے سے
کپکپا رہے تھے لیکن میڈیم نے صرف پتلی سی چادر

تین ٹیشو نکالتا ایشم کی طرف بڑھانے لگا۔ ایشم خفگی
سے اسکے ہاتھ سے ٹیشو کھینچنے والے انداز میں پکڑتی
اپنی آنکھیں اور سرخ ہوتی ناک رگڑنے لگی،
سردی سے اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، ہاتھ ہلکے سے
کپکپا رہے تھے لیکن میڈیم نے صرف پتلی سی چادر

لے رکھی تھی، یزدان کو یقین تھا کالج کا گیٹ پار کرتے ہی وہ یہ چادر اتار دے گی۔

میری جیکٹ پہن لو!۔۔۔۔۔اسکے سفید چہرے کو سرخ ہوتے دیکھ کے یزدان نے نرمی سے آفر پیش کی تھی۔

میں کالج سے لیٹ ہو رہی ہوں!۔۔۔وہ اسکی آفر
قبول کرنے کی بجائے اپنے موبائل پہ وقت دیکھتی
سنجیدگی سے اطلاع دینے لگی۔یزدان کو اس کے
ہاتھوں میں ہر وقت یہ فون نجانے کیوں اتنا زہر لگتا
تھا۔

ٹھیک ہے پھر مرو سردی سے!!۔۔۔۔وہ کندھے
اچکا کے لاپرواہی سے بولتا گاڑی پھر سے سٹارٹ کر
گیا،ایشم اسے نخوت سے دیکھتی کھڑکی سے باہر
دیکھنے لگی۔یزدان نے گاڑی کی رفتار بڑھاتے ہیٹر
کی سپیڈ بڑھائی تھی۔وہ فرنٹ مرر سے دیکھ سکتا تھا
کچھ ہی دیر میں گرمائش ملنے پہ اسکے ہاتھوں کی

کپکپاہٹ کم ہو چکی تھی، ایشم کو اچانک سے یاد آیا تھا
اسکی اس مہینے کی پاکٹ منی پہلے ہی ختم ہو چکی ہے
اور وہ حویلی سے اپنے باباسائیں یا اماں سائیں سے
پیسے بھی نہیں لائی تھی، غازان اسے ہر مہینے بھاری
رقم میں پاکٹ منی دیتا تھا جنہیں وہ یہاں وہاں اڑا
دیتی تھی، اپنے ساتھ دوستوں کو بھی عیش

کرواتی تھی، اس دفعہ غازان کے پھر سے حویلی چکر
لگانے سے پہلے ہی اسکے پیسے ختم ہو گئے تھے۔ وہ
بھوک کی کافی کچی تھی، صبح ناشتہ بھی ٹھیک سے
نہیں کیا تھا، اب وہ کالج میں کیا کھائے گی؟ یہ سوچ
سوچ کے وہ روہانسی ہوتی اپنے بیگ میں ہاتھ مار کے
پیسے تلاش کرنے لگی لیکن بیگ میں سوائے چند

دس بیس کے نوٹوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا، اسکا پیسوں والا والٹ خالی تھی، وہ روہانسی ہوتی اس والٹ کو بیگ میں پٹک گئی، اب وہ کیا کرے؟ اس اکڑو اور عجیب سے انسان سے تو مانگنے سے رہی۔ وہ بھوک سے مر جائے لیکن یزدان لاشاری سے پیسے نہ مانگے۔ یزدان بظاہر تو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا لیکن

اسکا فوکس اسکی ایک چھوٹی سے چھوٹی حرکت پہ
تھا۔ وہ اب روہانسی ہوتی اپنے فون میں مصروف ہو
چکی تھی۔ جب سے کرونا وائرس آیا تھا تب سے
کالج میں فون لے جانے کی کھلم کھلی اجازت تھی
کیونکہ بہت سے ٹیچرز فون پہ ہی لیکچر کی سلائیڈز
سینڈ کرتے تھے۔ ایسا ایشم کا کہنا تھا اسی لئے غازان

نے اسکے ایک دفعہ کہنے پہ اسے فون دلادیا تھا جس
پہ یزدان صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گیا۔ کالج آ
چکا تھا لیکن وہ ابھی تک فون میں مصروف بوریت
بھگانے کے لئے سکرالنگ کر رہی تھی۔ اسے فون
میں اس قدر مصروف دیکھ کے یزدان نے ہارن پہ
ہاتھ رکھتے فرنٹ ویو مرر سے سلگتی نگاہوں سے

دیکھا تھا۔اسکے یوں ہارن پہ ہاتھ رکھنے کے باعث
یزدان کے آگے پیچھے والی ساری گاڑیاں اس کے
لئے راستہ چھوڑ چکی تھی لیکن مجال تھی جو ایشم نے
فون سے نگاہیں ہٹائی ہوں۔
دماغ کہاں گیا ہوا ہے تمہارا ایشم!!۔۔۔۔۔اسکی
اتنی مصروفیت پہ وہ دبے دبے غصے سے بولا تھا جس

پہ ٹک ٹاک سکرال کرتی ایشم کے ہاتھوں سے فون
اچھل کے گرنے ہی والا تھا جب وہ اسے کسی متاعِ
جاں کی طرح جلدی سے سنبھال گئی۔
کیا ہو۔۔۔ابھی ایشم اسکے یونہی غصہ کرنے پہ کچھ
بولتی جب سامنے کالج کا گیٹ دیکھ کے اگلے الفاظ

حلق میں ہی دب گئے۔اپنی غائب دماغی پہ لعنت
بھیجی تھی۔
ابھی تو فلحال کچھ نہیں ہوا لیکن مجھے ایسا لگتا ہے
تمہارے اس فون کا قتل بہت جلد میرے ہاتھوں
سے ہو گا اور بے دردی سے ہو گا!۔۔۔۔اسے
خاموش ہوتے دیکھ کے وہ دانت پیس کے سرد لہجے

میں بولتا اپنے ٹراؤزر کی جیب سے والٹ نکالتے
ہوئے چند نوٹ نکال کے اسکی طرف بڑھا گیا، وہ
جہاں اپنے فون کے بارے میں اسکے بے درد الفاظ
سنتے دم سادھ گئی تھی اسے اپنی طرف پیسے
بڑھاتے دیکھ کے اچھنبے کا شکار ہوئی۔

مجھے ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔ایشم خفگی سے بولی،
صبح صبح اس سے ڈانٹ کھانے کی وجہ سے اسکا موڈ
خراب ہو چکا تھا۔
ضرورت تو تمہیں فون کی بھی نہیں ہے کیونکہ
کرونا وائرس کب کا پاکستان سے جا چکا!!! پکڑ لو!
فری نہیں دے رہا، میں غازان لالا سے ڈبل لے

لوں گا۔۔۔اسکے ڈراماٹک جواب پہ وہ لاپرواہی سے
بولا تھا۔اسے پھر سے اپنے موبائل پہ طنز کرتے
دیکھ کے وہ بنا بحث کئے اپنی چاکلیٹ براؤن آنکھیں
گھماتے ہوئے اس سے پیسے تھام گئی،انداز احسان
جتانے والا تھا۔

میرے فون سے اتنی ہی جیلسی ہوتی ہے تو غازان
لالا کو بول دیں آپ کو بھی نئے ماڈل کا آئی فون لیں
دیں! میرے فون پہ نظر رکھی ہوئی ہے!
ہونہہ۔۔۔گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے ہمیشہ کی
طرح بڑبڑاتی ہوئی سر جھٹکتے ہوئے زور سے
دروازہ بند کر گئی، اسکی معصوم سی بڑبڑاہٹ سنتا

یزدان لاشاری ڈیش بورڈ پہ پڑے اپنا نیو ماڈل آئی فون

دیکھتے بے ساختہ مسکرانے لگا۔

اس سے اوپر کا نیا ماڈل اسکے باپ نے ایجاد کیا

تھا؟۔۔۔وہ اسکی پشت کو گھورتے ہوئے دل میں

سوچتا گاڑی پھر سے سٹارٹ کر گیا،وہ اسے تب تک

دیکھتا رہا تھا جب تک اسکی پشت اسکی نگاہوں سے
اوجھل نہیں ہوئی تھی۔

مس یشعل! آپ ابھی تک یہاں پہ ہیں؟ سر
میٹنگ روم میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں، پارٹی آ
چکی ہے، میٹنگ شروع ہونے والی ہے۔۔۔یشعل

کو تیزی سے لیپ ٹاپ پہ ہاتھ مارتے دیکھ کے
شاذل شاہ اس کے قریب آتا سنجیدگی سے بولا۔
شاذل! میرے سر میں درد تھی اسی لئے میں
پریزنٹیشن پہ اچھی طرح سے ورک نہیں کر پائی!
اس فائل میں بہت سی غلطیاں ہیں! غازان سر
بہت ڈانٹیں گے!۔۔۔۔۔یشعل فکرمندی سے

بولتے ہوئے اپنے ہاتھوں میں تیزی لا رہی تھی۔
اسکے چہرے پہ پریشان تاثرات دیکھتے شاذل شاہ خود
بھی پریشان ہوا تھا۔ میٹنگ سٹارٹ ہو چکی تھی اور
اگر اس فائل میں واقعی ہی غلطیاں تھیں تو غازان
لاشاری کا غصہ ساتویں آسمان پہ پہنچنا تھا۔

لائیے مجھے دیکھائیں! میں دیکھتا ہوں آپ میٹنگ
روم میں جائیں۔۔ شاذل اطمینان سے بولتا اسکے
ہاتھ سے لیپ ٹاپ تھام گیا، وہ اس وقت بلیو
ڈریسنگ پینٹ پہ سفید ڈریس شرٹ پہنے سلیوز
کہنیوں تک فولڈ کئے ہوئے تھا، سنہری بال اچھی
طرح سے جیل سے سیٹ تھے جبکہ ایمبر رنگ

آنکھوں میں یشعل کے لئے فکر مندی واضح
تھی
۔۔
نہیں میں دیکھ لوں گی شاذل! آپ جائیں پلیز!
ورنہ میری وجہ سے آپکو ڈانٹ پڑ جائے گی۔۔۔
اسے لیپ ٹاپ پہ ہاتھ چلاتے دیکھ کے یشعل اپنے
ہاتھ کی انگلیاں ایک دوسرے میں الجھاتی روہانسے

انداز میں بولی۔ شاذل شاہ نے بنا کوئی جواب دیئے
قریب ٹیبل پہ پڑی اسکی پانی کی بوتل اٹھاتے اسے
تھمائی تھی۔

پانی پیئے اور یہ سر درد کی میڈیسن کھا کے میٹنگ
روم کا رخ کریں! آپ باس کی پرسنل سیکرٹری
ہیں! آپ کا وہاں پہ ہونا ضروری ہے، میں پانچ

منٹوں میں اس فائل کو فائینل کر کے آپ کے پیچھے ہی آ رہا ہوں ۔۔۔ شاذل شاہ اپنی جیب سے سر درد کی میڈیسن نکال کے اسکی طرف بڑھاتا اس قدر ریلکس انداز میں بولا کہ یشعل نہ چاہتے ہوئے بھی مطمئن ہو گئی ، اسکی ذرد پڑتی رنگت واپس سے بحال ہوئی تھی ۔

تھینک یو شاذل!۔۔۔۔وہ دل سے شکریہ بولتی
میڈیسن اسکے ہاتھ سے تھام کے جلدی سے منہ
میں ڈال کے حلق میں پانی انڈھیلتی اپنا باقی کا
ضروری سامان اٹھائے بھاگنے کے انداز میں میٹنگ
روم کی طرف بڑھی تھی۔شاذل اپنے عنابی لبوں
پہ مسکراہٹ سجائے اس فائل کی پروف ریڈنگ

کرتے تمام غلطیاں درست کرنے لگا۔ تقریباً
پانچ سے چھ منٹ میں وہ ساری غلطیاں درست کر
چکا تھا، وہ فائل کو فائنل کئے لیپ ٹیپ سلیپ کرتا
اپنی گھنی سنہری بئیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا میٹنگ روم کی
طرف بڑھ گیا۔ اسکے دس منٹ لیٹ میٹنگ روم
میں داخل ہونے کی غازان لاشاری جو سربراہی

کرسی پہ بیٹھا یشعل کی پریزنٹیشن سن رہا تھا، رعب دار گھوری سے شاذل کو نوازا تھا جو نچلا لب دانتوں تلے دبائے بنا پینک ہوئے غازان کی بائیں جانب خالی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ غازان کی دائیں طرف ہمیشہ یشعل جبکہ بائیں جانب شاذل بیٹھتا تھا کیونکہ وہ دونوں اسکے قابل کولیگ تھے۔ گرے فور پیس

میں ملبوس غازان لاشاری سنجیدگی سے یشعل کی
پریزنٹیشن سن رہا تھا جو آج طبیعت خرابی کے
باعث بار بار لڑکھڑا رہی تھی، اسکی آواز کو دوسری
دفعہ لڑکھڑاتے دیکھ کے غازان لاشاری نے غصے
سے مٹھیاں بھینچی تھیں، جبکہ باقی سب مطمئن
انداز میں یشعل کی نرم آواز کو ایک مسکراہٹ سے

سن رہے تھے۔یشعل اس وقت سفید سکرٹ پہ
گلابی شرٹ پہنے سفید منی کوٹ میں ملبوس
کندھوں سے کچھ نیچے تک آتے بالوں کو کھولے
آگے سے مانگ نکالے ہوئے تھے،اسکے سفید پیر
اس وقت ٹرانسپیرنٹ ہیل مین مقید تھے جبکہ لمبے
ناخنوں پہ پنک کلر کا نیل پینٹ لگا ہوا تھا،میک اپ

کے نام پہ وہ صرف ہونٹوں پہ لائٹ سا گلوز لگائے
ہوئے تھی، اتنی سادگی میں بھی وہ اپنے خوبصورت
اور معصوم نقوش سے کافی کیوٹ دیکھائی دیتی تھی
۔غازان کے مٹھیاں بھینچنے پہ شاذل شاہ نے
مسکراتے ہوئے یشعل کو دیکھتے حوصلہ دیا تھا، اسکے

روہانسے تاثرات دیکھتے شاذل فوراً سے اپنا جگہ سے
اٹھ کھڑا ہوا۔

I'll proceed with this from now onwards

شاذل شاہ اپنے ہاتھ کے اشارے سے یشعل کو
کرسی پہ بیٹھنے کا اشارہ کرتا ساری سیچویشن

سنبھالتے اپنے وجیہہ چہرے پہ خوبصورت سی
مسکراہٹ سجائے انگریزی میں پریزنٹیشن کانٹینیو
کرنے لگا، اسکے مسکرانے کے باعث اس کے دائیں
گال پہ گڑھا نمودار ہوا تھا جو اسے مزید دلکش بناتا
تھا۔ وہ کافی اچھے طریقے سے یشعل کی ساری
پریزنٹیشن سنبھالتا سب کو ایمپریس کر چکا تھا،

غازان لاشاری کے تنے وجیہہ تاثرات بھی ڈھیلے پڑ چکے تھے۔ فارن پارٹی شاذل کی پریزینٹیشن سے کافی ایمپریس نظر آ رہی تھی۔ شاذل کے بعد غازان لاشاری نے اپنے ازلی سنجیدہ اور رعب دار انداز میں فارن پارٹی سے ڈیل ڈن کرتے مصافحہ کیا تھا، وہ شاندار پرسنیلٹی کا مالک تھا۔ کچھ ہی دیر

میں میٹنگ برخاست ہوچکی تھی، سب میٹنگ روم
سے نکلتے دیکھائی دے رہے تھے۔
ویلڈن شاذل!!۔۔۔۔۔۔سب کے جانے کے
بعد غازان نے نرمی سے شاذل کی تعریف کی تھی
جس نے جواباً مسکرا کے سر کو خم دیا، غازان اپنا فون
اور والٹ اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے باہر کی طرف

بڑھ رہا تھا جب شاذل کی آواز پہ اس کے قدم رکے۔

سر ایشعل میم کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، کیا وہ گھر جاسکتی ہیں؟۔ کرسی پہ منہ لٹکا کے بیٹھی یشعل کو دیکھتے شاذل شاہ نے فکر مندی سے غازان سے اسکی چھٹی کی اجازت مانگی تھی۔

یہ بات مس یشعل بھی اپنے منہ سے بول سکتی ہیں؟۔۔۔۔غازان کا سنجیدہ لہجہ ہنوز قائم تھا،وہ بے تاثر انداز میں یشعل کی طرف دیکھ رہا تھا۔ شاذل شاہ اب کی بار کچھ نہیں بولا تھا وہ یشعل کے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔

سوری سر میں آج کی پریزنٹیشن ۔۔۔۔۔ وہ ہٹپٹا کے
جلدی سے اپنی کرسی سے کھڑی ہوتی نگاہیں
جھکائے ابھی شرمندگی سے مزید بولتی جب غازان
اسکی بات کاٹ گیا۔۔
آپ گھر جا سکتی ہیں مس یشعل !! میں ڈیرہ غازی
خان کے لئے نکل رہا ہوں شاذل مجھے رات تک

تمام ضروری ہائی لائٹس میل کر دینا!۔۔ غازان
اس وقت لمبی چوڑی تفصیلات سننے کے موڈ میں
نہیں تھا، اسی لئے بے زاری سے یشعل کی بات
ٹوک کے اسے جواب دیتا شاذل شاہ کو حکم دیتے
وہاں سے نکل گیا۔

کوئی بات نہیں یشعل! ایسا ہوتا رہتا ہے! آپ گھر جا کے ریسٹ کرو!۔ یشعل کے روہانسے تاثرات دیکھتے شاذل شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے حوصلہ دیا تھا، اسکی مسکراہٹ اسکی طرح کافی پیاری تھی۔

تھینک یو شاذل! اگر آپ نہیں ہوتے تو آج کام کافی بگڑ جاتا۔ یشعل مسکراتے ہوئے اسکا شکریہ

ادا کرنے لگی، وہ دونوں اب اپنی چیزیں سمیٹتے
ہوئے میٹنگ روم سے باہر نکل رہے تھے۔

ــــــــــــــــــــــــــــــــــ

تشنگیِ یار۔۔ایپسوڈ(3)

از قلم۔۔۔علیشے خان

غاذان لاشاری جو میٹنگ روم سے نکلتے سنجیدگی سے
کسی کال پہ مصروف لفٹ کی طرف بڑھ رہا تھا، نگاہیں
عادتاً میر بالاچ لاشاری کے آفس کی طرف اٹھی
تھیں۔وہ اپنے آفس میں تھا جبکہ اس وقت وہ اکثر

اوقات کورٹ کچہری رہتا تھا، وہ لنچ کے بعد آفس کا
چکر لگایا کرتا تھا یا کبھی کام میں اتنا مصروف ہوتا تھا کہ
اسے آفس آنے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا اور اسکی اور
بالاچ کی ملاقات ڈائریکٹ رات کو بنگلے میں ہوا کرتی
تھی یا صبح ناشتے کے وقت۔۔۔ وہ دونوں اپنے کام کے
سلسلے میں ہفتے کے زیادہ تر دن لاہور کے بنگلے میں

گزارتے تھے۔ اکثر اوقات ان کو شہر یا ملک سے باہر
بھی جانا پڑتا تھا۔ لاہور میں ان کا لیدر گڈز اور سپورٹس
گڈز سے متعلق کافی بڑا بزنس تھا جسے غازان لاشاری
اور بالاج لاشاری اکھٹے سنبھالتے تھے، ایڈوکیٹ
ہونے کی وجہ سے بالاج بزنس کو زیادہ وقت تو نہیں
دے پاتا تھا لیکن اسکی پوری کوشش ہوتی تھی غازان کا

ہاتھ بڑھائے۔۔غاذان لاشاری فون کال پہ الوداعی کلمات کہتا مضبوط قدم اٹھاتے بالاچ کے آفس کی طرف بڑھ گیا۔ہولے سے اسکے دروازے پہ دستک دیتا وہ اسکے چہرے کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا،وہ اسکی دستک پہ غور کئے بنا کسی غیر مرئی نقطے پہ نگاہیں

بجائے گہری سوچ میں نظر آرہا تھا، عنابی ہونٹوں پہ
خلافِ معمول خوبصورت سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔
میں ڈیرہ غازی خان کے لئے نکل رہا ہوں، ساتھ چلے
گا؟۔۔۔غازان لاشاری نے فرصت سے کرسی پہ بیٹھنے
کی بجائے یونہی کھڑے جلدی میں استفسار کیا
لیکن دوسری طرف تو جیسے اسکی بات سنی ہی نہیں گئی

تھی، بالاچ لاشاری نے اسے ایک دفعہ بھی دیکھنا
ضروری نہیں سمجھا تھا، وہ ہاتھوں میں خوبصورت سا
پین گھمائے خیالات کی دنیا میں مسکرائے جا رہا تھا۔
ایکسکوزمی!! میں تجھ سے مخاطب ہوں۔۔۔۔۔جواب
نہ ملنے پہ غازان لاشاری نے جھنجلاتے ہوئے اسکے
ٹیبل پہ ہاتھ مارا تھا جس پہ بالاچ اگلے ہی پل چونکا لیکن

پھر اسکی گھورتی نگاہوں کا اثر لیے بنا سنبھلتا ہوا ٹھیک سے بیٹھتے اپنی ٹائی درست کرنے لگا۔

ہمم! کیا بول رہا تھا تو؟۔۔۔۔۔ بالاچ جس نے اسکی بات غور سے نہیں سنی تھی اپنے سامنے یونہی کوئی فائل کھولتے سنجیدگی سے استفسار کرنے لگا۔ اس نے تو اسکے آفس میں آنے کا بھی نوٹس نہیں لیا تھا کجا کے

اسکی بات غور سے سننا۔۔اپنی غائب دماغی پہ بالاچ کو
اب خود پہ غصہ آنے لگا تھا، اسکا سکون چین تب سے
لٹ چکا تھا جب سے وہ میڈیکل کالج سے واپس آیا تھا۔
گاؤں جا رہا ہوں! ساتھ چلے گا؟۔۔۔غازان اسے
جانچتی نگاہوں سے دیکھتا دانت پیستے ہوئے بولا تھا،
اسے اپنی بات دہرانا پسند نہیں تھا۔

امم! لیکن ہم تو ہفتے کو ڈیرہ غازی خان کے لئے نکلتے ہیں نا؟ آج جمعہ مبارک ہے! کل شام کے وقت اکھٹے جائیں گے۔۔۔۔ بالاچ نے کچھ سوچتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

کل ہماری کوئی خاص میٹنگ نہیں ہے! کل سب کچھ شاذل شاہ سنبھال لے گا، اور تمہارا ابھی آجکل کورٹ

کچہری کا کوئی خاص کام نہیں ہے، اسی لئے ہم آج ہی
جا رہے ہیں، مجھے ایشم کا میسج آیا تھا وہ ہمیں مس کر رہی
ہے۔۔۔ غازان اسکے چہرے کے ایک ایک تاثر کا جائزہ
لیتا کندھے اچکاتے ہوئے بولا۔
ہمم۔۔۔ تو آج چلا جا۔ میں کچھ دن تک آؤں گا۔ مجھے
لاہور میں کچھ ضروری کام ہیں۔۔۔ بالاج اس سے

نگاہیں ملائے بغیر اپنی بھوری بئیرڈ پہ ہاتھ پھیرتا
مصروف انداز میں بولا۔ اسکے انکار پہ غازان آئبرو
اچکاتے ہوئے اسکے ٹیبل کے مخالف سمت پڑی کرسی
سنبھال گیا۔

اور وہ کام ایشم سے زیادہ ضروری ہیں؟۔۔۔غازان نے
حیرت سے آئبرو اچکا کے بولا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا

کہ ایشم نے ان دونوں کو یاد کیا ہو اور واپس بلانے کی
ضد کی ہو لیکن وہ اس سے ملنے نہ جائیں۔۔۔وہ ضرور
جاتے تھے۔
کیا تجھے کبھی کسی لڑکی سے تھپڑ پڑا ہے غازی؟۔۔۔
بالاچ نے اسکے سوال کا جواب دینے کی بجائے اپنے
سامنے پڑی فائل بند کرتے بے تابی سے غازان سے

سوال کیا تھا، نگاہوں کے سامنے ارسلان افتخار کا گال آیا تھا جس پہ اس لڑکی کی انگلیوں کی چھاپ واضح تھی، اسکے سوال پہ غازان لاشاری نے اسے مزید حیرت سے دیکھا تھا۔

کیا آج تک کوئی ایسی لڑکی پیدا ہوئی ہے جو میر غازان لاشاری پہ ہاتھ اٹھا سکے؟ ہاتھ کی پانچوں انگلی توڑ مروڑ

کے کتوں کو نہ کھلادوں ؟۔۔۔۔ غاذان لاشاری نے سر

انداز میں استہزایا مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

کیا تو نے اپنی آنکھوں کے سامنے کسی نازک سی لڑکی کو

ایک جوان مرد کو الٹے لٹکتے دیکھا ہے ؟۔۔ غازان

لاشاری کے اسکے جواب پہ تبصرہ کرنے کی بجائے

بالاچ نے مزید ایک سوال پوچھا تھا، انداز کھویا کھویا سا

تھا، ہونٹوں پہ پھر سے مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔
غاذان کو اسکی دماغی حالت پہ شک ہوا تھا۔
نہیں میرے پاس ایسے تماشے دیکھنے کا فضول وقت
نہیں ہے۔ لیکن مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے تجھے کسی
لڑکی سے زوردار تھپڑ پڑا ہے اور تو ابھی تک اس
صدمے سے نکل نہیں پا رہا! رائٹ؟ کسی پراسیکیوٹر

نے رکھ کے تو نہیں لگا دی؟۔۔۔غازان مسکراہٹ

دباتے ہوئے انداز سے لگانے لگا۔اسکی فضول گوئی پہ

بالاچ نے اسے غصے سے گھورا تھا۔غازان کی ہیزل نٹ

رنگ کی خوبصورت آنکھیں اندر تک بالاچ کا جائزہ

لے رہی تھیں۔

فضول بکواس نہیں کر غازی!! میں کوشش کروں گا کل سیمنار اٹینڈ کرتے ہی گاؤں کی طرف روانہ ہو جاؤں! تجھے آج جانا ہے تو تو جا سکتا ہے۔۔۔ وہ اپنے گہرے بھورے بالوں میں ہاتھ پھیرتا سر جھٹکتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

ویٹ!!سیمنار؟؟۔۔۔۔۔غازان نے اسکا جواب اچکتے ہوئے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔

ہمم!آج میں لاہور کے ایک میڈیکل کالج میں ڈونیشنز کے سلسلے میں گیا تھا تاکہ جو سٹوڈنٹس افورڈ نہیں کر سکتے ان کی کچھ ہیلپ کی جا سکے،کل اسی سلسلے میں کالج میں ایک سیمنار ہے جو اٹینڈ کرنا ضروری ہے۔۔۔

بالاج لاشاری کے یوں سنجیدگی سے تمہید باندھنے پہ
غاذان لاشاری ایک دم سے قہقہ لگا اٹھا۔
سیر سئیلی بالاج؟ تو خود سیمینار اٹینڈ کرے گا؟۔۔۔
غاذان نے ہنستے ہوئے آئیبرو آچکایا تھا، بالاج کے آفس
کے قریب سے گزرتی یشعل اسکے قہقہ لگانے پہ دل
تھام گئی، اففف وہ کتنا خوبصورت لگ رہا ہوگا ہنستے

ہوئے؟ وہ بہت کم ہنستا تھا، اکثراوقات تب ہی ہنستے یا
مسکراتے ہوئے دکھتا تھا جب بالاچ کے ساتھ ہوتا تھا
ورنہ تو یشعل کے مطابق ہنسنا یا مسکرانا جیسے اس پہ حرام
تھا لیکن ایسا بھی نہیں تھا، بالاچ لاشاری اور غاذان
لاشاری کا تعلق اپنے تمام کولیگز سے صرف پروفیشنل
انداز تک محدود تھا، انہوں نے کبھی کسی کے پرسنلز میں

گھنے کی کوشش نہیں کی تھی، ہاں حویلی میں سب
اپنوں کے سامنے جتنا رعب و دبدبہ تھا، اتنا ہی یزدان
، ایشم یا وریام کی وجہ سے ہنسنا یا مسکرانا بھی چلتا رہتا تھا۔
ہاں کیوں "ایڈووکیٹ میر بالاج لاشاری" پہ حکومت
نے سیمنار اٹینڈ کرنا بین کیا ہوا ہے؟؟۔۔۔۔ اسکے
یوں ہنسنے پہ بالاج دانت پیستے ہوئے بولا۔

ارے نہیں ایڈوکیٹ صاحب! بالکل نہیں! آپ کا جب دل چاہے، جس وقت دل چاہے، جس کے ساتھ دل چاہے کوئی بھی سیمنار اٹینڈ کر سکتے ہیں، لیکن سوال یہ اٹھتا ہے آپ نے سیمنار اٹینڈ کرنا کب سے شروع کر دیئے ہیں؟ یہ کام تو عباد (بالاچ کا منیجر) کے اندر نہیں تھا؟۔۔۔۔غاذان اپنی ہنسی ضبط کرتے

ہوئے اپنے سیاہ چمکتے بالوں میں ہاتھ پھیرتا بھاری لہجے
میں بڑے پتے کا سوال کر رہا تھا، اسے ایک ایک لفظ پہ
زور ڈالتے دیکھ کے بالاج نے نچلا لب زور سے دانتوں
تلے دبایا تھا۔ سیمنار تو واقعی ہی بالاج کے بیہالف پہ
عباد اٹینڈ کرتا تھا کیونکہ بالاج کا کام صرف ایک دفعہ
ڈونیشنز لینے والے ادارے کے اونر سے ملنے تک کا ہوتا

تھا، کبھی کبھار تو یہ کام بھی عباد ہی کر لیتا تھا۔اب وہ غاذان کو کیا جواب دے؟۔۔ بالاچ نے کان کھجاتے ہوئے تذبذب کا شکار ہوتے سوچا۔

میرا سیمنار اٹینڈ کرنے کا موڈ ہو رہا ہے! لیکن سوال یہ اٹھتا ہے تجھے کھجلی کیوں ہو رہی ہے؟۔۔۔۔ بالاچ لاشاری سنبھلتے ہوئے دو بدو جواب دے رہا تھا۔

آل رائٹ! اس کا مطلب ہے اب مجھے تجھ سے ملنے
والی ہر خبر کے لئے تیار رہنا چاہیئے؟ کون جانے کب
ایڈوکیٹ صاحب کا سیمنار اٹینڈ کرنے کا موڈ ہو اور
کب مجرا اٹینڈ کرنے کا؟ مجھے ہر صورتحال کے لئے خود
کو تیار رکھنا چاہیئے! ۔۔۔۔غازان لاشاری ٹیبل پہ ہاتھ
مارتے ہی ہوئے ذو معنی انداز میں بولتا بالاچ لاشاری کا

چہرہ سرخ کر گیا جبکہ باہر کھڑی یشعل جو غازان کی ہنسی
کی آواز سننے کے لئے وہاں پہ رکی تھی، غازان کے
جواب پہ سٹپٹاتی ہوئی جلدی سے وہاں سے نو دو گیارہ
ہوئی تھی۔ لفظ مجرا سنتے ہی اسکے کان کی لوئیں سرخ پڑ
چکی تھی۔۔

شٹ اپ غازی! تو بات کیوں گھما رہا ہے؟ کیا ایک مہذیب سیمنار اٹینڈ کرنا حرام ہے؟۔۔۔۔۔ بالاج سرخ چہرے سے دبی دبی آواز میں غرایا۔
نہیں! لیکن کسی بندی کو تاڑنے کے لئے ایک مہذب سیمنار اٹینڈ کرنا تجھ پہ حلال بھی نہیں ہے میری جان!!۔۔۔ غازان جس وثوق سے بولا تھا، بالاج

لاشاری کا چہرہ ایک پل کے لئے یوں ہوا جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو لیکن وہ اگلے ہی لمحے ہمیشہ کی طرح سنبھل گیا۔

کس کے ساتھ پکڑ لیا ہے تو نے مجھے؟۔۔۔ بالاچ لاشاری غرایا، لہجے میں پر اعتمادی تھی کیونکہ اسکا سارا پرانا ریکارڈ صاف تھا اور آج صبح ہوئے واقعی کے

متعلق غاذان بالکل نہیں جانتا تھا جب اس نے کسی کی
سیاہ جھیل کی ٹک ٹک پہ دل ہارا تھا، جب وہ اسکے لمبے
سیاہ بالوں کی اونچی چوٹی کا اسیر ہوا تھا۔
بہت جلد رنگے ہاتھوں بھی پکڑ لوں گا! خیر مجھے ابھی
نکلنا ہے، میں پہنچتے ہی چاچو سائیں کو اطلاع کروں گا
اپنے بیٹے کے ہاتھ پیلے کرنے کی تیاری پکڑیں کیونکہ

اسکی سروس مجھ سے بھی زیادہ فاسٹ ہوتی نظر آرہی ہے۔۔۔۔غاذان جواب سے اسے اندر تک آگ لگاتا آنکھوں پہ سیاہ چشمہ چڑھاتے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ تو کوئی بکواس نہیں کرے گا باباسائیں کے سامنے! ایسا کچھ نہیں ہے۔۔ بالاچ لاشاری اسکے مدعے پہ غصے سے

تپ کے انگارہ ہوا تھا۔ سفید رنگت غصے کے باعث
سرخ ہوئی۔
ہمم! پھر ہو سکتا ہے تجھے ہر وقت خیالوں میں کھو
کے پاگلوں کی طرح مسکرانے والی کوئی بیماری ہو گئی
ہے، اگر تو وہ ڈاکٹر ہوئی تو میرا مشورہ ہے لگے ہاتھ
علاج کروالیئے، ایسے ہی خدانخواستہ یہ بیماری بگڑ گئی تو

ہمارے ایمپائر میں موجود لڑکیاں تیری ان مشکوک
حرکتوں سے ڈر کے ریزائن دے کے نہ بھاگ
جائیں۔۔۔غازان لاشاری اسکے غصے کو ہوا میں اڑاتا
اپنی بات مکمل کرتے ہی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔
ہے کوئی اس بکواس کا فائدہ ؟؟اب بندہ مسکرا بھی نہیں
سکتا!۔۔۔بالاج لاشاری سلگ کے غراتا ہوا فاقل اٹھا

کے اسکی چوڑی پشت کا نشانہ لے گیا لیکن وہ اسے فائل
مارنے میں دیر کر چکا تھا کیونکہ غاذان لاشاری تیزی
سے اسکے آفس سے نکلتے اپنی آنکھوں سے برینڈڈ سیاہ
چشمہ کچھ نیچے ناک تک کرتا اسے آنکھ ونک کرتے
ہوئے وہاں سے جا چکا تھا، بالاچ کی پھینکی فائل
دروازے کو لگ کے نیچے گر چکی تھی، غاذان کی باتیں

اسے اندر تک سلگا گئی تھیں، وہ سالا کیسے ہمیشہ اسکے تاثرات پڑھ لیا کرتا تھا؟

ــ

"پارو" تو بھی آجانا! دیکھ کتنا مزہ آرہا ہے۔۔ ایشم نے ایکسائیٹڈ انداز میں مسکراتے ہوئے دور کرسی پہ بیٹے !

بیٹھی ماہ پارہ کو آواز لگائی تھی جو تیزی سے اپنے رجسٹر پہ الفاظ گھسیٹنے میں مصروف تھی۔

نہیں! مجھے پرانا لیکچر نوٹ کرنا ہے، یہ میری چھٹی کی وجہ سے مس ہو گیا تھا۔۔۔ "ماہ پارہ" نے سر اٹھائے بغیر مصروف انداز میں جواب دیا تھا، وہ دونوں کلاس فیلوز اور بہت اچھی دوستیں تھیں، پہلے ایشم کی دوست

صرف ماہ پارہ تھی لیکن اب ایشم کی دوستوں میں
اضافہ ہو چکا تھا جبکہ ماہ پارہ کی دوست شروع دن سے
لے کر ابھی تک صرف ایشم تھی، اسے ایشم کا دوسری
دوستوں کے ساتھ گھومنا اچھا نہیں لگتا تھا لیکن ایشم
اسکی ہر بات سن کے دوسرے کان سے نکال دیتی تھی
اسی لئے "ماہ پارہ" نے بھی اسے سمجھانا چھوڑ دیا تھا۔

ایک تو تجھے پڑھائی کے علاوہ اور کچھ نہیں سوجھتا! چلو
یار ہم ایک اور ٹک ٹاک بناتے ہیں۔۔۔ ایشم منہ پھولا
کے ماہ پارہ کو جواب دینے کے بعد اپنی باقی دوستوں
سے ایکسایٹڈ انداز میں مخاطب ہوئی۔ وہ اور اسکی چند
اور دوستیں فون سامنے دیوار کے ساتھ لگائے پچھلے
آدھے گھنٹے سے ٹک ٹاک بنا رہی تھیں، یہ کالج کی بیک

سائیڈ تھی جہاں آتے ہی ماہ پارہ کے علاوہ ایشم اور اسکی
سب دوستیں اپنے عبایئے اور یونیفارم کالج کے
واشروم میں چینج کر لیتی تھیں، یونیفارم کے نیچے ان
سب نے ویسٹرن طرز کی شرٹ اور ٹائٹس یا پینٹ
پہن رکھی ہوتی تھی یا کچھ تو بیگ میں چھپا کے لے آتی
تھیں، ان سب کا گول کالج میں پڑھنے کی بجائے

مستیاں کرنا تھا، ٹمک ٹاک بناتے ہوئے ایشم اپنے لمبے
چاکلیٹ براؤن بالوں کی چوٹی کھولے انہیں سٹائل
سے اپنے دونوں کندھوں پہ پھیلا کے ہاتھوں کو ہلاتی
جلاتی گانوں پہ لپسنگ کر رہی تھی۔ ماہ پارہ نے بے بسی
سے اسکی طرف دیکھا تھا جو سیاہ چادر میں یونیورسٹی میں
داخل ہوئی تھی لیکن اس وقت وہ سفید سٹائلش سی

شرٹ کے نیچے جینز پہنے بالوں کو کھولے اپنی دوستوں
کے ساتھ قہقہے لگا رہی تھی۔ وہ سب بی اے کی
سٹوڈنٹس تھیں، ان کے کالج میں تمام لڑکیوں کو
یونیفارم پہننے کی اجازت تھی اور یہی بات ان لڑکیوں کو
عجیب لگتی تھی اسی لئے وہ اپنے فیشن پورے کرنے
کے لئے آنے بیگ میں کپڑے اور میک اپ کا سامان

چھپا کے لے آتی، صبح گیٹ پہ ان کے بیگز کی چیکنگ
ہوتی تھی لیکن وہ سب یہ چیزیں کتابوں کے پیچھے
چھپائے ہوتی تھی، گیٹ پہ موجود عورت بھی بس
برائے ڈیوٹی اوپر اوپر سے سب لڑکیوں کے بیگ دیکھا
کرتی تھی اور ایشم تو ویسے ہی انہیں بہت پسند تھی
کیونکہ وہ شاہ خرچ تھی، انہیں اکثر اوقات کچھ نہ کچھ

اچھا کھلاتی رہتی تھی۔(جیسے غاذان یا بالاچ کی طرف سے فری میں جو ملتے تھے)

ایش!!۔۔۔۔۔۔۔۔ماہ پارہ نے اپنا لیکچر نوٹ کرنے کے بعد اسے درمیانہ آواز میں پکارا تھا جو اپنی ٹک ٹاک میں خلل پڑنے پہ جھنجلاتے ہوئے اسکی طرف دیکھنے لگی۔

ساری ٹھک ٹاک خراب کر دی پارو!۔۔۔۔ایشم نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے خفگی سے ماہ پارہ کو جواب دیا تھا۔

اچھا سوری! میں نے صرف تجھ سے یہ لیکچر سمجھنا تھا، اس لئے بلایا۔۔۔۔اسے غصہ ہوتے دیکھ کے ماہ پارہ معصومیت سے بولی۔

کتنی دفعہ بولا ہے، جب میں اپنا ٹائم انجوائے کر رہی ہوتی ہوں مجھ سے لیکچر کی باتیں مت کیا کر! پتا نہیں میں کلاس میں مس کو کیسے برداشت کرتی ہوں اور اب بندہ یہاں فری پیریڈ میں بھی انجوائے نہ کرے!

کیونکہ پارو میڈیم۔۔۔ ابھی ایشم غصے سے مزید کچھ بولتی جب ماہ پارہ کی ایش گرین آنکھوں میں آنسوؤں

کی لکیر دیکھتے وہ خاموش ہو گئی جبکہ اسکی باقی سب
دوستیں مذاق اڑانے والے انداز میں ایک دوسرے
کے ہاتھ پہ ہاتھ مار کے ہنس دیں۔۔
سوری میری پارو!! کان پکڑ کے سوری! ارے سن
تو۔۔ معاف کر دے نا اپنی ایشی کو! اب غصہ نہیں
کروں گی۔۔۔ ماہ پارہ کو خاموشی سے بیگ اٹھا کے

یہاں سے جاتے دیکھ کے ایشم تیزی سے بھاگتی ہوئی اسکے قریب آتی زور سے خود کے ساتھ لگاتی کان پکڑ کے معافی مانگنے لگی لیکن ماہ پارہ سنی ان سنی کرتی اپنے آنسو پیتے ہوئے آگے بڑھتی رہی۔

پارو! میری جان۔۔ معاف کر دے نا! اچھا مجھے بتا کیا سمجھنا ہے؟ میں سمجھاتی ہوں اپنی پارو کو۔۔ ایشم اپنے

ہاتھوں سے اسکی خوبصورت ایش گرین آنکھوں سے
آنسو صاف کرتی پیار سے اسے منانے لگی جبکہ اسکی باقی
سب دوستیں اسکے آئی فون میں ٹک ٹاک بنانے میں
مصروف تھیں، انہیں ماہ پارہ سے پہلے کوئی فرق پڑا تھا
جو آج پڑتا۔

میں ناراض نہیں ہوں۔ تم جا کے ان سے اپنا موبائل پکڑو، ہر کسی کو اپنی چیزیں نہ تھمایا کرو، خود کی پرسنل چیزوں کو صرف خود تک محدود رکھا کرو۔ ماہ پارہ جسے ایشم کا رویہ کافی ہرٹ کیا تھا اسکے ذرا سا منانے پہ وہ مزید نخرے دیکھائے بغیر اسے اسکے فون کی ہوش دلانے لگی۔ سرخ و سفید رنگت کی خوبصورت سی ماہ پارہ

باقی لڑکی کی طرح سلم اینڈ سمارٹ بالکل نہیں تھی بلکہ
وہ ہیلتھی تھی اور اسکا گول مٹول جسم بالکل برا نہیں
لگتا تھا، سب کو اسکی معصومیت پہ پیار آتا تھا۔
ارے ساری دوستیں اپنی ہی تو ہیں! میرا کیا پرسنل ہے
اس فون میں۔۔۔ وہ کندھے اچکاتے ہوئے ہنس کے

بولتی اسکی بات ہوا میں اڑ گئی۔ماہ پارہ نے افسوس سے اسکی طرف دیکھا تھا جس کو سمجھانا بیکار تھا۔

صبح لیٹ کیوں ہوئی تھی تم؟۔۔۔۔ماہ پارہ نے یونہی سرسری سا پوچھا۔

غازان لالا اور بالاج لالا جو نہیں ہیں حویلی میں اسی لئے ہر کوئی چوڑا ہوتا پھر رہا ہے۔کوئی یہاں سے مجھ معصوم

کو ڈانٹتا ہے کوئی وہاں سے! میں نے انہیں میسج کیا ہے، آج مجھے واپسی پہ لالا لینے آئیں گے! ۔۔۔ایشم صبح والی ڈانٹ یاد کرتی منہ پھولا کے بولتے ہوئے اب ماہ پارہ کو صبح کا سارا قصہ سنانے لگی۔ وہ دونوں اب بینچ پہ بیٹھ چکی تھیں۔

ایشی! کلاس شروع ہونے والی ہے۔ یونیفارم پہن لے

اور اگر کسی دن یہاں کسی مس نے راؤنڈ لگا لیا نہ تو تم

سب کی بہت بے عزتی ہونی ہے۔۔ صبح کی ساری روداد

سننے کے بعد ماہ پارہ نے ایشم کو احساس دلانا ضروری

سمجھا تھا جو اس ویسٹرن لباس میں ملبوس چل انداز میں

بیٹھے اپنے سٹریٹ چاکلیٹ براؤن بالوں کو یہاں وہاں گھما رہی تھی۔

ایڈووکیٹ میر بالاچ لاشاری کی فرسٹ کزن اور ڈیرہ غازی خان کے گاؤں کے ہونے والے سرادر "میر غازان لاشاری" کی لاڈلی بہن ہوں! کوئی بے عزتی کر کے تو دیکھائے میری! پھانسی چڑھوا دوں گی سب

کو۔۔ایشم فرضی کالر اچکاتے ہوئے پورے کانفیڈینس
سے بولی تھی جس سے اسکی باقی دوستوں کو بھی ہمت
ملی تھی جبکہ ماہ پارہ جب جب غازان کا نام سن رہی تھی
ہمیشہ کی طرح دل بیٹ مس کر رہا تھا۔
اوئے! اگلے سر ادر غازان لالا ہیں؟۔۔۔۔ایشم کی
کانفیڈینٹ باتیں سنتی اسکی ایک عدد سہیلی اسکے قریب

آتی حیرت سے استفسار کرنے لگی جبکہ ماہ پارہ اس دوران اپنے شوز کی نوک گھاس پہ رگڑ رہی تھی، دھیان لاشعوری طور پہ انکی باتوں کی طرف تھا۔

ہاں نا! باباسائیں نے بول دیا ہے ان سے مزید سرداری نہیں سنبھالی جاتی، غاذان لالا کی شادی کرواتے ہی وہ سرداری کی سیٹ غاذان لالا کو سونپ دیں گے!۔۔۔

ایشم نے مسکراتے ہوئے انہیں پرجوش انداز میں بتایا تھا، ایشم کی ساری سہیلیاں اب فون چھوڑ کے اسکے ارد گرد بیٹھ چکی تھیں تاکہ انکی حویلی کی مزید باتیں سن سکیں، وہ ہر بات اپنی سہیلیوں کو بتاتی تھی، ماہ پارہ اسے منع کرتی تھی اپنے گھر کے راز کسی دوسرے کو نہیں دیتے لیکن وہ ایشم ہی کیا جو کسی کی سن لے۔۔

اچھا اور تیرے غازان لالا کی شادی کب ہے؟ کیا تو ہمیں بلائے گی ان کی شادی پہ؟۔۔۔ اب کی بار ایک اور سہیلی نے دلچسپی سے پوچھا۔

تیرے غازان لالا بڑے ہیں یا بالاج لالا؟۔۔۔ ابھی ایشم جواب دینے والی تھی جب ایک اور دوست نے سوال داغا۔ ان کے سوالات پہ ایشم ہمیشہ کی طرح

مسکرائی۔اسے یہی پروٹوکول تو پسند تھا، وہ ایک
گروپ میں بیٹھی ہو اور سب اس سے دلچسپی سے
سوالات پوچھیں اور گروپ کی لیڈر کی طرح انہیں
جواب دیا کرے۔

غازان لالا چھ ماہ بڑے ہیں بالاج لالا سے! غازان لالا
کی شادی خاندان میں ہی ہو گی اور دھوم دھام سے ہو

گی تو ظاہر ہے میں تم سب کو ضرور بلاؤں گی!۔۔۔
ایشم نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کے سوالات کا
اکھٹا جواب دیا تھا۔
"غازان لالا کی شادی خاندان میں ہی ہو گی"۔۔۔ایشم
کے اس جملے پہ ماہ پارہ کو اپنی دنیا ساکن ہوتی محسوس ہو
رہی تھی لیکن وہ اپنی اوقات جانتی تھی اسی لئے اپنے

جذبات سنبھال گئی، کہاں وہ گاؤں کی معمولی سی لڑکی
اور کہاں وہ شان و شوکت کا مالک اس گاؤں کا ہونے
والا سردار "میر غازان لاشاری"
ہائے!! ایشی یہ کتنا پیارا ہے۔۔۔ اپنے اس لالا کے ساتھ
مجھے سیٹ کروادے نا! بہت اچھی بھابھی بنوں گی
تیری۔۔۔ ایشم کی دوست انعمتہ ہمیشہ کی طرح اسکے

فون کے لاک سکرین والپیپر پہ لگی "میر وریام لاشاری" کی تصویر دیکھتی حسرت سے بولی تھی۔اس تصویر میں وریام نے وائٹ جینز پہ گرے شرٹ پہن رکھی تھی جبکہ چاکلیٹ براؤن بال گرے اور سفید رنگ کے امتزاج کے رومال میں مقید کر رکھے تھے،

دائیں کان میں ایک چھوٹا سا سلور ٹاپس تھا جو وہ باپ کو
دیکھتے ہی اتار کے جیب میں رکھ دیتا تھا۔
ہٹو! یہ میرا ہے۔۔۔۔ انعمتہ کی بات پہ ایشم کی باقی
دوستیں اس پہ جھپٹتی ہوئی ایشم کا فون پکڑنے کی تگ و
دو کرنے لگی، ان سب کی حرکتوں پہ ایشم ہمیشہ کی
طرح انجوائے کرتے ہوئے ہنس دیں جبکہ ماہ پارہ نے

بے زاری سے ان کی اوچھی حرکتوں کو دیکھا تھا۔ ایشم
نے ان میں سے کسی کو بھی ابھی تک یزدان نہیں
دیکھا یا تھا اور نہ ہی اس کے فون میں یزدان کی ایک
بھی تصویر تھی، اس نے یزدان کی جھوٹی سچی شکایتیں
جتنی اپنی دوستوں کو لگا رکھی تھیں اس کے بعد سے
کسی میں بھی اس غصیلے اور اکڑو انسان کو دیکھنے کی

حسرت نہیں جاگی تھی۔ میر یزدان لاشاری کے فرشتوں کو علم نہیں تھا ایشم لاشاری نے اپنی دوستوں کے سامنے اس کی کس قدر برائیاں کر رکھی تھیں۔

لاہور سے بائی روڈ ڈیرہ غازی خان آتے ہوئے وقت لگ جانا تھا اسی لئے غاذان اکثر اوقات کی طرح آج

بھی بائی آئیر آیا تھا۔وہ حویلی کا ایک چکر لگا کے سب کو
سلام کرنے کے بعد لباس تبدیل کرتا سیاہ شلوار قمیض
میں ملبوس براؤن اجرک کندھوں پہ لئے اپنی گاڑی کی
طرف بڑھ گیا،اسکا ارادہ آج خود ایشم کو کالج سے پک
کرنے کا تھا۔ایشم کا کالج گاؤں سے کچھ کلومیٹر دور ڈیرہ
غازی خان میں ہی تھا،وہ کچھ ہی وقت میں اسکے کالج

کے گیٹ سے کچھ فاصلے پہ اپنی بڑی سی گاڑی کھڑی کر
چکا تھا، غاذان لاشاری کو ہارن دینے کی ضرورت نہیں
پڑی تھی کیونکہ اسکی گاڑی دیکھتے ہی چوکیدار تیزی سے
اندر ایشم کو بلانے کا چکا تھا، ایشم کے ساتھ ہی اس نے ماہ
پارہ کو بھی بلالیا کیونکہ اسکا بھائی بھی اسے لینے آچکا تھا۔
ایشم اور ماہ پارہ دونوں باتیں کرتی ہوئی کالج سے نکل

رہی تھیں جب سامنے غازان کی گاڑی دیکھتے ہی ایشم کا
چہرہ خوشی سے مسرور ہوا تھا، اپنی لاڈلی کو خوشی سے
پاگل ہوتے دیکھ غازان لاشاری مسکراتا ہوا گاڑی کا
دروازہ کھولتے اسکی طرف قدم بڑھانے لگا، جبکہ ماہ
پارہ جسے اپنے لالا کی طرف جانا تھا بے ساختہ رک کے
غازان کو دیکھنے لگی، اسے سیاہ شلوار قمیض میں دیکھتے ماہ

پارہ کا دل کانوں میں دھڑکا تھا، ایشم اسکے چٹائی سینے سے لگتے ہی خوشی سے مسکراتی ہوئی باتیں کرنا سٹارٹ ہو گئی جس پہ غاذان کے خوبصورت چہرے پہ بھی مسکراہٹ کا شائبہ ہوا تھا۔ ماہ پارہ اسکی مسکراہٹ سے نگاہیں نہ ہٹا پائی جبکہ غاذان نے ابھی تک ایک نگاہ غلط اس پہ نہیں ڈالی تھی۔

میں نے آپ کو اتنا یاد کیا لالا اور بالاج لالا کہاں

ہیں؟۔۔۔ ایشم اسکے سینے سے جدا ہوئے بغیر

معصومیت سے بولتی اب بالاج کے متعلق سوال

کرنے لگی۔

اسے لاہور میں کچھ کام تھے، کچھ دن تک آ جائے گا!

چلو جلدی سے گاڑی میں بیٹھو، کالج کی سڑک ہے کچھ

ہی دیر میں ٹریفک جمع ہو جائے گی۔۔۔ غازان اسے
نرمی سے جواب دیتا اپنے بازو کے ہالے میں لئے اپنی
گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا جب ایشم نے مڑ کے ماہ پارہ
کی طرف دیکھا۔

پارو! آ جا میرے ساتھ۔۔۔ لالا تجھے تیرے گھر چھوڑ
دیں گے۔۔۔ ایشم نے چہکتے ہوئے ماہ پارہ کو آفر کی تھی

جس پہ وہ جو کب سے غاذان میں کھوئی ہوئی تھی بالکل
ابھی ہوش کی دنیا میں لوٹتی بھو کھلائی، ایشم کے یوں
مڑنے پہ غاذان بھی بے ساختہ چہرہ موڑ کے اس لڑکی
کی طرف دیکھنے لگا، جو خود پہ اچھی طرح سے سیاہ چادر
اوڑھے چہرہ ڈھکے ہوئے تھے۔

ن۔ نہیں! میرے لالا آگئے ہیں۔۔۔ماہ پارہ نے اپنا
دودھیا سفید ہاتھ اٹھاتے نفی میں سر ہلاتے ہوئے
معصومیت سے ایشم کو جواب دیا۔ غاذان اسکا جواب
سنتے ہی سنجیدگی سے اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا جبکہ ایشم
بھی اسے الوداعی کلمات کہتی پیسنجر سیٹ کی طرف بڑھ
گئی۔ غاذان کی گاڑی ایک منٹ کے اندر دھول

اڑاتے ہوئے اسکی نگاہوں سے غائب ہوئی تھی، ماہ پارہ گہری سانس بھرتے اپنے لالا کی بائیک کی طرف بڑھ گئی جو فون پہ کچھ میسج کرنے میں مصروف تھا اسی لئے ابھی تک اسکی طرف دیکھ نہیں پایا تھا۔

السلام علیکم لالا۔۔۔ اسکے قریب آتے ہی ماہ پارہ نے ہمیشہ کی طرح سلام کیا۔

وعلیکم السلام! تم کب آئی؟۔۔۔وہ مسکرا کے نرمی سے
جواب دیتا فون پینٹ کی جیب میں رکھے بائیک سٹارٹ
کرنے لگا۔

بالکل ابھی۔۔۔۔ماہ پارہ معصومیت سے جواب دیتی
اسکے پیچھے سوار ہو گئی، بائیک اب روڈ پہ دوڑ رہی تھی
لیکن ماہ پارہ کا دماغ صرف اس شاندار پرسنیلٹی کے

مالک وجیہہ مرد میں الجھ چکا تھا جس نے اس پہ صرف ایک نگاہ ڈالی تھی وہ بھی سنجیدگی سے اگلے ہی پل پھیر لیں جیسے وہ اسے ہمیشہ کی طرح اٹریکٹ نہ کی ہو۔ کیا وہ پیاری نہیں تھی؟ کیا وہ زیادہ موٹی تھی؟! گر ایسا تھا تو پھر سب اسکی خوبصورتی کی اتنی تعریف کیوں کرتے تھے؟

تشنگیِ یار ۔۔۔ قسط4

از قلم ۔۔۔ علیشے خان

Alishey Khan Novels

لاشاریوں کی حویلی میں اس وقت رات کا کھانا کھایا جا رہا تھا، شاہ جہاں بیگم اور سالک لاشاری اپنے بڑے زمہ دار بیٹے کو آج کافی دنوں بعد حویلی دیکھ کے کافی خوش تھے، جبکہ جہاں آرا بیگم اپنے بالاچ کو یاد کر رہی تھیں،

انہیں لگ رہا تھا وہ بھی غازان کے ساتھ آئے گا لیکن کام
کی وجہ سے وہ نہیں آسکا تھا۔

وری کہاں ہے؟------وریام کو یہاں نہ پا کے غازان
نے سنجیدگی سے اپنے ساتھ بیٹھے یزدان سے سوال کیا تھا۔

Afshey Khan Novels

یزدان کچھ بولنے ہی والا تھا جب وریام کی بھاری آواز ان
سب کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔

سالا آیا بڑا گھڑ سوار ! اسکی گھڑ سواری کے سارے جوہر تو
میں نکالوں گا ! اسے بول ایک باپ کا ہے تو میر وریام
لاشاری کے ساتھ مقابلے پہ آئے ۔۔ وریام فون کال پہ
مقابل کی بات سننے کے بعد استہزایا انداز میں اپنی بھاری
آواز میں جواب دیتا ڈائینگ روم کے دروازے کی طرف
بڑھا تھا، جہاں سب کھانا چھوڑ کے فرصت سے اسے
دیکھنے لگے ۔

Ansney Khan Novels

اچھا ٹھیک ہے، بعد میں فون کرتا ہوں۔۔۔۔ سب کو اپنی طرف دیکھتا پا کے وریام بے زاری سے بول کے کال بند کرتا فون جیب میں رکھ گیا۔ فون کان سے ہٹاتے ہی ہمیشہ کی طرح نا محسوس انداز سے کان سے وہ سلور ٹاپس بھی اتار کے جیب میں رکھ لیا گیا تھا کیونکہ اسکے باپ کو اسکے ایسے فیشن قطعی پسند نہیں تھے۔۔

Alishey Khan Novels

ارے! لالا آپ کب آئے؟۔۔۔۔غاذان کو دیکھتے ہی وہ خوشدلی سے اسکی طرف بڑھ گیا۔

بہت شکایتیں مل رہی ہیں تمہاری۔۔۔غاذان اپنی کرسی سے اٹھ کے اسے سینے سے لگاتا پیار سے ڈپٹنے والے انداز میں بولا تھا۔

آتے ہی ان سب نے آپکو میرے خلاف کرنا شروع کر دیا ہے؟۔۔۔وریام اس سے الگ ہوتا خفگی سے بولتا ایشم کو

Alishey Khan Novels

گھورنے کے بعد اب منہ پھولا کے اپنے باپ کی طرف
دیکھ رہا تھا، یقیناً یہی دو لوگ تھے جنہوں نے غاذان کے
آتے ہی اسکے کان بھرے ہوں گے۔ وریام کی گھوری پہ
ایشم معصومیت سے اپنی چاکلیٹ براؤن آنکھیں پٹپٹا کے
مسکراہٹ دباتی نفی میں سر ہلا گئی۔

تمہاری اماں سائیں بتا رہی تھیں، تمہاری طبیعت خراب
ہے؟ لیکن تم تو صبح سے لے کے اب تک آوارہ گردی

Alishey Khan Novels

کرنے کے بعد بھی اچھے خاصے فریش نظر آرہے ہو؟۔۔۔ سربراہی کرسی پہ بیٹھے سالک لاشاری نے اس پہ سنجیدگی سے طنز کا تیر پھینکا تھا،ان کے طنز پہ وریام لاشاری نچلا لب دانتوں تلے دباتا غازان کے ساتھ کرسی سنبھالتے ہوئے بیٹھا تھا جبکہ یزدان کا دماغ ابھی تک اسکی کال والی بات پہ اٹکا ہوا تھا،وہ کس سے گھڑ سواری کے مقابلے کے متعلق بات کر رہا تھا؟ سالک لاشاری اور شاہ

Alishey Khan Novels

جہاں بیگم کے تین بچے تھے۔۔۔ سب سے بڑا غازان، پھر وریام اور آخر میں سب سے چھوٹی ایشم۔۔

ڈاکٹر کے پاس گیا تھا باباسائیں، کبھی تو مجھے بخش دیا کریں، دوچار دن کی زندگی ہے! سکون سے گزارنے دیں، ہر وقت جوان اولاد کو ڈانٹنا اچھا نہیں ہوتا۔۔۔ وریام لاشاری لاپرواہی سے ناک سکوڑ کے بولتا اپنی پلیٹ میں چاول ڈالنے لگا۔ اسکے ڈرامائی انداز سے سب واقف

Alishey Khan Novels

تھے اسی لئے سوائے سر تاصف سے ہلانے کے وہ کیا کر سکتے تھے؟

باپ کو مت سیکھاؤ تم!! اور اگر آج کے بعد تم نے میرے کسی بھی خاص ملازم کو میری اجازت کے بغیر نکالا ،خیال رکھنا تمہیں حویلی بدر نہ کر دوں!۔۔۔ سالک لاشاری روعب سے بولتے اسے گھورنے لگے۔ وریام لاشاری ایک دم سے اپنے ہاتھ میں پکڑا چمچ پلیٹ میں پٹکتا

Afshey Khan Novels

غصہ قابو کرنے کی غرض سے انگلی سے کنپٹی سہلانے لگا۔
پہلے ہی وہ دوستوں کے منہ سے اس احد نامی بلا کی
تعریفیں سن سن کے پکا ہوا تھا اور اس پہ تضاد اسکے باپ
کے طنز آج اسے غصہ دلا رہے تھے ورنہ وہ ان کی باتیں
ہوا میں اڑانے کا عادی تھا۔
اگر آپ کو میں حویلی میں برداشت نہیں ہوتا تو مجھے ایک
ہی دفعہ بتا دیں تاکہ میں حویلی آنا چھوڑ دوں! آپ مجھ

Ahshey Khan Novels

سے زیادہ اپنے خاص ملازموں کو ترجیح دیتے ہیں بابا

سائیں! کیوں؟؟۔۔۔۔وہ ٹیبل پہ ہاتھ مارتا ایک دم سے

غصے سے بولا تھا، ڈائینگ روم میں سکوت چھایا تھا، شاہ

جہاں بیگم فکر مندی سے ان دونوں کی طرف دیکھنے

لگیں۔سب کی نگاہوں کا مرکز اس وقت وریام لاشاری کا

غصے سے سرخ ہوتا چہرہ تھا۔غاذان نے سنجیدگی سے اس

Alishey Khan Novels

پہ نگاہ ڈالنے کے بعد ایک نظر افسوس سے اپنے باپ کو

دیکھا تھا۔

کیونکہ میرے ملازم تم سے زیادہ زمہ دار ہیں، ہر باپ اپنی

اولاد کو کامیاب دیکھنا چاہتا ہے، میں بھی چاہتا ہوں تم اپنے

لالا کی طرح اپنے کیریئر کو لے کے سنجیدہ ہو جاؤ۔۔اسے

غصے میں دیکھ کے سالک لاشاری نے اسے رسائی سے

سمجھایا تھا۔

Alishey Khan Novels

پڑھائی کرتا تو ہوں میں! اب آپ کیا چاہتے ہیں اتنی سی عمر میں آئن سٹائن بن جاؤں؟ نہ تو میری بیوی ہے اور نہ ہی میرے بچے ہیں جن کے لئے میں مزدوری کرتا پھروں! وریام لاشاری صرف خود کے لئے جیتا ہے، ویسے بھی دادا سائیں بتاتے تھے آپ نے اپنی جوانی میں ان کا کافی پیسہ اڑایا ہے اگر میں آپکے دو چار پیسے اڑا دیتا ہوں تو دل چھوٹا کرنے کی بجائے اللہ سے مانگیں۔ وہ اور

Alishey Khan Novels

دے گا! ۔۔۔۔ وہ دانت پیستے ہوئے بگڑتے موڈ میں بولتا

کھانا چھوڑتے ہوئے ڈائینگ روم سے نکل گیا، اب کی بار

آواز بلند نہیں تھی لیکن لہجہ اکتایا ہوا تھا، اسکا کھانا حرام ہو

چکا تھا، کبھی کبھی ماں باپ کی روز روز کی ڈانٹ بھی بہت

سے بچوں کو باغی بنا دیتی ہے۔ماحول جہاں تناؤ کا شکار ہوا

تھا وہی پہ وریام کے یوں دیدہ دلیری سے باپ پہ طنز

کرنے پہ سب کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے جبکہ

Alishey Khan Novels

سالک لاشاری اس کے طنز پہ اپنی بھوکھلاہٹ چھپانے
لگے۔

پڑھائی کرتا ہے! ہفتے میں ایک دن یونیورسٹی جا کے
میرے سر احسان کرتا ہے، اصل رونا سے بیوی بچوں کا
ہے، تمہارے لالا کو چھوڑ کے پہلے تمہاری شادی کر دیتا
ہوں؟ یہی چاہتے ہو نا تم؟۔۔۔۔ سالک لاشاری اسکی
چوڑی پشت گھورتے ہوئے دانت کچکچا کے گویا ہوئے۔

Alishey Khan Novels

ڈائننگ روم سے نکلتے وریام کے قدم تھمے تھے۔غاذان
بے نیازی سے چاولوں کی پلیٹ میں چمچ گھماتا لاشعوری
طور پہ وریام کے جواب کا انتظار کر رہا تھا، جبکہ یزدان اس
بے شرم انسان کے جواب سے واقف تھا۔

Alishey Khan Novels

افکورس یہی چاہتا ہوں میں! پہلی شادی غاذان لالا کی
شادی سے پہلے کروں گا، وہ میری پہلی لو میرج ہوگی،
دوسری لو میرج بھی بالاچ لالا کی شادی سے پہلے، اور

تیسری اور چوتھی شادی اپنی پہلی دونوں بیویوں سے پیدا
کئے گئے بچوں کی مرضی اور خوشی کے لئے کروں
گا!۔۔۔۔شادی کے ذکر پہ وریام لاشاری کا چہرہ مسرور
ہوا تھا، وہ باپ کی طرف چہرہ گھماتے انہیں ایکسائیٹڈ انداز
میں اپنی چار شادیوں کی پلاننگ بتانے لگا، کونسا غصہ؟ کیسا
غصہ؟ اسکا باپ اسکی شادی کا ذکر چھیڑ کے اسکا موڈ اچھا کر
چکا تھا، چاول غازان لاشاری کے حلق میں پھنسے تھے، وہ

Afshey Khan Novels

مسکراہٹ دبانے کی غرض سے کھانستے ہوئے پانی کا گلاس لبوں سے لگا گیا جبکہ یزدان لاشاری کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

Alishey Khan Novels

زیادہ دانت مت نکال! تیری شادی میری چاروں شادیوں کے بعد ہو گی بیٹا۔ یزدان کو ہنستے دیکھ کے وریام لاشاری اپنے سر پہ بندھے رومال کو ٹھیک کرتا اتراتے ہوئے بولا جس پہ یزدان کن اکھیوں سے ایشم کی طرف

دیکھنے لگا، ایشم اسکی طرف دیکھنے کی بجائے مسکراتے ہوئے اپنے لالا کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

نیور مائنڈ! دیکھ لیتے ہیں! ۔۔۔۔۔۔ یزدان لاشاری کندھے اچکاتے ہوئے چیلنجنگ انداز میں وریام کو جواب دے رہا تھا۔

جس (خاذان) کو شادی کی جلدی ہونی چاہئیے اسے کوئی فکر نہیں ہے اور کل کے جوان ہوئے بچوں کو اپنی شادی

Afshey Khan Novels

کی پڑی ہوئی ہے! کچھ خدا کا خوف کرو۔۔۔۔ دبیر لاشاری افسوس سے سر ہلاتے وریام اور یزدان کو دیکھنے لگے۔ دبیر لاشاری اور جہاں آرا بیگم کے دو بیٹے تھے، بڑا بالاچ لاشاری اور چھوٹا یزدان لاشاری۔

Alishey Khan Novels

ایک انسان کا جوان بچہ مرد کہلاتا ہے بابا سائیں! آپ تو یوں بول رہے ہیں ہماری شادی نہیں ہو سکتی جیسے ہم ابھی انڈوں سے نکلے ہیں!۔۔۔ یزدان لاشاری اپنی سیاہ بیرڈ

پہ ہاتھ پھیر کے باپ کو جواب دیتا اب وریام کا ساتھ دے رہا تھا۔۔دبیر لاشاری نے اپنے چھوٹے سپوت کی بات پہ اسے گھوری سے نوازہ تھا جبکہ غاذان خاموشی سے ان کی نوک جھوک انجوائے کر رہا تھا۔

اور نہیں تو کیا؟بچے پیدا کرنے کی عمر میں تجھے سالا بلی کا بچہ سمجھ رکھا ہے!؟۔۔وریام لاشاری اسکا ساتھ دینے کی بجائے الٹا یزدان کو تنگ کرنے لگا،سالک لاشاری نے

Alishey Khan Novels

افسوس سے اپنی اولاد کی طرف دیکھا تھا۔ یزدان جو وریام
کے ساتھ کا خواہشمند تھا اسے صبح فرنچ کس والی بات کا
بدلہ یوں اس انداز میں لیتے دیکھ کے گھور کے رہ گیا۔
وریام کے تکے سے جواب پہ کسی نے مزہ لیا ہو یہ لیا ہو اشم
لاشاری نے ضرور لیا تھا، وہ دبی دبی سی ہنسی ہنستی اپنی پلیٹ
پہ جھکی ہوئی تھی، اسکی یہ ہنسی یزدان کی نگاہوں سے مخفی
نہیں رہی تھی۔

Aifshey Khan Novels

مجھے لگتا ہے مجھ سے پہلے ایڈوکیٹ صاحب (بالاچ لاشاری) کو اور ان دونوں کو ایک عدد بیوی کی ضرورت ہے۔ اسی لئے میرا چھوڑ کے ان تینوں کے ہاتھ پیلے کرنے کا سوچیں۔۔۔ غازان لاشاری اپنے باپ اور چاچو کی طرف دیکھ کے بھاری لہجے میں جواب دیتا افسوس کا اظہار کرنے لگا جس پہ سب دبی دبی آواز میں ہنس دیئے۔۔

Alishey Khan Novels

ارے نہیں لالا! دل چھوٹا نہ کریں، اب میں اتنا بھی ظالم
نہیں ہوں کہ آپ کی شادی سے پہلے ہی آپ کو تایا بنا
دوں۔۔۔وریام لاشاری واپس سے اندر داخل ہوتا غازان
کی کرسی تم آتے لاڈ سے جھک کے اس کے کندھے سے
لگتا بے باکی سے گویا ہوتے اسے آنکھ کر گیا، یزدان پھر
سے اپنے قہقہے کو روک نہیں پایا تھا جبکہ غازان سب کے
سامنے اسکی ذو معنی بات پہ نچلا لب دبا گیا۔ ایشم نے

Alishey Khan Novels

نخوت سے یزدان کو قہقہے لگاتے دیکھا تھا، اسے تو اکیلے میں
ہمیشہ ڈانٹتا رہتا تھا اور اب کیسے اسکی بتیسی بند نہیں ہو رہی
تھی
۔۔۔

Anshey Khan Novels

جتنا دماغ تمہارا شادی کی پلاننگ میں لگتا ہے یہی دماغ
پڑھائی میں لگالو تو مجھے ہر روز تمہیں ڈانٹنا نہ
پڑے!۔۔۔۔ سالک لاشاری سرخ چہرہ لئے مصنوعی

غصے سے غراتے اپنی کرسی سے اٹھتے ہوئے وہاں سے وال
آوٹ کر گئے۔۔

جس دن آپ کی ڈانٹ سے تنگ آ کے میں نے بنا بتائے
حویلی چھوڑ دی نہ تو پچھتائیں گے آپ بابا سائیں!۔۔
Alishey Khan Novels
وریام انہیں تنگ کرنے کی غرض سے ہنسی دباتا بلند آواز
میں ڈرامائک انداز میں جواب دے رہا تھا، سالک لاشاری

اسکی باتوں پہ کان دھرے بغیر بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے
چلے گئے۔

کیوں ایسی باتیں کرکے ماں کی جان نکالتے ہو وری۔۔۔
شاہ جہاں بیگم اسکی ہمیشہ والی باتوں پہ بے بسی سے بولیں۔
ارے مذاق کرتا ہوں میری پیاری اماں سائیں! آپ
جانتی تو ہیں بابا سائیں کو تنگ کرکے مجھے کتنا مزہ آتا
ہے۔۔۔ماں کو پریشان ہوتے دیکھ کے وہ غاذان سے الگ

Afshey Khan Novels

ہوتا ہنستے ہوئے شاہ جہاں بیگم کی طرف بڑھتا جھک کے
ان کے ماتھے پہ اپنے ہونٹ رکھ گیا۔ باقی سب مسکراتے
ہوئے خوشگوار انداز میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

Alishey Khan Novels

بالاچ لالا کیوں نہیں آئے؟ کہیں انہوں نے ہم سے
چھپ کے شہر میں کوئی لڑکی تو نہیں پھنسا رکھی؟۔۔۔۔
ایشم کو کھانا ختم کر کے یہاں سے اٹھ کے جاتے دیکھ کے
وریام شوخ انداز میں غازان سے سوال کرنے لگا۔ بالاچ

کے نام پہ جہاں آرا بیگم مسکرا کے غازان کے جواب کا انتظار کرنے لگیں۔

واللہ اعلم!! میں صرف اتنا جانتا ہوں ایڈوکیٹ صاحب کل کسی میڈکل کالج میں دوسرا چکر لگا کے سیمنار اٹینڈ کریں گے کیونکہ اس کا کہنا ہے اس کا سیمنار اٹینڈ کرنے کا موڈ ہے۔۔۔غازان ٹیشو سے ہونٹ تھپتھپا کے کرسی سے کھڑا ہوتا مسکراتے ہوئے وریام کو جواب دیتا ان

Alishey Khan Novels

سب کو شش و پنج میں چھوڑتے ہوئے وہاں سے جا چکا تھا۔ دبیر لاشاری پر سوچ نگاہوں سے اپنے پہلو میں بیٹھی جہاں آرا بیگم کی طرف دیکھنے لگے جو کندھے آچکا گئی۔

ہاہاہا۔۔۔ دال میں کچھ تو کالا ہے۔۔۔ یزدان لاشاری ہنستے ہوئے بولا۔

Afshey Khan Novels

مجھے تو لگتا ہے، پوری دال ہی کالی کلوٹی ہے۔۔۔ وریام لاشاری نے تاصف سے سر ہلا کے یزدان کو جواب دیتے

بالاچ کو کال ملاتے ہوئے باہر کی طرف قدم بڑھائے
تھے تاکہ اسے تنگ کرنے کے ساتھ سیمنار جانے کی میں
وجہ استفسار کر سکے۔

Alishey Khan Novels

وہ لبوں پہ مدھم سی مسکراہٹ سجائے آئینے کے سامنے
کھڑا آج کافی دل سے تیار ہو رہا تھا، غاذان ٹھیک کہتا تھا
اسے شاہد خیالات میں کھو کے پاگلوں کی طرح مسکرانے

کی عادت ہو چکی تھی۔ اپنی ٹائی سیٹ کرتے بالاچ لاشاری
نے آئینے سے نظر آتے اپنے عکس کو دیکھتے تاسف سے
سوچا تھا۔ غازان کی کمینی حرکت کی وجہ سے وریام، یزدان
اور یہاں تک کہ اسکا باپ بھی اسے کال کرکے پوچھ چکا
تھا کیا اسے واقعی ہی شہر میں کوئی لڑکی پسند آچکی ہے جو وہ
اتنا مصروف رہنے لگا ہے؟ بالاچ پچھلے ہفتے بھی حویلی
نہیں جاسکا تھا اسی لئے سب کو اس پہ شک کرنے کا جیسے

بہانہ ملا تھا۔وہ پیشہ وار ماہر وکیل ہونے کے باوجود انہیں اپنے مضبوط دلائل پیش نہ کر سکا۔اس نے غاذان کو دل میں گالیوں سے نوازہ تھا جس نے اسکی ذرا سی مسکراہٹ کو کے حویلی میں اسکی شادی کا شوشہ چھوڑ دیا تھا۔

Alishey Khan Novels

بالاج اپنے بھورے بال جیل سے سنوارتا سلگتے ہوئے یہ سب باتیں سوچنے کے بعد خود پہ اپنی مخصوص پرفیوم چھڑکتا دروازے کی طرف بڑھ گیا۔وہ ہمیشہ کی طرف

سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس تھا، وہ سیاہ کے علاوہ کسی دوسرے رنگ کا فور پیس کم ہی پہنتا تھا۔ اپنی آنکھوں پہ سیاہ چشمہ چڑھائے وہ سنجیدگی سے پورچ کی طرف بڑھتا اپنی گاڑی میں سوار ہو گیا، اسکا رخ اسی میڈیکل کالج کی طرف تھا جہاں وہ کل اپنا دل چھوڑ کے آ چکا تھا۔

Afshey Khan Novels

روشانے زیدی اپنے میڈیکل کالج کے شاندار آڈیٹوریم میں سیمنار کی میزبانی کے لیے اپنی دوست کے ساتھ اسٹیج پہ کھڑی تھی، ہوسٹنگ اسے اور اسکی دوست سروت کو کرنی تھی۔ آڈیٹوریم کی خوبصورتی اس کی وسیع جگہ، روشنائی، اور فنکشنل ڈیزائن میں تھی، جو تمام سٹوڈنٹس کی توجہ کو اپنی طرف کھینچتا تھا۔ دیواروں پہ آویزاں طبی مضامین کی تصاویر اور روشنی کے مدھم

Afshey Khan Novels

سروں میں یہ ماحول ایک علمی اور پروفیشنل احساس فراہم
کر رہا تھا۔ سیمنار میں انوائیٹ کئے تقریباً تمام مہمان آ
چکے تھے اسی لئے روشانے زیدی اور سروت پرجوش
انداز میں ہوسٹنگ کرتی سب مہمانوں کو باری باری سٹیج
پہ بلا رہی تھیں، سیمنار کا موضوع ڈونیشن اور چند
سٹوڈنٹس کی امپورٹنٹ ریسرچ کو ڈسکس کرنا
تھا۔ روشانے زیدی مائیک پہ ہلکا سا سر جھکائے سامعین کی

Alishey Khan Novels

توجہ حاصل کرت اپنی خوبصورت آواز میں کسی مہمان کو
اسٹیج پہ دعوت دینے والی تھی جب ایک دم سے کسی ٹیچر
نے اسے اشارے سے خاموش کرواتے پرنسپل صاحب
کی طرف قدم بڑھاتے مدھم آواز میں انہیں کسی کے
آنے کی خبر دی تھی۔ پرنسپل صاحب اسکی آمد کا سن کے
خوشگوار حیرت کے ساتھ کھڑے ہوتے اپنا کوٹ درست
کرتے پھولوں کا گلدستہ پکڑے چند دوسرے ڈین کے

Afshey Khan Novels

ساتھ آڈیٹوریم کے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

انہیں یقین نہیں تھا کہ میر بالاچ دبیر لاشاری یہ سیمنار خود اٹینڈ کرے گا۔وہ سب مسکراتے ہوئے تیزی سے آڈیٹوریم کی طرف بڑھتے اپنے اسپیشل گیسٹ کو خوش آمدید کہتے اسے گلدستہ تھما رہے تھے،روشانے زیدی نے آنکھیں گھماتے ہوئے بے زاری سے اس منظر کو دیکھا تھا،اسے سخت ناپسند تھا اپنے پرنسپل صاحب کا کسی

Alishey Khan Novels

بھی پارٹی کے ساتھ یوں چاپلوسیاں کرتا کہ وہ زیادہ دیر

تک ان کے ادارے کو ڈونیشنز دیتے رہیں۔سب طلبہ کی

بھرپور تالیوں میں آڈیٹوریم میں میر بالاچ لاشاری کی آمد

ہوئی تھی،روشا نے زیدی نے تالیاں بجانا ضروری نہیں

سمجھا تھا،وہ سنجیدگی سے اپنے سامنے پڑے پیپرز کو الٹ

پلٹ کرنے لگی،اس سے ایسی فارمیلٹیز نہیں ہوتی تھیں،

وہ اپنی فیملی اور دوستوں کے علاوہ کسی کو بھی اسپیشل فیل

Afshey Khan Novels

کروانا نہیں جانتی تھی۔اس کے لئے سب انسان برابر
تھے،اسے مخصوص لوگوں کو پروٹوکول دینا پسند نہیں تھا
۔وہ جتنی گھمنڈی لگتی تھی کالج میں اتنا ہی ہر لڑکی کی مدد
کے لئے تیار اسکی آواز بنتی تھی۔میر بالاج لاشاری کو کسی
کی تالیوں سے کوئی غرض نہیں تھا،اسکا اس وقت پورا
فوکس صرف اسٹیج پہ کھڑی اس بے نیاز سی لڑکی کی طرف
تھا جس نے اس کی موجودگی کو بالکل لائٹ لیا تھا۔وہ آگے

Alishey Khan Novels

بڑھتے ہوئے بے اختیار ہوتا اسکا چہرہ اپنی نگاہوں میں بسائے ہوئے تھا۔ کسی کے پکارنے پہ وہ ہوش میں آ کے اپنی نگاہیں سنبھالتا سر کو خم دیتے اڈیٹوریم کے فرنٹ پہ موجود صوفوں کی طرف بڑھ گیا۔ نگاہیں پھر سے اسٹیج پہ کھڑی روشانے زیدی کی طرف اٹھی تھی جو کسی استاد کی بات پہ زبردستی مسکراتے ہوئے اسٹیج سے اتر کے پرنسپل صاحب کی طرف بڑھ گئی۔

Afshey Khan Novels

یس سر!۔۔۔۔پرنسپل کی طرف آتے ہی روشانے
زیدی نے مؤدب انداز میں انہیں پکارا تھا، وہ ویلوٹ کی
گلابی فراک میں ملبوس سراپے پہ اچھے سے دوپٹا اوڑھے
بغیر میک اپ کے سرخ و سفید چہرے کی مالک لڑکی ہمیشہ
کی طرح بالوں کی اونچی ہائی ٹیل بنائے ہوئے تھی۔ بالاچ
لاشاری نے کن اکھیوں سے اس کا جائزہ لیا تھا، جب وہ
سامنے کھڑی ہوتی تھی وہ اسے دیدہ دلیری سے نہیں دیکھ

Anshey Khan Novels

سکتا تھا کیونکہ بالاچ لاشاری ایک ہی ملاقات میں محسوس

کر چکا تھا وہ خود پہ پڑتی ہر نظر سے بہت جلد واقف ہو جاتی

ہے۔۔ وہ اس سے چند قدموں کے فاصلے پہ کھڑی تھوڑا

سا سر جھکائے لیکن نظریں اٹھائے پر اعتمادی سے پرنسپل

کی بات سن رہی تھی۔ وہ ایک قابل سٹوڈنٹ تھی، اسکا

ایم بی ایس کا آخری سال چل رہا تھا، کچھ ہی وقت بعد

Alishey Khan Novels

اسکی ہاؤس جاب شروع ہونے والی تھی، وہ اپنے کالج کے
ہر کام میں شانہ بشانہ رہتی تھی۔
روشانے بچے! بالاچ صاحب کو ذرا جلدی ہے، وہ کچھ دیر
کے لئے سیمنار اٹینڈ کرنے آئے ہیں! آپ پہلے ان کا
سب سے تعارف کروا کے انہیں اسٹیج پہ دعوت
دیں! ۔۔۔ پرنسپل صاحب نرمی سے روشانے کو ہدایت
دے رہے تھے، جبکہ بالاچ تو ان کے منہ سے لفظ

Afshey Khan Novels

"روشانے" سنتے ہی دھڑکتے دل سے منہ میں اسکا نام بار بار دہرانے لگا، اسے بنا کسی محنت کے اسکا نام پتا چل چکا تھا، بالاچ لاشاری کے ہاتھ جیسے لاٹری لگی تھی، لب ایک دم سے مسکراہٹ میں ڈھلے لیکن وہ جلد ہی خود پہ قابو پا گیا۔

Afshey Khan Novels

لیکن سر! میں باقی سب مہمانوں کو ان کی ٹرن کے متعلق بتا چکی ہوں! مجھے ایسے سب کی ٹرن میں چینجنگ کرنا ہو گی! ایڈوکیٹ صاحب اپنی مرضی سے لیٹ آئے ہیں، تو

ان کی باری بھی اسی حساب سے لاسٹ پہ ارینج کی گئی ہے۔۔۔پرنسپل صاحب کی Biasness پہ روشانے ہمیشہ کی طرح دل میں چڑی تھی لیکن وہ ان سے مودب انداز میں مخاطب تھی۔روشانے نے ایڈوکیٹ صاحب کی تاخیری پہ اچھا خاصا زور دیا تھا جس پہ میر بالاچ لاشاری اپنے ہونٹوں پہ ہاتھ کی مٹھی بنا کے جماتا کہنی صوفے کے

Alishey Khan Novels

بازو پہ رکھے ٹانگ پہ ٹانگ دھرے سنجیدگی سے اسکی
طرف دیکھنے لگا۔

آپ اپنے حساب سے سیمنار کانٹینیو کریں مس!-----

پرنسپل کو پھر سے لب وا کرتے دیکھ کے بالاچ اشاری
Afshey Khan Novels
ہاتھ اٹھا کے انہیں خاموش کرواتا سنجیدگی سے روشانے کو
خود سے مخاطب کر گیا جس پہ وہ ایک سرسری سی نگاہ اس
پہ ڈالے بنا کوئی جواب دیئے اپنی ہیل کو ٹک ٹک کرتی

اونچی پونی سے بکھرے کندھوں پہ بال پیچھے کو جھٹکتی اسٹیج کی طرف بڑھ گئی۔ روشانے زیدی نے اپنی مرضی سے سیمینار کا نٹیٹو کیا تھا، اگرچہ بالاج لاشاری لیٹ آیا تھا تو اس نے بھی اسے جلدی اسٹیج پہ بلانے کی زحمت نہیں کی تھی اور اسکی یہی ضدی اور پر اعتماد ادائیں بالاج لاشاری کے دل کو بھا رہی تھیں، وہ کسی مہمان کی تقریر غور سے نہیں سن رہا تھا، اپنے ارد گرد بیٹھے اساتذہ کی ایک بات کو

Alishey Khan Novels

اس نے جو کان لگا کے سن لیا ہو، اسکے کان صرف
روشانے زیدی کے گلابی ہونٹوں سے نکلتے الفاظ سن رہے
تھے، اسکی نیلی آنکھیں صرف روشانے زیدی کی سیاہ
آنکھوں میں جھانک رہی تھیں جن کی چمک ویسی نہیں
تھی جیسی ہونی چاہیئے تھی۔ آخر اسکی گہری سیاہ آنکھوں
میں ایسے کیا تھا جسے جاننے کے لئے بالاج لاشاری بے
تاب رہتا تھا، کیا وہ واقعی ہی اتنی پر اعتماد تھی جتنی اس

Afshey Khan Novels

وقت دکھ رہی تھی؟ سب مہمانوں کو اسٹیج پہ مدعو کرنے کے بعد روشاے نے کانفیڈنٹ انداز میں اپنی لاسٹ ایئر کی ایک ریسرچ سب کے سامنے پریزنٹ کی تھی، اسکا انداز قابل داد تھا، وہ مختصر انداز میں سب کے کانسیپٹ کلئیر کرتی لاسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ نہیں بلکہ ایک قابل اساتذہ لگ رہی تھی۔ اسے ٹاپک ختم کرتے دیکھ کے اڈیٹوریم میں موجود سب سامعین نے تالیاں بجاتے اسکی

Alishey Khan Novels

ریسرچ کو اپریشیٹ کیا تھا، تالیاں بجانے والوں میں میر بالاچ لاشاری بھی شامل تھا جو باقی سب سے زیادہ ایمپریس ہو رہا تھا۔ روشانے زیدی گلابی لبوں پہ خوبصورت سی مسکراہٹ سجا کے سر کو خم دیتی پھر سے ڈائز کی طرف بڑھ گئی۔ اس نے مائک میں کچھ بولنے سے پہلے نگاہیں اٹھا کے میر بالاچ لاشاری کی طرف گھمائی تھی، صرف یہ جاننے کے لئے کہ کیا یہ مہمانِ خصوصی

Alishey Khan Novels

ابھی بھی اس سیمنار میں موجود تھا یا ایگو ہرٹ ہونے کے
باعث جا چکا تھا؟ وہ جو استہزایا انداز میں اس کی سیٹ پہ
نگاہیں گھما رہی تھی اسے ابھی تک وہی پہ بیٹھے دیکھ کے دل
میں حیران ضرور ہوئی تھی لیکن چہرے کے تاثرات
نارمل رکھے تھے۔ وہ اسے ایک نظر دیکھ کے اگلے ہی پل
نظروں کا زاویہ بدل چکی تھی، اسکی ایک نگاہ بالاچ اشاری

Alishey Khan Novels

کادل بری طرح سے دھڑکانے کا باعث بنی تھی، وہ جیسے
جان چکا تھا اس نے اسکی طرف کیوں دیکھا ہے۔

Ladies and gentlemen, thank you. It's my pleasure to introduce our Last guest, Advocate Meer Balach

Alishey Khan Novels

Lashari, who will now take the stage

روشانے زیدی مائیک پہ اپنی نازک سی انگلیاں جما کے اسے اپنے لبوں کے قریب کرتی سب سے اب اس سیمنار کے آخری گیسٹ کا تعارف کروا رہی تھی۔ "لاسٹ گیسٹ" پہ کافی زور دیا گیا تھا تاکہ میر بلاچ جان لے کہ وہ اگر آخر میں آیا تھا تو روشانے نے بھی اپنے اصولوں کے

Alishey Khan Novels

مطابق اسے آخر میں ہی اسٹیج پہ بلایا تھا، میر بالاچ لاشاری
کو شاید ہی کبھی اپنا نام اتنا خوبصورت لگا تھا جتنا روشانے
کے ہونٹوں سے ادا ہوتا خوبصورت لگا تھا، اسکے دل نے
بیٹ مس کی تھی۔ اپنے نام کی پکار پہ چھ فٹ دو انچ دراز
قد میر بالاچ لاشاری اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے سیاہ
کوٹ کا بٹن بند کرتا مضبوط قدم اٹھاتے اسٹیج کی طرف
بڑھ گیا۔ سروت نے اسے مائیک پیش کیا تھا جبکہ روشانے

Alishey Khan Novels

بے نیازی سے دور کھڑی رہی۔ بالاچ لاشاری مختصر انداز
میں آڈیٹوریم میں بیٹھے تمام اسٹوڈنٹس، مہمان اور اساتذہ
سے مخاطب اپنی بھاری روعب دار آواز میں ڈونیشن کے
فوائد، اپنے تجربات اور میڈیکل تعلیم میں مالی مدد کی
ضرورت پر روشنی ڈالنے لگا، اس نے چند جملوں میں اپنی
بات مکمل کرتے مائیک سروت کو واپس کرتے ایک بھر
پور نگاہ خود کی طرف متوجہ روشانے پہ ڈالتے قدم اسٹیج

Alishey Khan Novels

کی سیڑھیوں کی طرف بڑھائے تھے، سیمینار ختم ہو چکا تھا، پرنسپل اور باقی ڈین کے کافی اصرار پہ بالاج لاشاری کو لنچ کے سلسلے میں ان کے آفس تک جانا پڑا تھا، اسکا ارادہ نہیں تھا لیکن پرنسپل کے کافی اصرار پہ اسے جانے پڑا، البتہ روشانے اس پہ مزید ایک بھی نگاہ ڈالے بغیر اپنے فون پہ کچھ ٹائپ کرتی سروت کو لئے سنجیدگی سے باہر کی طرف

Afshey Khan Novels

بڑھ گئی، بالاچ لاشاری کی نیلی آنکھوں نے کل کی طرح
اسکا دور تک تعاقب کیا تھا۔

Alishey Khan Novels

روشانے!! مجھے ایسا لگ رہا ہے کوئی بار بار مجھے ٹچ کرنے کی ٹرائے کر رہا ہے۔۔روشانے کے ساتھ چلتی سروت پریشانی سے بولتی اسکا بازو زور سے تمام گئی، ان دونوں کے ہاتھوں میں بڑا سا بیگ تھا، وہ دونوں آج ہاسٹل سے

گھر جانے والی تھی، تقریبا دو ہفتوں بعد وہ اپنے گھر والوں سے ملنے جاتی تھیں۔ سروت کی بات سنتے ہی روشانے نے پیچھے مڑے بغیر ریلکس انداز میں اپنے میڈکل کوٹ کی جیب سے چھوٹا سا چاقو نکالتے اسکی طرف بڑھایا تھا۔

یہ لو! اور اب کوئی بھی کچھ کرنے کی کوشش کرے اسکے ہاتھ کی انگلیاں کاٹ دینا۔ روشانے زیدی ٹھنڈے برفیلے انداز میں بولتی اسکی ہتھیلی پہ چاقو دھرے اطمینان

Aishey Khan Novels

سے قدم آگے کی طرف بڑھا رہی تھی، انہیں کالج کی سڑک سے نکلتے ہی بس میں سوار ہونا تھا جو ان دونوں کے گھر کی طرف جاتی تھی۔ اس سڑک پہ اس وقت کافی رش تھا شاید اسی لئے ہر کوئی موقعے کا فائدہ اٹھا لیا کرتا تھا۔

تو پاگل ہے روشانے! میں کیسے۔۔ کسی۔۔ انسان۔ کاٹوں۔۔ گی۔۔! مجھ سے نہیں ہو گا۔۔ سروت اسکا چاقو اسے واپس سے تھماری بھوکھلاتے انداز میں بولی،

Alishey Khan Novels

روشانے نے بنا کچھ بولے اس سے واپس سے چاقو تھام

لیا۔

ٹھیک ہے پھر لگواتی رہ غیر مردوں سے ہاتھ!!۔۔۔۔

روشانے نے مسکراہٹ دباتی کندھے اچکا کے بولی، اسکے اتنے

ریلکس انداز پہ سروت نے آنکھیں پھیلاتے ہوئے اسکی

طرف دیکھا تھا۔

Afshey Khan Novels

کیسی دوست ہے تو!! تجھے۔۔۔۔ آہ۔۔ سروت ابھی

اسکی بد تعریفیوں کے پل باندھتی جب اگلے ہی پل اسکے

حلق سے چیخ نمودار ہوئی تھی۔

ر۔۔رو۔۔روشانے۔۔۔۔وہ بے یقینی سے اسکی طرف

دیکھنے لگی جس نے اپنی پوری قوت سے اسکے پیٹ کی

طرف چاقو گھمایا تھا، وہ شاکڈ تھی، نگاہیں نیچی کرکے اپنے

پیٹ کی طرف دیکھنے کی ہمت تک نہیں تھی، ہوش تو تب

Alishey Khan Novels

آیا تھا جب کسی مرد کے بلند آواز میں چیخنے اور بلبلانے کی
آواز کانوں سے ٹکرائی تھی۔

چہرے پہ رسمی مسکراہٹ سجا سجا کے وہ تھک چکا تھا،
میڈیکل کالج سے نکلتے ہی اس نے ایک گہری سانس ہوا
میں بھری تھی، وہ اس کالج میں آج دوبارہ صرف
روشانے زیدی کے لئے آیا تھا لیکن اس چاپلوس پرنسپل کا
ارادہ شاید اسے اپنے گھر لے جانا کا تھا۔

Alishey Khan Novels

(سالے کا بس نہیں تھا مجھے اپنے ساتھ گلو سے چپکا لے! گلے اس طرح سے لگا رہا تھا جیسے صدیوں سے مجھ سے بچھڑا ہو!)۔۔۔اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بالاج لاشاری جھنجھلاتے ہوئے پرنسپل کے متعلق اپنی رائے قائم کرتا گاڑی کا لاک کھول ہی رہا تھا جب نگاہیں بے ساختہ سڑک کی دوسری طرف اٹھی تھیں۔سامنے کا منظر دیکھتے میر بالاج لاشاری کی نیلی آنکھیں پھیلی تھیں۔

Alishey Khan Novels

اس نے اپنی آنکھوں سے روشانے زیدی کو چاقو سے وار کرتے دیکھا تھا، وہ اس بندی کی کس کس ادا پہ دل ہارتا۔

بالاج لاشاری ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ اپنی جگہ پہ ساکت روشانے کی طرف دیکھنے لگا جو اب ارد گرد موجود لوگوں کے سوالات کے جواب دے رہی تھی۔ وہ بھیڑ کو چیرتا ہوا تیزی سے سڑک کے اس پار بڑھنے لگا۔

Anshey Khan Novels

یہ کیا کیا تم نے لڑکی! ۔۔۔۔۔۔۔۔ رکشے سے نکلتا کوئی

ادھیڑ عمر مرد حیرانگی سے روشانے سے سوال کرنے لگا،

صرف وہی نہیں اور بھی کچھ لوگ روشانے کے ہاتھ پہ

موجود چاقو کو اس درمیانی عمر کے مرد کے ہاتھ پہ دیکھتے

اسی طرح کے سوالات کرنے لگے۔

Afshey Khan Novels

یہ سوال آپ مردوں میں سے کسی نے اس خب۔یس

انسان سے کیوں نہیں پوچھا کہ اسکا ہاتھ میری دوست

کے پہلو میں کیا کر رہا ہے ؟؟۔۔۔۔۔۔ان کے سوالات پہ

روشانے زیدی دھاڑتی ہوئی ان سب کی نظروں کا فوکس

سروت کے پیٹ کی طرف کروا رہی تھی جس پہ اس آدمی

نے بڑے دھڑلے سے ہاتھ رکھا ہوا تھا، اسکے ہاتھ سے

نکلتا خون اسکی دوست کا میڈیکل کوٹ گندا کر رہا تھا،

روشانے کے یوں دھاڑنے پہ عجیب عجیب سوالات

کرتے سب مرد اگلے ہی پل خاموشی سادھ کے نفرت

Alishey Khan Novels

سے اس مرد کی طرف دیکھنے لگے جس نے یہ حرکت
انجام دی تھی۔

یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟ بجائے عورتوں کو تحفظ کا احساس
دلانے کے آپ سب ان کے گرد بھیڑ جمع کر رہے ہیں؟
پکڑو اس کمینے انسان کو اور اسکے ہاتھ کی ایک ایک انگلی توڑ
ڈالوں! ان جیسے مرد ہمارے معاشرے کی عورتوں کو
کمزور بناتے ہیں! بیغیرت انسان نجانے اپنی ماں اور بہن

Alishey Khan Novels

کو کن گندی نگاہوں سے دیکھتا ہو گا۔۔۔۔ بھیڑ چیرتا
بالاج لاشاری جو بالکل ابھی یہاں پہنچ کے صورتحال کا
جائزہ کے رہا تھا، اپنے ازلی روعب دار انداز میں غصے سے
دھاڑا تھا، اسکے دھاڑنے پہ روشا نے اسکے ہاتھ سے چاقو ہٹا
Alishey Khan Novels
گئی جس پہ وہ مرد مزید زور زور سے چیختا ہوا اپنا خون و خون
ہاتھ دوسرے ہاتھ میں تھام گیا، بالاج کے دھاڑنے پہ
وہاں جمع ہوئے مرد اس کمینے انسان کو سبق سکھانے کے

لئے غصے سے اسکی طرف بڑھتے اسکی دھلائی کرنے لگے۔

U need any help?

روشانے کے قریب سے رش ختم ہوتے ہی بالاچ نے سنجیدگی اور اپنائیت سے اس سے سوال کیا تھا جو بت بنی سروت کا کندھا ہلائے اسے ہوش دلا رہی تھی۔

Alishey Khan Novels

Do you think I require?

assistance

اسکی آواز پہ روشانے اپنی دوست سے نگاہیں ہٹا کے آئبرو اچکاتی ہوئی اسے جواب دینے کی بجائے بے حد سنجیدگی سے سوال کر رہی تھی، اسکے سوال پہ بالاچ کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا تھا۔

Alishey Khan Novels

I can give you a lift if you'd like

بالاچ نے ڈھیٹائی سے مزید ایک کوشش کی تھی، وہ
ساڑھے اٹھائیس سالہ بھرپور جوان مرد اس وقت ٹین
ایجر والی حرکت کر رہا تھا، اسکی آفر پہ روشانے اب پوری
طرح سے گھومتی ہوئی دو قدم اسکے نزدیک آئی تھی،
گلابی فراک میں اسکی سفید رنگت دمک رہی تھی، اسکے

Alishey Khan Novels

قریب آنے پہ بالاج لاشاری کا دل بری طرح سے دھڑکا۔

وہ کیا ہے نا ایڈوکیٹ صاحب! ایسی سروس میں صرف اپنے ابا جی کے نوکر سے لیتی ہوں! اگر تو آپ میرے والد صاحب کے نوکر بننے کے لئے تیار ہیں تو میں ضرور آپ سے لفٹ لینا پسند کروں گی!۔۔۔ روشانے زیدی اسے بے تاثر لہجے میں گھما پھرا کے جواب دینے کے بعد

Alishey Khan Novels

سوال کرتی اسکا مزید ایک بھی لفظ سنے بغیر سروت کا ہاتھ پکڑ کے اسکی نگاہوں او جھل ہو گئی، میر بالاچ لاشاری کو آج پہلی دفعہ کسی نے یوں ٹکاٹکا کے جواب دیئے تھے، اسکے آخری جواب پہ اسکے ہوش پوش گھومے تھے، اس نے اسے لفٹ کی آفر کی تھی اور اس نے جواباً اسے اپنے والد صاحب کا نوکر بننے کی آفر کی تھی! ابھی کہ وہ جان چکی تھی وہ پیشہ وار وکیل ہے۔۔

Alishey Khan Novels

اُف! کیا بندی ہے یار! دل کا مریض بنا کے چھوڑے گی!۔۔۔آس پاس سے شور محسوس کرتے بالاج ہوش کی دنیا میں لوٹ کے مسکراتا ہوا دل میں سوچتا اب اس لڑکے کی طرف دیکھنے لگا جس کی کافی لوگ درگت بنا چکے تھے اور اب کچھ لوگ اسے چھڑوا رہے تھے، اسکی اتنی سزا کافی تھی، اسی لئے بالاج مزید کچھ بھی بولے بنا بوں

Aishey Khan Novels

پہ پر اسرار سی مسکراہٹ سجائے آنکھوں پہ چشمہ لگاتا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔

(اگر وہ روشانے زیدی کو یوں چھیڑتا تو کیا اس وقت بھی اسکی اتنی سزا کافی ہوتی؟)۔ گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے دل سے آواز آئی تھی۔ دل کی اس آواز پہ بالاچ لاشاری کے مسکراتے تاثرات ایک منٹ میں غائب ہوئے تھے، چہرے کے نقوش تن چکے تھے۔

Ahsney Khan Novels

(بالکل نہیں! میر بالاچ لاشاری جب تک اس کی ہڈیوں کا سرما تیار کر کے اسے موت کی نیند نہ سلا لیتا، اسے تب تک چین نہیں آنا تھا)۔۔۔ اسکو اپنا آپ ایک دم سے جنونی ہوتا محسوس ہوا تھا۔ بالاچ غصے سے اپنے دل کو ڈپٹتا ہوا اپنی گاڑی میں سوار ہو گیا۔

Afshey Khan Novels

کیا ہو گیا ہے؟ کون کس سے جیت گیا؟ اور اگر کوئی جیت بھی گیا ہے تو تجھے اتنی کریوسٹی کیوں ہو رہی ہے؟۔۔۔۔

یزدان نے تنگ آتے ہوئے بالآخر ریام لاشاری سے سوال پوچھا تھا جو تقریباً پچھلے پندرہ منٹ سے گاؤں میں ہوئے گھڑ سواری کے مقابلے پہ فضول میں تبصرے کر رہا تھا۔

Alishey Khan Novels

اے! وہ سالا کوئی آحد نامی لڑکا ہے۔ پورے گاؤں کے سامنے کسی عام سے گھڑ سوار سے جیت کے خود کو ورلڈ فیمس ہارس رائڈر سمجھنا شروع کردیا ہے۔۔ اب تو بتا کوئی کر سکتا ہے گھڑ سواری میں تیرے وری کا مقابلہ؟۔۔

Alishley Khan Novels

وریام خفگی سے یزدان کو جواب دیتا اسکی گود میں تکیہ پھینک کے اس پہ اپنا سر رکھ گیا، وہ اور یزدان اکثر اوقات ایک دوسرے کے کمروں میں سو جایا کرتے تھے، آج

بھی وریام کا ارادہ باتیں کرتے ہوئے شاید اسی کے کمرے میں سونے کا تھا۔

ہاہاہا۔۔obviously نہیں ہے!! ہو سکتا ہے کوئی؟۔۔اسکے مان بھرے انداز پہ یزدان نے ہنستے ہوئے اسکی تائید کرتے اپنے فون پہ انگلیاں چلائی تھیں، وہ فون استعمال کرتے ہوئے ساتھ اسکے سوالات کے جواب دے رہا تھا۔

Alishey Khan Novels

بس یہی بات مجھے کسی طرح اس الو کے پٹھے کو سمجھانی ہے
جو گلے میں میڈل ڈال کے گاؤں کی گلی گلی پھر رہا
ہے۔۔۔وریام اس آحد نامی لڑکے پہ مزید تبصرہ کرنا چاہتا
تھا، انداز میں ذرا سی جیلسی کی رمک تھی جو یزدان محسوس
کرتے ہوئے مسکراہٹ دبا رہا تھا۔

Alishey Khan Novels

تو وہ اپنے پیروں پہ پھر رہا ہے، تجھے کیا تکلیف ہو رہی
ہے۔۔۔یزدان نے تاسف سے جواب دیتے اسکی کنپٹی پہ

اپنی انگلی بجائی تھی۔ وریام کے چاکلیٹ براؤن بال بال
اس وقت سرخ رومال میں بندھے ہوئے تھے۔ وہ سرخ
رنگ اسکی دودھیا سفید رنگت پہ چار چاند لگا رہا تھا۔۔
دانی!! میرا پتا نہیں کیوں دل کر رہا ہے میں اسکے گلے سے
میڈل اتار کے اسے کتوں والا پٹا پہنا دوں!۔۔۔ وریام
اچانک سے اسکا فون پکڑ کے سائیڈ پہ کرتا بے تابی سے گویا
ہوا، اسکا انداز بالکل بچوں سا تھا، جس طرح کوئی بچہ اپنے

Alishey Khan Novels

فیورٹ گیم میں کسی دوسرے کو پرفیکٹ دیکھ کے جیلس

ہوتا ہے بالکل اسی طرح اس وقت وریام لاشاری جیلس

ہو رہا تھا، اسکے بچوں سے انداز پہ یزدان کا قہقہ بے ساختہ

تھا۔

Alishey Khan Novels

سیرئیسلی تو گاؤں کے ایک معمولی سے لڑکے سے جیلس

ہو رہا ہے وری؟۔۔۔۔ یزدان حیرانگی سے بولتا اسے شرم

دلانے والے انداز میں دیکھ رہا تھا۔

پتا نہیں! شاید واقعی ہی ہو رہا ہوں۔ لیکن جان بوجھ کے نہیں ہو رہا۔ وریام جھنجھلاتے ہوئے صاف گوئی سے بولا تھا۔ وہ کبھی اس پہ اپنے تیرہ دن بڑے ہونے کا روعب ڈالتا تھا تو کبھی بالکل بچوں کی طرح ریکٹ کرتا تھا۔

Alishey Khan Novels

تو اسکا کیا حل ہے؟۔۔۔۔ یزدان سنجیدگی سے بولا۔

میں سوچ رہا ہوں ! اگلے ہفتے اپنا اور اسکا گھڑ سواری کا
مقابلہ کروا کے اسے سبق سیکھاؤں اور اسے ذہن نشین
کرواؤں کہ میر وریام سالک لاشاری سے بہتر گھڑ سوار
اس پورے گاؤں میں تو کیا پورے ڈیرہ غازی خان میں
کوئی نہیں ہے۔۔۔ وریام پر سوچ انداز میں بولتا آبرو آچکا
کے یزدان کی طرف دیکھتا اسکی رائے لینا چاہ رہا تھا۔

Afshey Khan Novels

بالکل نہیں ! تو اوور تھنک کر رہا ہے۔ ہٹ اور سکون سے

سو جا اور مجھے بھی سونے دے ! آواز نہ آئے تیری

اب۔۔۔ یزدان صاف انکار کرتا اسکا سر اپنی گود سے ہٹا

کے تکیے پہ گرتا اپنی طرف کا لیمپ آف کر گیا، وریام اسے

منہ پھولا کے گھورتا ہوا اسکا فون پکڑ کے استعمال کرنے لگا

کیونکہ اسکا فون اسکے روم میں رہ گیا تھا۔

Alishey Khan Novels

ہائے! بہت بہت مبارک ہو لالا!۔۔۔۔۔ماہ پارہ اسکے گلے میں میڈل دیکھتی خوشی سے چہکتے ہوئے اسکے سینے سے لگی تھی۔اسکی ماں اور باپ بھی کافی خوش تھے کیونکہ اس نے گاؤں میں گھڑ سواری کا مقابلہ جیت کے پورے ڈیڑھ لاکھ کا انعام کمایا تھا،وہ گاؤں کے معمولی سے گھر کے غریب سے لوگ تھے،یہ انعام ان کے لئے بہت زیادہ تھا۔آحد کے پاس اپنا کوئی گھوڑا نہیں تھا،گاؤں میں

Alishey Khan Novels

یونہی کچھ لوگوں نے شغل میلے کے لئے گھڑسواری کا مقابلہ رکھوایا تھا، احد اکثر اوقات اپنے دوست کے گھوڑے پہ گھڑسواری کرلیا کرتا تھا، اسکے دوست نے اسے اس مقابلے میں شرکت کی آفر پیش کی تو وہ رد نہ کر پایا، اس نے اسکے گھوڑے پہ قسمت آزمانی چاہی تھی، اسکے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ جیت جائے گا۔

Alishey Khan Novels

یہ سب تمہاری اور اماں سائیں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔۔۔

احد خوشی سے ماہ پارہ کے ماتھے پہ لب رکھتا اب اپنی ماں کو بھی سینے سے لگا رہا تھا۔ آج تو ان سب کی عید ہوئی تھی جیسے۔

Alishey Khan Novels

میں نے بھی دعا کی تھی!۔۔۔۔احد کا باپ نروٹھے پن سے بولا۔

ہاہاہا۔ باباسائیں، ٹھیک ہے! ان پیسوں میں آپکا حصہ بھی ہے۔۔۔احد ہنستے ہوئے اب ان کے سینے لگا تھا۔وہ ہر چھوٹی سے چھوٹی خوشی کو مل بانٹ کے انجوائے کرنے والے لوگ تھے۔

Alishey Khan Novels

تشنگیِ یار۔۔قسط5

از قلم۔۔۔۔۔۔علیشے خان

مجھے تمہارے لئے بہت خوشی ہو رہی ہے۔اففف!
تم کب مانگو گے میری اماں سائیں سے رشتہ؟۔۔وہ
ایکسائیڈڈ انداز میں اچھلی۔

اماں سائیں بہت جلد ہمارے رشتے کی بات چلائیں گی ان شاءاللہ اور ہم دونوں ایک ہو جائیں گے !
۔۔۔۔۔اسے خوشی سے اچھلتے دیکھ کے وہ اسکا تھامتا پیار سے بولا، اسکے ہاتھ تھامنے پہ وہ سرخ پڑتی اپنے دوپٹے کا کونا پکڑتے شرماتی ہوئی اس سے ہاتھ چھڑوا گئی۔اسکے شرمانے پہ مقابل مسکراتا ہوا اسے

اپنے آج کے پورے دن کے متعلق بتانے لگا، یہ
ان دونوں کا معمول تھا، وہ ہر شام اس درخت کے
نیچے ملتے تھے۔
یہاں سے گزرتا میر۔۔۔لاشاری جو تیزی سے اپنی
جیپ کا سٹیرنگ گھمائے کسی دوست کو فون ملا رہا
تھا، نگاہیں اچانک خود سے کافی فاصلے پہ موجود

درخت کی طرف اٹھی تھیں، اس منظر کو دیکھتے ہی
اس نے اسی وقت اپنی جیپ کو بریک لگائی تھی،
اسکی نظر کافی تیز تھی، وہ ایک نظر میں ان دونوں کو
پہچان چکا تھا، انہیں ایک دوسرے کے قریب
کھڑے ہو کے باتیں کرتے دیکھ کے وہ دلچسپی سے
آئبرو اچکاتا بہت کچھ سوچنے کی مجبور ہوا تھا۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تقریباً ایک ہفتے بعد:

ابے یار! شیف چینج کر۔۔ ہر روز کا بدذائقہ کھانا کھا کے میری بس ہو گئی ہے۔۔ ڈائننگ ٹیبل پہ بیٹھا بلاج زبردستی نوالہ چباتے ہوئے پلیٹ خود سے دور کرتا بےزاری سے بولا۔ نجانے کیوں وہ آجکل

ہر چیز میں کیڑے نکال رہا تھا، ابھی دو دن پہلے ہی تو
خیالوں میں گم اسکی مسکراہٹ بند نہیں ہوتی تھی
اوراب اسکا یوں بے چین ہونا غازان نے بغور نوٹ
کیا تھا۔

مجھے تو یہ کھانا اچھا لگ رہا ہے، تیرا ہی ٹیسٹ آجکل
عجیب ہو رہا ہے، ایسا کرنا! ایک بوتل تیزاب کی پی

لے، ایک دم سے فریش فیل کرے گا! تیرے
اندر کی ساری تیزابیت منٹوں میں دور ہو جائے
گی۔۔۔ وہ لبوں سے پانی کا گلاس لگاتا اسے سنجیدگی
سے مفید مشورے سے نوازنے لگا، بالاج نے اسکے
گندے مشورے پہ اسے شدید گھوری سے نوازا
تھا۔

میں سچ بول رہا ہوں مجھے کھانے کا ٹیسٹ فیل نہیں ہو رہا۔۔۔۔ بالاچ دانت کچکچاتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرایا۔

میں بھی سچ بول رہا ہوں! تیزاب سوٹ نہیں کرتا تو کوئی دوسرا ڈٹرجنٹ ٹرائی کر لے! تیرے اندر آجکل جو رومانس کے جراثیم امڈ کے آ رہے

ہیں! سب پہلی فرصت میں وفات پا جائیں گے۔۔۔غازان کندھے اچکاتے ہوئے بے نیازی سے بولتا اپنی مسکراہٹ دبانے لگا جبکہ اسکے زو معنی انداز پہ بالاچ اپنی نیلی آنکھیں پھیلا کے اسکی طرف دیکھنے لگا۔

کبھی آفس میں دل نہیں لگ رہا، کبھی آئے روز
میڈیکل کالج کے چکر لگائے جا رہے ہیں، کبھی
کورٹ جانے کا دل نہیں کر رہا، کبھی کھانے کا
ٹیسٹ نہیں آ رہا! پاگل سمجھ رکھا ہے مجھے؟ سچ سچ بتا
تیری ان سب بیماریوں کا علاج کس کے پاس ہے؟
فٹافٹ سے بول تاکہ میں تجھے اسکے پاس چھوڑ کے

آؤں کیونکہ میں تجھ جیسے دیوانے پاگل انسان کو
اپنے ساتھ مزید برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔اسے
مصنوعی حیرانگی سے آنکھیں پھیلاتے دیکھ کے
غازان پلیٹ میں چمچ پٹختا رعب دار انداز میں
بولا۔

تو نے کبھی کسی لڑکی کو دیدہ دلیری سے ایک مرد
کے ہاتھ پہ چاقو گھونپتے دیکھا ہے؟۔۔۔ بالاچ نے
اسکے سوالات کا جواب دینے کی بجائے دلفریب
انداز میں مسکراتے ہوئے غازان سے سوال کیا،
اسکا ذکر کرتے ہی ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھل
جاتے تھے۔

واٹ ؟ کس بیسٹ کی بہن نے تجھے اپنے پیچھے پاگل کردیا ہے سالے !! ۔۔۔ غاذان جو جواب کا انتظار کر رہا تھا اسکا عجیب سا سوال سنتے چڑ کھاتے ہوئے دانت کچکچا کے گویا ہوا، بالاج جوابا اسے مصنوعی گھوری سے نوازتا ہنس دیا۔

بیسٹ کی بہن نہیں ہے وہ!! وہ بالاچ لاشاری کی

شیرنی ہے! ــــ بالاچ لاشاری گہری سانس

بھرتے کرسی کی پشت کے ساتھ ٹیک لگاتا دلفریب

انداز سے دل پہ ہاتھ رکھتے گھمبیر لہجے میں بالآخر

اقرار کر گیا، اسکے اتنی جلدی اقرار کرنے پہ غازان

کھانا چھوڑتے ہوئے ٹھٹک کے اسکی طرف دیکھنے

لگا، تو اسکے سارے شک درست تھے؟ ایڈوکیٹ صاحب کو واقعی ہی کوئی اپنا دیوانا کر چکا تھا؟ اس نے بالاچ لاشاری کا ایسا روپ کبھی نہیں دیکھا تھا، بلاوجہ مسکرانا۔ بلاوجہ کسی کے پیچھے خوار ہونا۔ پھر بلاوجہ ہی تنہائی سے بے زار اور بے چین ہو جانا۔ بالاچ کے یہ سب روپ وہ ان آٹھ دنوں

میں بہت باریکی سے نوٹ کر چکا تھا، اسی لئے اسے
شک تھا معاملہ محبت کا ہے اور آج اسکے شک پہ
یقین کی پکی مہر بالاچ لاشاری خود لگا چکا تھا۔
چل اٹھ! تجھے جنگل میں تیری شیرنی کے پاس چھوڑ
کے آؤں! تیرا اب انسانوں کے ساتھ رہنے کا کوئی
جواز ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میرے نزدیک محبت

ایک مرد کو ناکارہ بنا دیتی ہے اسی لئے سوری ٹو سے

مجھے ناکارہ لوگوں کی کمپنی بالکل پسند نہیں ہے !

تیری جگہ آج سے صرف جنگل میں ہے۔۔ غازان

کرسی سے کھڑا ہوتا اپنے ہاتھ سے چٹکی بجاتے

ہوئے سیریس انداز میں بولا تھا۔ بالاچ لاشاری

اسے گھورتے ہوئے اسکے مقابل کھڑا ہوتا دانت

چلتے ہوئے اسکے سیاہ سلکی بال ایک سیکنڈ میں بگاڑ
گیا۔
کیا بد تمیزی۔۔۔۔۔۔۔ اسے اپنے بال بگاڑتے
دیکھ کے ابھی غاذان غصے سے غراتا جب وہ اسکی
بات کاٹ گیا۔

چپ!!!!آج ہم باہر ڈنر کر رہے ہیں! مجھ سے یہ کھانا نہیں کھایا جا رہا، اور بھوک زوروں کی لگ رہی ہے۔۔۔ بالاج لاشاری اسے روعب سے چپ کرواتا اپنا فیصلہ سناتے ہوئے گاڑی کی چابیاں اٹھاتا ڈائینگ روم سے نکل گیا۔

مجھے چلینج کرنے دے!!۔۔۔۔خود کو رف سے

گرم ٹریک سوٹ میں ملبوس دیکھ کے غاذان خفگی

سے بولا۔

تیرا رشتہ نہیں مانگنے جا رہے ہم بھابھی جی سے!!

ایسے ہی باہر نکل! بھوک سے جان جا رہی ہے

میری۔۔۔اسکے نخروں پہ بالاچ رخ موڑتے
ہوئے آنکھیں گھماتا ہوا بولا۔
تیری زبان زیادہ نہیں چل رہی!!۔۔۔غازان
اپنی ہیزل نٹ آنکھوں کو چندھیا کرتے بلند آواز
میں جواب دیتا اسکے پیچھے ہی قدم بڑھا گیا۔وہ
دونوں اس بنگلے میں ایک ساتھ رہتے تھے،ان کے

علاوہ صرف ملازم ہی ہوتے تھے جو اپنے حصے کا کام
کرتے ہی اپنے کوارٹر میں غائب ہو جاتے تھے۔
کسی بھی ملازم کو فضول میں بنگلے کے اندرونی حصے
میں رہنے کی اجازت نہیں تھی۔
ایڈوکیٹ میر بالاچ لاشاری کی زبان ہمیشہ اسکی
مرضی سے چلتی ہے! تو میری زبان بند نہیں کروا

سکتا! البتہ مجھ سے محبت کی قسمیں ضرور لے سکتا ہے! واللہ بہت خوبصورت احساس ہے۔۔ بالاج پورچ کی طرف بڑھتے ہوئے پر سکون انداز میں مسکراتے ہوئے بولا، اس بات سے انجان کہ اسکی محبت کے متعلق رائے بہت جلد بدلنے والی ہے۔۔

جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے محبت کو اور خود کو ہیر
کا رانجھا سمجھنا شروع کر دیا ہے! چچ چچ! ۔۔۔ غازان
افسوس سے بولتا پیسنجر سیٹ سنبھال گیا جبکہ بالاچ
ڈرائیونگ سیٹ پہ سوار ہوتا اسے گھورتے ہوئے
اپنی اور روشانے کی پہلی ملاقات سنانے لگا، اسکا اور
روشانے کا ابھی تک جتنا انٹریکشن ہوا تھا وہ سارا

غازان کے گوش و گزار کر رہا تھا کیونکہ وہ دونوں
ایک دوسرے کے ساتھ باتیں شئیر کرنے کے
عادی تھے، چاہے لیٹ باتیں شئیر کرتے تھے لیکن
ایک دوسرے کے ساتھ دل ہلکا ضرور کرتے
تھے۔۔

گاڑی پارک کرتے ہی ایک جتنی چوڑی جسامت
اور دراز قد کاٹھ لئے غازان اور بالاچ باتیں کرتے
ہوئے ریسٹورنٹ کی طرف بڑھ رہے تھے جب
غازان کا فون رنگ ہوا تھا۔وہ بالاچ کو آگے جانے
کا اشارہ کرتا وہی ایک سائیڈ پہ ہوتا ہوا کال سننے لگا
جبکہ بالاچ مضبوط قدم اٹھاتے ریسٹورنٹ کے

دروازے تک آچکا تھا، اس نے ابھی ریسٹورنٹ
کے دروازے پہ ہاتھ رکھا ہی تھا جب ایک دم سے
کوئی صنفِ نازک اسکے کندھے سے ٹکرائی تھی۔
مخصوص خوشبو محسوس کرتے بالاج نے فوراً سے
اپنے کندھے سے ٹکراتی صنفِ نازک کی طرف
دیکھا تھا جو بالاج کی لائٹ بلیو ہڈی بازو سے جکڑے

اپنی سیاہ آنکھوں میں غصہ لئے سروت کی طرف
دیکھ رہی تھی جو اس اچانک پیش آتی صورتحال پہ
منہ پہ ہاتھ رکھتی معذرت خواہ انداز سے روشانے
اور بالاج کو دیکھنے لگی، وہ تو یونہی چلتے روشانے کو
تنگ کرنے کی غرض سے دھکا دے چکی تھی اسے
کیا معلوم تھا وہ کسی مرد سے ٹکرا جائے گی۔

کتنی دفعہ ہے بولا ہے ہاتھ قابو میں رکھا کر!۔۔

روشانے دانت پیستے ہوئے روعب سے سروت کو ڈپٹنے لگی، اس نے ابھی تک نگاہیں اٹھا کے بالاچ کی طرف نہیں دیکھا تھا، وہ لاشعوری طور پہ ابھی تک اسکا بازو زور سے تھامے ہوئے تھے جیسے کسی سائبان درخت کی شاخ کا سہارا لیا ہو جبکہ دوسری

طرف بالاچ لاشاری اس خوبصورت اتفاق پہ گنگ
ہوتا روشانے کی طرف فرصت سے دیکھنے لگا جو
لائٹ براؤن گرم لباس میں ملبوس تھی، آج وہ دو
دنوں بعد اسے دیکھ رہا تھا، اسے دیکھتے ہی بگڑا موڈ
ایک دم سے فریش ہوا تھا، وہ پچھلے دو دنوں سے
کالج نہیں گئی تھی۔ بالاچ کے ساتھ ٹکرانے کی وجہ

سے اسکا دوپٹا شانوں سے پھسل چکا تھا، بالاچ کی نگاہیں اسکی سفید شفاف گردن سے ہوتی بے ساختہ اسکے سراپے پہ پھسلی تھیں، اسکے بدن کے خوبصورت خدوخال دیکھتے ہی بالاچ کی گردن میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، وہ اپنی نظروں کو ڈپٹتا ہوا تیزی سے نگاہوں کا زاویہ بدل گیا، اسے

اپنی پھسلتی نگاہوں پہ غصہ آیا تھا، وہ کیسے اسے بغیر
حق کے یوں دیکھ سکتا تھا؟
اچھا نا سوری! ان کو تو راستہ دے دے!۔۔۔
روشانے کی ڈانٹ کھاتی سروت نے اپنی ہنسی
دباتے ہوئے اسکا دھیان بالاچ کی طرف کروایا تھا
جسے وہ پکڑ کے چھوڑنا بھول چکی تھی، سروت کے

اشارے پہ روشانے کرنٹ کھاتی ہوئی تیزی سے
بالاج کا بازو چھوڑ گئی۔اپنے سامنے اسی روز والے
ایڈوکیٹ کو دیکھتے وہ سروت کو مزید غصے سے
گھورتی اب اپنا بے ترتیب دوپٹا درست کر رہی تھی،
بالوں کی ہائی ٹیل ہمیشہ کی طرح بنائی ہوئی تھی،
سفید پیر سیاہ ہیمل میں مقید مزید خوبصورت لگ

رہے تھے، بالاچ کی اس کے ساتھ جتنی ملاقات ہوئی تھی وہ اتنا تو جان چکا تھا اس میڈیم کو ہیل کچھ زیادہ ہی پسند ہے۔

آئی۔۔آئی ایم سوری!۔۔۔۔۔۔روشانے نے سنجیدگی سے بالاچ کو سوری بولا تھا جو دروازہ کھول کے اندر جانے کی بجائے یہیں پہ کھڑا اسے دیکھ رہا

تھا، روشانے کو تو یہی لگا وہ اسکے سوری کا منتظر ہے
اس کی غلطی تھی اسی لئے وہ کندھے اچکا کے
فارمیلٹی کے طور پہ سوری بول گئی۔ اتنی ہی دیر
میں غازان بھی آ چکا تھا، بالاچ کو ابھی تک
ریسٹورنٹ کے دروازے پہ کھڑے دیکھ کے

حیران ہوتا وہ قریب ہی کھڑی دو لڑکیوں پہ نگاہ
ڈالنے لگا۔

اٹس او کے مس روشانے!۔۔۔ بالاچ مدھم سی
مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کے نرمی سے بولا،
روشانے اسے مسکراہٹ پاس کرنے کی بجائے سیاہ
آنکھیں گھماتی ریسٹورنٹ کے دروازے کی طرف

ہاتھ بڑھا گئی اور اسی پل بالاچ نے غائب دماغی سے دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا، دونوں کے ہاتھ اتفاقاً ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے جس پہ دونوں ہی کرنٹ کھاتے جلدی سے اپنے ہاتھ پیچھے کر گئے، غازان نے آئبرو اچکاتے ہوئے سنجیدگی سے اس ساری صورتحال کا جائزہ لیا تھا، ایک دفعہ

مزید اتفاقاً اسی عمل کو ہوتے دیکھ کے غاذان نے
سنجیدگی سے گلہ کھنکھارا۔

ایکسکوزمی! راستہ چھوڑیں پلیز! ۔۔۔۔۔غاذان نے
کھانستے ہوئے سنجیدگی سے ان دونوں کو اپنی طرف
متوجہ کروایا تھا، وہ مزید یہ اتفاق دیکھنے کے موڈ میں
نہیں تھا۔ روشا نے بے ساختہ راستہ چھوڑ گئی جبکہ

بالاچ اپنا نچلا لب دانتوں تلے دباتا خفگی سے غازان
کو دیکھنے لگا جس نے سارا سین خراب کر دیا تھا۔
غازان اسے افسوس سے دیکھتے ہوئے دروازہ کھولتا
اندر کی جانب بڑھ گیا جبکہ ان سے کچھ فاصلے پہ
کھڑی سروت بمشکل اپنی ہنسی دباتی روشانے کا
سرخ ہوتا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

پہلے آپ چلی جائیں!۔۔۔روشانے کو پھر سے
سروت کو غصیلی گھوری نوازتے دیکھ کے بالاچ
راستہ چھوڑتے سنجیدگی سے بولا جس پہ روشانے
اور سروت تیزی سے اندر کی طرف بڑھ گئی،ان
دونوں کو اندر جاتے دیکھ کے بالاچ نے اپنے
زوروں سے دھڑکتے دل پہ ہاتھ رکھا تھا،اسکی اتنی

سی قربت اسکا دل سرپٹ دوڑا رہی تھی، سامنے

ٹیبل پہ بیٹھا غاذان جو کھانا آرڈر کر رہا تھا اس نے

بالاچ کی ایک ایک حرکت بغور نوٹ کی تھی، اسکے

منہ سے "مس روشانے" سنتے غاذان کو کہیں نہ

کہیں لگ رہا تھا یہ وہی لڑکی ہے جس کے قصے بالاچ

اسے گاڑی میں سنا رہا تھا، بالاچ اپنے دل کی

دھڑکنوں کو ڈپٹتا سنجیدگی سے ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے غازان کے ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

بھوک باقی ہے یا ایک ہی دیدار سے فوتگی ہوگئ ہے؟۔۔۔ بالاچ کو کراہ سنبھالتے دیکھ کے غازان نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

تجھے کیسے پتا چلا یہ وہی ہے؟۔۔۔اسکے ذومعنی

سوال پہ بالاچ نے حیرانگی سے منہ کھولتے ہوئے

جواب دیا۔

کیا تو میری زیرک نگاہ سے واقف نہیں

ہے؟۔۔۔غازان نے جواب دینے کی بجائے

آئیبرو اٹھا کے سوال کرتے ویٹر کو مینیو لکھوایا تھا۔

ویٹر وہاں سے جا چکا تھا۔ بالاج منہ چڑھا کے غازان کو دیکھتا کن انکھیوں سے کچھ فاصلے پہ موجود ٹیبل پہ بیٹھی روشانے کی طرف دیکھنے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں کھانا آچکا تھا لیکن بالاج کا دھیان کھانے کی طرف کم جبکہ روشانے کی طرف زیادہ تھا۔

بھابھی کے ساتھ جا کے بیٹھ جا! ایک دو ہڈی پسلی ہی توڑے گی نا؟ محبت میں اتنا تو چلتا ہے یار! تو بے فکر ہو کے ڈیٹ مار! میں ایمبولینس کو فون کر دیتا ہوں!۔۔۔ اطمینان سے ڈنر کھاتا غازان اسے رازداری سے مشورے سے نوازتا آنکھ دبا گیا، اسکے

اتنے خطرناک مشورے پہ بالاچ نے تیزی سے
روشانے سے نگاہیں ہٹاتے اسے گھورا تھا۔
مجھے تیرے گندے مشوروں کی ضرورت نہیں
ہے!! سکون سے کھانا ٹھونس!۔۔وہ دبی دبی آواز
میں غرایا۔غازان کندھے اچکاتا سکون سے کھانے
کے ساتھ انصاف کرنے لگا۔اسے بالاچ کی بے

چین حالت مزے دے رہی تھی۔ بالاج کن
انکھیوں سے روشانے کو دیکھ رہا تھا یوں کہ روشانے
کو محسوس نہ ہو سکے وہ اسے نگاہوں کے حصار میں
لئے ہوئے ہے، روشانے بھی شاید خود پہ کسی کی
نگاہوں کی تپش خود پہ محسوس کرتی وقفے وقفے
سے یہاں وہاں دیکھ رہی تھی لیکن کسی کو بھی دیدہ

دلیری سے اپنی طرف دیکھتا نا ہو کے وہ بے نیازی
سے اپنی دوست کے ساتھ باتوں میں مصروف
کھانے سے انصاف کرنے لگتی۔ اس نے زیادہ
نہیں کھایا تھا، کھانا کھاتے ہی وہ اپنا اور اپنی دوست
کا بل دیتی بالاچ کو دیکھے بغیر ریسٹورنٹ سے نکل
گئی، اسکے ریسٹورنٹ سے نکلتے ہی بالاچ کا دل خالی

ہوا تھا، وہ کھانے کا چمچ پلیٹ میں پٹک گیا۔ غازان
نے افسوس اور ہمدردی سے اپنے کزن کو دیکھا تھا
جس کا محبت کچھ ہی دنوں میں بیڑا غرق کر چکی
تھی۔

(علیشے خان کے ناول چوری کرنی والی "بو اسیر"
اس چینل سے دور رہیں، ان شاء اللہ بہت جلد ایسے

فیک چینلز کا خاتمہ ہو گا!)

پارو! تو نے نماز کے بعد دعا کیوں نہیں مانگی؟ میں
نے پہلے بھی کتنی دفعہ غور کیا ہے تو تیزی میں نماز
پڑھتی ہے اور پھر دعا بھی ٹھیک سے نہیں مانگتی!
کیوں؟۔۔۔ماہ پارہ کو دعا مانگے بغیر جائے نماز کی

تہہ لگاتے دیکھ کے تسبیح پڑھتی خالدہ بیگم نے اسے
ٹوکنا ضروری سمجھا۔

اماں سائیں میرے حصے کی دعا آپ مانگ دیا کریں
نا، مجھے ابھی اپنے ٹیسٹ کی تیاری کرنی ہے۔۔۔وہ
منہ لٹکا کے تیزی سے جان چھڑوانے والے انداز

میں بولتی جائے نماز اسکی مخصوص جگہ پہ رکھنے لگی۔

بیٹی اپنے اچھے نصیب کی دعا خود مانگی جاتی ہے، جو دعا ہم خود کے لئے کر سکتے ہیں، وہ کوئی دوسرا ہمارے لئے نہیں کر سکتا۔۔۔۔ خالدہ بیگم افسوس سے بولتی اسے سمجھا رہی تھیں۔

اچھا ناراماں سائیں آئندہ مانگوں گی ! (پھر سے جان چھڑوانے والا انداز) آپ کو پتا ہے ، ہماری کلاس میں آج ایک نئی لڑکی آئی تھی ، اتنی پتلی تھی جیسے کوئی سوکھی لکڑی یا بانس کا ڈنڈا ہو۔۔ماہ پارہ ان کے پاس بیٹھ کے معصومیت سے مزاحیہ انداز میں بولتی منہ پہ ہاتھ رکھ کے ہنسنے لگی۔۔

آپ کو پتا ہے ایشی اور میں اسے لڑکی کہنے کی بجائے
بار بار لکڑی بول رہے تھے اور وہ پاگل لڑکی برا
منانے کی بجائے ہنسی جا رہی تھی۔۔۔۔ماں کا
جواب سنے بغیر ماہ پارہ اپنی ہی رو میں بولتی کتابیں
اٹھا کے خالدہ بیگم کے پاس آ بیٹھی۔

میں نے تجھے کتنی دفعہ سمجھایا ہے کسی کا مذاق نہیں

اڑاتے پارو!۔۔۔۔خالدہ بیگم اسکے مذاق پہ ہنسنے کی

بجائے تاسف سے بولی۔

اماں سائیں، میں نے اس کا دل تھوڑی دکھایا تھا؟ وہ

لڑکی تو خود ہنستی جا رہی تھی۔۔۔۔ماں کے سیریس

ہونے پہ ماہ پارہ منہ پھولا کے بولی۔

کچھ لوگ برا منانے کے بعد ہنس کے یوں ظاہر
کرتے ہیں جیسے انہیں ہمارے مذاق سے تکلیف
نہیں ہوئی، اصل میں وہی لوگ برا مناتے ہیں
یارو۔۔ہم کسی کے دل میں نہیں رہتے جو اسکا حال
جان سکیں۔ اگر کوئی تیرے موٹاپے پہ چوٹ
کرے گا تو کیا تو سہہ لے گی؟۔۔۔خالدہ بیگم نے

اسکے معصومیت سے لبریز چہرے پہ ہاتھ رکھتے
اسے پیار اور نرمی سے سمجھایا۔
کیوں بھئی ان کے باپ کا کھاتی ہوں میں ؟۔۔۔
ماں کے آخری جملے پہ ماہ پارہ معصومیت سے
بھڑک اٹھی، اسکے یوں بھڑکنے پہ خالدہ بیگم ہنس
دیں۔

لگا نہ برا؟ ایسے ہی ان کو بھی برا لگتا ہے جن کا تو جانے یا انجانے میں مذاق اڑا دیتی ہے۔ کسی کا تمسخر اڑانا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کو پسند نہیں ہے میری جان۔۔۔ خالدہ بیگم اسے ہمیشہ کی طرح بے حد پیار سے سمجھا رہی تھیں جس پہ پارو بھی ہمیشہ کی طرح معصومیت سے ہاں میں سر ہلائے جا رہی تھی

لیکن ماں کی ان دونوں باتوں پہ عمل مشکل تھا، اس
میں ہر اچھی عادت تھی سوائے ان دو بری عادتوں
کہ۔۔۔ ایک تو وہ اپنے نصیب کی دعا خود نہیں مانگتی
تھی اور دوسرا وہ خود ہنسنے یا کسی دوسرے کو ہنسانے
کی غرض سے کسی کا بھی مذاق اڑا دیتی تھی یہ جانے
بغیر کہ اگلا اس کے اس مذاق سے ہرٹ ہو رہا ہے۔

ایک ہفتہ بعد:

لالا میرا دل نہیں مانتا آپ یہ مقابلہ کریں۔وہ بڑے لوگ ہیں! آپ یہ چھوڑ دیں۔پیسے کا لالچ اچھا نہیں ہوتا۔۔اپنا چہرہ اور وجود ہمیشہ کی طرح اچھے سے چادر میں چھپائے ماہ پارہ اسکی بائیک پہ

بیٹھی اپنے پرانے الفاظ دہرانے لگی جو وہ پچھلے ایک ہفتے سے آحد کو سمجھا رہی تھی۔

تمہیں اپنے لالا کو حوصلہ دینا چاہیئے پارو! اگر میں میرو ریام لاشاری سے مقابلہ جیت گیا تو مجھے دس لاکھ روپے کے انعام سے نوازا جائے گا اور اگر میں ہار گیا تو مجھے ایک لاکھ روپیہ دیا جائے گا، دونوں

طرف سے فائدہ ہمارا ہے، پھر میں کیونکر پیچھے
ہٹوں! مجھے ایک دفعہ پھر سے اپنی قسمت آزمانی
چاہیئے۔۔۔اسے ٹھیک سے بیٹھتے دیکھ کے احد
بائیک سٹارٹ کرتا اسے ٹھہر ٹھہر کے سمجھانے لگا
لیکن پارو کا دل نجانے کیوں نہیں مان رہا تھا کہ
اسکے لالا یہ مقابلہ کریں۔ کل شام کے وقت اسکا

اور میر ور یام لاشاری کا مقابلہ تھا جس کے لئے وہ
دونوں اپنی بھرپور تیاری کر رہے تھے۔ آحد صبح
کے اس وقت ہر روز پارو کو کالج چھوڑنے جاتا تھا،
ماہ پارہ کو کالج تک چھوڑنے کے لئے اسے ہمیشہ
لاشاریوں کی زمینوں سے نکلتی سڑک استعمال
کرنی پڑتی تھی،ابھی وہ اس سڑک کی طرف رواں

رواں تھا جب اسکی نگاہیں کچھ فاصلے پہ گھڑسواری
کرتے یزدان اور وریام کی طرف اٹھی تھیں، وہ
دونوں ہنستے ہوئے ایک دوسرے کو چڑا رہے تھے،
کبھی ایک سپیڈ پکڑ رہا تھا تو کبھی دوسرا۔۔وہ دونوں
ماہ پارہ کی بجائے صرف آحد کی نظروں کا مرکز
تھے، ماہ پارہ ہمیشہ کی طرح نگاہیں جھکا کے بائیک پہ

بیٹھی تھی اسی لئے اس نے آس پاس سے گزرتے
کسی انسان کو نہیں دیکھا تھا، یزدان کو کسی بات پہ
چھیڑتے وریام کی نگاہیں اچانک سے آحد کی بائیک
کی طرف اٹھی تھیں، اسکی نگاہیں آحد سے ہوتے
ہوئے اسکے بالکل پیچھے پردے میں بیٹھی اسکی بہن
کی طرف اٹھیں، وریام کی نظروں کا مرکز دیکھتے ہی

آحد جلدی سے اپنی بائیک کی سپیڈ بڑھاتا سکی

نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ وریام لاپرواہی سے

کندھے اچکاتا پھر سے یزدان کے ساتھ مصروف

کل کی ریس کے متعلق گفتگو کرنے لگا، یزدان نے

اسے اس ریس سے بارہا منع کیا تھا، صرف یزدان

ہی نہیں بلکہ غازان اور بالاج بھی اسے سمجھانے

میں بہت وقت ضائع کر چکے تھے لیکن وریام ضد کا
پکا تھا، اسکی عقل میں ان کی کوئی بات نہیں آ رہی
تھی ۔ پیسے اس نے ہمیشہ کی طرح باپ کے بنک
سے لئے تھے۔ سالک لاشاری کو جب معلوم ہوا
اس نے کسی ریس کی وجہ سے ایک ساتھ دس سے
پندرہ لاکھ ان کے اکاؤنٹ سے نکلوایا ہے تو اسے

ہمیشہ کی طرح ڈانٹنے کے سوا وہ اور کیا ہی کر سکتے تھے؟ اسے ماں کے زیادہ لاڈ پیار نے بگاڑا ہوا تھا۔

دیکھ وری! ہار جیت گیم کا حصہ ہوتی ہے، تو یہ مقابلہ صرف شغل لگانے کے لئے کر رہا ہے! رائٹ؟ میں یہاں پہ تیرا ساتھ صرف تیری ضد کی

وجہ سے دینے کے لئے آیا ہوں۔ تو جیت یا ہار ہم سب کا پیار تیرے لئے کبھی کم نہیں ہو گا! سن رہا ہے نا میری بات؟ ۔۔۔۔ یزدان لاشاری اسکا کندھا تھام کے رخ اپنی طرف موڑتا اسکی چاکلیٹ براؤن آنکھوں میں اپنی سرمئی آنکھیں گاڑتا ہمیشہ کی طرح سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا تھا۔

دیکھ میری جانِ من! مجھے ہرانے والا انسان آج تک اس دنیا میں پیدا نہیں ہو سکا! ہار کا لفظ میر وریام لاشاری کی ڈکشنری میں ایگزیسٹ ہی نہیں کرتا! "ہاروں گا تو بندہ ماروں گا" ـــــ وریام اسکا گال تھپتھپا کے بولتا آخری جملہ بلند آواز میں بولتا اپنے سر پہ بندھا سیاہ رومال درست کرنے لگا،

آخری جملہ اس نے آحد جھرانی کو سنانے کے لیے
جان بوجھ کے بلند آواز میں بولا تھا، اسکے اس جملے پہ
ایک پل کے لئے اس قدم زنجیر ہوئے تھے۔
بکواس نہیں کرو ری! ورنہ میں تجھے ابھی یہاں سے
لے کے حویلی چلا جاؤں گا!۔۔۔ یزدان اسکی باتوں

پہ بھڑکا تھا۔ سرمئی آنکھوں پل میں سرخ ہوئی تھیں۔۔

اوئے مذاق کر رہا ہوں جان !۔۔۔۔ یزدان کے بھڑکنے پہ وریام ہنستے ہوئے اسے ریلکس کرنے لگا، اسکے یوں ہنسنے پہ آحد جھرانی کی رنگت بحال ہوئی تھی، ورنہ اسے ایک پل کے لئے یوں لگا تھا جیسے وہ

اس مقابلے کے ذریعے اپنی جان کا سودا کر رہا ہو۔
وہ آج پھر اپنے دوست کے گھوڑے پہ قسمت
آزمانے والا تھا، اس بات سے انجان کہ قسمت
اسے بہت جلد بری طرح سے آزمانے والی ہے۔
آحد کے دماغ میں اس وقت صرف دس لاکھ کا
انعام گھوم رہا تھا، اسے یہ ریس ہر حالت میں جیتنی

تھی۔۔ان دونوں کی ریس لاشاریوں کی زمینوں

پہ ہونے والی تھی۔گاؤں کے تمام لوگ زمینوں

کے آخر تک پھیل چکے تھے،وریام لاشاری کے

دوست اور شاید دشمن بھی دور دور سے اس ریس

کو دیکھنے آئے تھے،سردار کے چھوٹے سپوت کی

ریس گاؤں کے ایک معمولی سے لڑکے کے ساتھ

ہونے والی تھی، یہ کوئی عام بات نہیں تھی، وہ سب
اس مقابلے کو دیکھنے کے لئے بے تاب نظر آرہے
تھے۔۔۔ بالاج لاشاری اور غازان لاشاری لاہور
تھے اسی لئے وہ اس وقت وریام کو جوائن نہیں کر
پائے تھے، یزدان لاشاری اوران کے تمام دوست
وریام کی ضد پہ اسکے ساتھ کھڑے تھے، کچھ

دوستوں نے جہاں اس ریس میں انٹرسٹ
دیکھائے بغیر اسے اس معمولی سے لڑکے کے
ساتھ مقابلے بازی کے لئے منع کیا تھا وہی پہ بہت
سے دوستوں نے مقابلے کے لئے اکسایا بھی تھا۔
مقابلہ شروع ہونے میں صرف دو منٹ باقی تھے،
وریام اپنی چاندنی کے بال سہلاتا اپنے دوستوں کی

کسی بات پہ ہنستے ہوئے اس پہ سوار ہو گیا، وہی پہ
آحد جکھرانی بھی اپنے دوست کے گھوڑے کی
طرف بڑھ چکا تھا۔ وہ اس انعام کو جیتنے کے بعد
اپنے دوست سے یہ گھوڑا خریدنے کا ارادہ رکھتا تھا۔
وریام اور آحد کے حوصلے بلند تھے، دونوں کو اپنی
جیت پہ اعتماد تھا۔ گاؤں کے زیادہ تر لوگ وریام

لاشاری کے نعرے لگانے میں مصروف تھے لیکن
آحد کو ان نعروں سے کوئی لینا دینا نہیں تھا، اس نے
بہت غربت دیکھی تھی، اسے صرف اس انعام
سے لینا دینا تھا۔

ابے سالے تو مجھے بار بار ایسے سمجھا رہا ہے جیسے میں
جنگ پہ جا رہا ہوں! ۔۔۔۔ یزدان کو اپنی طرف

پانی کی بوتل بڑھاتے دیکھ کے اپنی سفید گھوڑی پہ
بیٹھا اور ریام ہنستے ہوئے اسکے کندھے پہ مکا جڑ گیا،
اسکا موڈ کافی اچھا نظر آرہا تھا۔ احمد جھرانی جو
گھوڑے پہ سوار ہونے ہی والا تھا عین وقت پہ اسکی
جینز کی جیب میں پڑا فون چھنگاڑا تھا، آحد کا اس
وقت کوئی کال اٹھانے کا موڈ نہیں تھے لیکن نجانے

کس احساس کے تحت وہ فون کال یس کرتے کان کے ساتھ لگا گیا۔

"غازان سالک لاشاری بات کر رہا ہوں! مقابلہ ہارتے ہی لاہور میرے آفس آجانا! میں بیس لاکھ تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دوں گا!"۔۔

غازان عادتاً حکم سنا کے فون رکھنے ہی والا تھا جب

حیرانگی سے آنکھیں پھیلا کے کھڑا آحد دوستوں
کے جھٹ سے دور آتا تیزی سے اسے مخاطب کر
گیا۔
ل۔ لیکن سائیں۔۔۔۔۔۔ آحد جھرانی جو ابھی تک
اس بات پہ یقین نہیں کر پا رہا تھا اسے غازان
لاشاری نے خود سے کال کی ہے ٹرانس کی کیفیت

میں حیران پریشان مزید کچھ بولتا جب غازان پھر
سے اسکی بات کاٹ گیا۔
دیکھو آحد! میرا تم دونوں کے اس مقابلے سے کوئی
مفاد نہیں ہے، میں صرف اتنا جانتا ہوں یہ مقابلہ
وریام کو جیتنا ہے اور ہر صورت جیتنا ہے، ورنہ
جتنا ضدی وہ ہے، مجھے ڈر ہے وہ ہارنے کی صورت

میں کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے، میں نے یہ بیچ کا راستہ
اسی لئے نکالا ہے کیونکہ میں جانتا ہوں تمہیں جیت
سے زیادہ صرف پیسوں سے مطلب ہے، میں خفیہ
توڑ پہ تمہیں بیس لاکھ روپے دوں گا بشرطیکہ تم یہ
مقابلہ ہر صورت ہاروں گے! میں تمہیں کوئی
دھمکی نہیں لگا رہا صرف اپنے بھائی کی ضدی

طبیعت سے آگاہ کر رہا ہوں، وہ ضد کا بہت برا ہے،
میں نے اسے بیٹوں کی طرح پالا ہے مجھ سے زیادہ
اسے کوئی نہیں جان سکتا، میں نہیں چاہتا کوئی بھی
فیصلہ اسکی مرضی کے خلاف ہو اور تمہیں نقصان
اٹھانا پڑے، باقی جو تمہارا دل کرے تم وہ کرو! میں
تمہیں کسی بھی فیصلے کے لئے فورس نہیں کروں

گا!۔۔۔غازان جو ہمیشہ مختصر باتیں کہنے کا عادی
تھا، احد کو ہر لحاظ سے تفصیل سے سمجھاتا اسکی سنے
بغیر فون رکھ گیا۔فون کٹ چکا تھا اور آحد جھرانی
ابھی تک حیرانگی سے نکل نہیں پارہا تھا، یہ کیسی
سیاست تھی؟! اسکی سمجھ میں اس وقت کچھ نہیں آ
رہا تھا، پہلے دس لاکھ دماغ پہ سوار تھے اور اب بیس

لاکھ کے خیالات نے دماغ گھمانا شروع کر دیا تھا۔
غاذان لاشاری نے بظاہر تو اسے کہا تھا وہ اسے کسی
فیصلے کے لئے فورس نہیں کر رہا لیکن اس کے لہجے
کا رعب و دبدبہ ابھی تک آحد کے رونگٹے کھڑے
کئے ہوئے تھا۔

کیا ہوا؟ تو ابھی تک یہیں پہ کھڑا ہے؟ وہاں مقابلے کے لئے تیرا انتظار ہو رہا ہے۔۔۔ اسے اپنے عقب سے اپنے کسی دوست کی آواز سنائی دی تھی۔

تین۔۔۔دو۔۔۔ایک کی صدا بلند ہوتے ہی وریام اور آحد اپنے گھوڑے اگھوڑی کو تیزی سے ایڑھ

لگاتے ہوئے بھگانے لگے، وریام کی چاندنی ہمیشہ کی
طرح تیزی سے بھاگتی دھول اڑا رہی تھی، آحد کا
گھوڑا اس سے کافی پیچھے تھا۔ گاؤں کے تمام لوگ
وریام اور آحد کے نعرے بلند کرتے ان کے حوصلے
بڑھا رہے تھے۔۔ آحد کا گھوڑا وریام سے فاصلے پہ
دیکھتے اسکے دوست فکر مند ہوئے تھے، جبکہ گاؤں

کے لوگوں کی بھیڑ میں کھڑی خالدہ بیگم اور حفیظ
صاحب (آحد کے ماں باپ) پریشانی سے یہ مقابلے
دیکھ رہے تھے، ان دونوں کے دل بری طرح سے
دھڑک رہے تھے، انہوں نے آحد کو اس مقابلے
کے لئے منع کیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے ان کا اور
گاؤں کے سرداروں کا کوئی جوڑ نہیں ہے لیکن آحد

نے ان کی ایک نہ سنی۔اسے اس انعام سے غرض
تھا پیسے کا لالچ اسکے سر پہ چڑھ کے بول رہا تھا،اور
کچھ اس مقابلے کی خواہش خود وریام نے پورے
گاؤں کے سامنے ظاہر کی تھی،ایسے میں آحد کے
ماں باپ کیا ہی کر سکتے تھے؟

وریام کی چاندنی کو آگے بھاگتے دیکھ کے اسکے تمام
دوست ہوٹنگ کر رہے تھے سوائے یزدان کے،
اسکا دل نجانے کیوں بہت بجھا بجھا سا تھا۔ گاؤں کے
گھروں کی چھتوں پہ چڑھی لڑکیاں چہرے ڈھکے
کبھی چاندنی دوڑاتے وریام لاشاری کو حسرت سے
دیکھتی تو کبھی اپنی جیپ کے فرنٹ پہ بیٹھے یزدان

لاشاری کو جو بے چینی سے اپنے گندمی بالوں میں
ہاتھ پھیر رہا تھا، وریام کے چہرے پہ مسکراہٹ
تھی لیکن یزدان کا چہرہ بے تاثر تھا۔ وریام اور آحد
کو زمینوں کے آخر سے چکر لگاتے وہی پہ آ کے رکنا
تھا جہاں سے مقابلہ شروع ہوا تھا، جوان دونوں
سے پہلے واپس آئے گا جیت اسی کے نام ہونی تھی۔

لوگ زمینوں کے آخر تک پھیلے ہوئے تھے، چینگ کسی بھی حال میں ممکن نہیں تھی، وریام لاشاری زمینوں کے آخر پہ پہنچتے ہی اپنی چاندنی کا رخ واپسی کی طرف گھماتا اسکے بالوں میں ہاتھ سہلاتے مسکرا رہا تھا جبکہ آحد نے ابھی تک اپنے گھوڑے کا رخ نہیں موڑا تھا، وہ وریام سے پیچھے تھا،

سب کو یقین تھا یہ مقابلہ وریام جیتے گا لیکن دیکھتے

ہی دیکھتے وقت، جذبات اور حالات ایک ساتھ

بدلے تھے، آحد جھرانی نے ایک دم سے اپنے

گھوڑے کی رفتار بڑھاتے وریام لاشاری کو کراس

کرتے اسے چکما دیا تھا، وریام جو جیت کے بہت

قریب تھا حیرانگی سے آحد کی طرف دیکھنے لگا، وہ

جس گھوڑے پہ سوار تھا اسکی ٹاپوں کی بلند آواز وریام کے کانوں کو کوڑے کی مانند محسوس ہو رہی تھی، دوستوں کے ایک دم سے چلانے پہ وہ اپنی کیفیات سنبھالتا تیزی سے اپنی چاندنی کی رفتار بڑھا گیا، وہ کسی صورت آحد کو جیتنے نہیں دینا چاہتا تھا۔
اس صورتحال کو دیکھتے یزدان متذبذب ہوتا تیزی

سے جیپ سے چھلانگ لگاتے ہوئے زمین پہ اپنے پورے قد کے ساتھ کھڑا ہوتا پریشانی سے وریام کو دیکھنے لگا جس کی چاندنی آحد سے پیچھے رہ چکی تھی، آحد کو اگلے ہی پل فنشنگ لائن کراس کرتے دیکھ کے وہ غصے اور بے بسی کے عالم میں جیپ کے دروازے پہ اپنی پوری قوت سے ٹانگ مار گیا

کیونکہ وہ جانتا تھا اپنی ہار وریام کو کسی صورت منظور
نہیں ہوتی تھی اس سے تو بالاچ اور غازان بھی جان
بوجھ کے گھڑسواری میں ہار جایا کرتے تھے کیونکہ
ان کے لئے اپنے لاڈلے کی خوشی سب سے زیادہ
عزیز تھی، جبکہ وریام جو آحد سے کچھ فاصلے پہ تھا
زندگی میں پہلی دفعہ اپنی ہار پہ حیران در حیران اپنی

جگہ پہ ساکت ہو گیا۔ آحد کو لائن کراس کرتے ہی
جیت کا جشن مناتے دیکھ کے اس میں اتنی ہمت
نہیں تھی وہ چاندنی کو مزید آگے بڑھا سکتا،وہ خود
ہی مایوس سی آگے کی طرف بڑھتی یزدان کی
طرف بڑھنے لگی جو آنکھیں میچ کے کھولتا وریام
کے ساکت چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

تشنگیِ یار۔۔۔قسط6

از قلم۔۔۔علیشے خان

وری!!۔۔۔اسے غصے سے حویلی میں داخل ہوتے
راستے میں آئی ہر چیز کو پیر سے ٹھوکر مارتے دیکھ کے
یزدان نے اسے کندھے سے پکڑتے ہوئے قابو کرنا چاہا
تھا لیکن وہ اپنے کندھے سے اسکا ہاتھ جھٹک گیا، وہ اس

وقت بے حد غصے میں تھا۔اس نے خواب میں بھی نہیں
سوچا تھا وہ گھڑ سواری کا مقابلہ گاؤں کے ایک معمولی سے
لڑکے سے ہار جائے گا! آحد جھرانی پورے گاؤں کے
سامنے سردار سالک لاشاری کے چھوٹے بیٹے کو ہرا چکا تھا
یہ بات شاید کسی دوسرے کے لئے چھوٹی ہو گی لیکن میر
وریام کے لئے یہ بات چھوٹی نہیں تھی۔اسکے انگ انگ
میں غصے سے آگ بھڑک رہی تھی،وہ شاید وہی پہ کوئی

تماشا شروع کر دیتا اگر جو یزدان اسے بروقت گھسیٹ کے جیپ میں نہ بٹھاتا تو۔۔۔۔آحد جھرانی کو دس لاکھ کے انعام سے نوازہ جا چکا تھا جس پہ وہ اور اسکے دوست ابھی تک لاشاریوں کی زمین پہ جشن منا رہے تھے۔

وریام وہاں رکنا چاہتا تھا، ہر چیز تباہ کر دینا چاہتا تھا لیکن یزدان اسکے دل کی تمام کیفیات سے واقف اسے جلدی

سے حویلی لے آیا تا کہ وہ گاؤں والوں کے سامنے اپنا
خطرناک روپ ظاہر نہ کرے۔۔۔
وہ مجھ سے کیسے جیت سکتا ہے ؟آئی کانٹ بیلیو!۔۔۔وہ
حویلی کے زنان خانے تک آتے ہر چیز کی تباہی کرتا بلند
آواز میں دھاڑ رہا تھا۔اسکے دھاڑنے پہ ایشم، شاہ جہاں
بیگم اور جہاں آرا بیگم تیزی سے کمروں سے باہر نکلی

تھی، وریام لاشاری کو آپے سے باہر دیکھ کے ان تینوں
کی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔

وری!! پاگل کیوں بن رہا ہے؟ ہار جیت ازنارمل! تو
اسے انا کا مسئلہ کیوں بنا رہا ہے؟۔۔۔اسے واس اٹھا کے
اپنی پوری قوت سے سینٹرل ٹیبل پہ مارتے دیکھ کے
یزدان غصے سے حلق کے بل چلاتا اسے بازو پکڑ رہا تھا
لیکن وہ قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

میں نے تجھے بولا تھا اگر میں ہار گیا تو بندہ ماروں گا اور میں واقعی ہی آج اسکا قتل کروں گا! اسکی جرآت کیسے ہوئی مجھے پورے گاؤں کے سامنے ہرانے کی!! ۔۔ وریام لاشاری کی آواز پورے زنان خانے میں گونجی تھی، وہ یزدان کو خود سے دور کرتا تیزی سے اوپر اپنے کمرے کی جانب بھاگا تھا۔

یزدان!! اسے کیا ہوا ہے؟؟ اسکے پیچھے جاؤ۔۔۔ وریام کو جنونی انداز میں یوں اوپر کی طرف بھاگتے دیکھ کے شاہ جہاں بیگم اپنے دل پہ ہاتھ رکھتی روتے ہوئے لرزتی آواز میں بولیں جبکہ ایشم اور جہاں آرا بیگم دم سادھے ہوئے تھیں۔ یزدان انہیں بنا کوئی جواب دیتا اوپر وریام کے پیچھے بھاگ گیا۔ وریام اپنے کمرے میں آتے ہی اپنی

الماری کھولتے ہر چیز کو زمین پہ پھینکتا اپنی بندوق تلاشنے لگا۔

وری!!۔۔۔۔اسکے ہاتھ میں بندوق دیکھتے یزدان چلایا تھا، کیا یہ اتنا سارا غصہ واقعی ہی صرف ہار جانے پہ آ رہا تھا یا معاملہ کچھ اور تھا۔

میرے راستے سے ہٹ یزدان!!۔۔۔وریام کا غصہ اور بے قابو رویہ ہر طرف ہلچل مچا رہا تھا۔وہ دروازے کی

طرف بڑھنے ہی والا تھا جب یزدان تیزی سے پیر کی ٹھوکر سے دروازہ بند کر گیا۔

میری بات سن!! وری میری جان مجھے ٹھنڈے دماغ سے سن!۔۔ یزدان نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اسے نرمی سے سمجھانا چاہا تھا لیکن وہ اسکی سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ اس وقت کسی ضدی بچے کی طرح ریکٹ کر رہا تھا۔

بالاج اور غازان جو ہمیشہ کی طرح ہفتے کی شام کو حویلی لوٹتے تھے، انہوں نے صبح کے وقت آنا چاہا تھا لیکن ضروری کام کی وجہ سے انہیں دیر ہو گئی تھی، پورچ میں داخل ہوتے ہی وریام کی گرجدار آوازیں سنتے وہ تیزی سے زنان خانے کی طرف بھاگے۔ ایشم جو اوپر وریام کے کمرے کے باہر کھڑی اس کی گرجدار دھاڑوں سے ڈر رہی تھی، اسے بندوق نکالتے دیکھ کے تیزی سے نیچے

آتی اپنے بابا سائیں یا چاچا سائیں کو بلانے کے لئے زنان خانے کے دروازے کی طرف بھاگی، بالاچ لاشاری نے ابھی دروازہ دھکیلا ہی تھا جب روتی ہوئی ایشم اسے دیکھتے ہی اسکے سینے سے لگ گئی۔

ادا سائیں!!۔۔۔۔ ایشم نے خوف سے روتے ہوئے اسے پکارا تھا۔

کیا ہوا ہے ایشم؟سب ٹھیک ہے؟کیا وریام نے کچھ کہا ہے؟اسکے چیخنے کی آوازیں کیوں آرہی تھیں؟۔۔۔ایشم کو روتے دیکھ کے بالاچ نے ایک ہی سانس میں فکرمندی سے کتنے سوال داغ ڈالے، جبکہ غاذان پریشانی سے زنان خانے کے دروازے سے لے کر لاؤنج تک ہر چیز کی تباہی دیکھتے صوفے پہ بیٹھ کے روتی ہوئی شاہ جہاں

بیگم کو دیکھنے لگا جنہیں جہاں آرا بیگم حوصلہ دے رہی تھیں۔

وہ وری ادا مقابلہ ہار گئے ہیں اور بہت زیادہ غصے میں ہیں، وہ اوپر بندوق۔۔۔۔ ایشم کے الفاظ اسکے منہ میں ہی رہ چکے تھے کیونکہ بندوق کا ذکر سنتے ہی غازان اور بالاج تیر کی تیزی سے سیڑھیوں کی طرف لپکے تھے۔ بالاج اور غازان کو یہاں دیکھ کے ایشم، شاہ جہاں بیگم اور جہاں

آرا بیگم نے شکر کا سانس بھرا تھا، سالک لاشاری اور دبیر لاشاری شاید اس وقت حویلی میں نہیں تھے اسی لئے تو انہیں وریام کے دھاڑنے کی آوازیں بھی یہاں تک نہیں لا سکی تھیں۔

مجھے نہیں سننا دانی! میرے راستے سے ہٹ! وہ اپنے دوستوں کے درمیان کھڑا مجھے طنزیہ مسکراہٹ سے دیکھ رہا تھا، اس سب کے پیچھے اسکا ہاتھ تھا، میں اسے

نہیں چھوڑوں گا۔۔۔۔۔وریام غصے سے پاگل ہوتا پھولی
سانسوں کے درمیان حلق کے بل دھاڑا۔
کون دیکھ رہا تھا؟ کس کا ہاتھ تھا؟ مجھے یہاں بیٹھ کے پوری
بات بتا!۔۔یزدان نے نرمی سے سوال کرتے اسکے ہاتھ
سے گن پکڑنی چاہی تھی لیکن وہ اپنا ہاتھ دور کر گیا۔وہ
یزدان کو اپنی پوری قوت سے دروازے سے ہٹانے

کوشش کر رہا تھا لیکن یزدان اسکے سامنے چٹان بن کے کھڑا رہا۔

وری؟؟! یزدان!۔۔۔۔اچانک سے وریام کے کمرے کے دروازے پہ بالاج اور غازان نے زور سے دستک دیتے ان دونوں کو بے حد فکر مندی سے پکارا تھا،ان کی مہربان پکار پہ یزدان تشکر کی سانس بھرتا دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا۔شاید اب یہ ضدی انسان کچھ سمجھ

جاتا ورنہ آج اسے قابو کرنا یزدان کو دنیا کا مشکل کام لگ رہا تھا۔

کیا ہو گیا ہے وریام؟۔۔۔ ہر طرف تباہی اور بکھری چیزیں دیکھتے غاذان نے کمرے میں داخل ہوتے غصے سے وریام سے سوال کیا تھا۔

اور یہ بندوق تیرے ہاتھ میں کیا کر رہی ہے؟ صرف اسے چلانے کا پتا ہے؟ کیا ایک انسانی جان کی قانونی سزا

جانتے ہو؟۔۔۔ بالاج تیزی سے آگے بڑھ کے اسکے
ہاتھ سے بندوق کھینچتا غصے سے غراتے ہوئے اسے اپنی
پوری قوت سے دیوار پہ مار گیا۔اس نے عادتاً اپنے
ایڈوکیٹ ہونے کے ناطے انہیں قانون یاد کروایا تھا۔
مجھے قانونی سزا نہیں جاننی! مجھے آحد جھرانی اور اریب
اظہر کا قتل کرنا ہے! اور ہر صورت کرنا ہے!۔۔۔وریام
کی باتوں میں غصے کا طوفان چھپا ہوا تھا، ہر لفظ جیسے تلوار

کی دھار بن کے نکل رہا تھا، وہ دروازے کی طرف بڑھنا چاہ رہا تھا لیکن غازان بروقت دروازہ بند کرتے وریام کو پیچھے کی طرف دھکیل گیا۔۔

اریب اظہر کون ہے؟۔۔۔۔۔۔ یزدان نے سنجیدگی اور حیرانگی سے وریام سے سوال کیا تھا۔وہ کس اریب اظہر کے متعلق بات کر رہا تھا یزدان نہیں جانتا تھا۔ بالاج نے وریام کو قابو کرتے ہوئے صوفے پہ بٹھایا تھا جبکہ غازان

کو جب سے ایثم نے بتایا تھا وریام گھڑ سواری کا مقابلہ ہار
چکا ہے وہ ابھی تک شش و پنج کی کیفیت میں تھا، وہ اچھی
طرح سے جانتا تھا احد جھرانی کا صرف پیسے سے لینا دینا
تھا تو پھر وہ کیسے بیس لاکھ پہ دس لاکھ کو فوقیت دے سکتا
تھا؟

سالا بننا چاہتا ہے میرا! مجھے دعوت دے رہا ہے آ کے میرا
بہنوئی بن! ۔۔۔ یزدان کے سوال پہ وریام کو وہ لمحہ یاد آیا

تھا جب اسکے ہارنے پہ اریب اظہر نے اسے دل جلانے
والی مسکراہٹ پاس کرتے آحد جھرانی کا شانہ تھپتھپایا
تھا، وہ اس منظر کو یاد کرتے ہوئے اپنے بالوں سے سیاہ
رومال نوچ کے اتارتا بدلحاظی سے بولا۔غصے سے اسکی
سانسیں اب تک پھولی ہوئی تھیں۔غاذان نے سائیڈ
ٹیبل سے پانی کا جگ پکڑ کے گلاس میں پانی انڈھیلتے
وریام کی جانب قدم بڑھائے تھے، اسے پانی کا گلاس

پکڑا تا وہ اسی کے قریب بیٹھ گیا تاکہ ساری صورتحال کی تفصیل سن سکے۔۔

سیدھی طرح بکواس کر! کون ہے وہ؟ اس نے تجھے ایسا کیا بول دیا جو میں تیرے قریب ہوتے ہوئے بھی سن نہیں پایا تھا اور اسکے الفاظ کی شدت اتنی تھی کہ تو اسکی جان لینے پہ آ گیا ہے۔۔۔ اسکے جواب پہ یزدان ماتھے پہ شکنیں لئے کرخت لہجے میں بولا۔

اسکے الفاظ کی نہیں یہ اسکی سازش کی شدت تھی! تجھے یاد ہے میری اور اریب اظہر کی ایک دفعہ یونیورسٹی میں لڑائی ہوئی تھی جس کی ٹانگ ضائع ہوتے ہوتے بچی تھی؟۔۔۔ پانی کا ایک گھونٹ بڑھ کے گلاس ٹیبل پہ پٹکتے وریام اپنے کانوں تک آتے گھنے چاکلیٹ براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتا یزدان کو پھولی سانسوں کے درمیان جواب دیتے ساتھ ہی سوال کر رہا تھا۔

ہمم! یاد ہے! کیا وہ آج یہ مقابلہ دیکھنے آیا تھا؟ میری نظروں کے سامنے سے تو نہیں گزرا! ۔۔۔ یزدان اپنے دماغ پہ زور ڈال کے ٹھٹک کے بولتا پر سوچ انداز میں اپنی سیاہ بیرڈ پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔

وہ مقابلہ نہیں بلکہ میری ہار دیکھنے آیا تھا، میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں آحد جھرانی کو میرے مقابلے میں تیار کروانے والا اریب اظہر تھا! کوئی ایسا لڑکا جس

نے پوری زندگی گھڑ سواری نہ کی ہو، اسکے پاس گھوڑا

خریدنے کے پیسے نہ ہوں، وہ میر وریام سے کیسے جیت

سکتا ہے جس نے اپنا پورا بچپن اور جوانی گھوڑوں کے

اصطبل میں گزاری ہے!۔۔وریام کا غصہ اسکے دل میں

ایک گہرے بگولے کی طرح پھیل رہا تھا، وہ بے قابو

ہوتے چیختا ہوا اپنا ہاتھ سینٹرل ٹیبل پہ دے مارتا گر جو

غاذان اسکا ہاتھ بروقت مضبوطی سے نہ تھام لیتا۔

کون ہے اریب ؟؟اور یہ کیا بکواس ہے! میں نے منع کیا
تھا وری تم کسی طرح کا مقابلہ نہیں کروگے کیونکہ تم سے
اپنی ہار برداشت نہیں ہوتی، مقابلے وہ لوگ کرتے ہیں
جن میں جیتنے کا فن اور ہارنے کا حوصلہ ہو! مجھے تمہاری
یہ بچگانہ حرکت بالکل پسند نہیں ہے، اب تم بچے نہیں
رہے، ایک جوان مرد بن چکے ہو! ہار کو ایکسیپٹ کرنا
سیکھو!۔۔۔ بالاج مضبوط لہجے اور دوٹوک انداز میں میر

وریام کو سمجھانے لگا، اس نے اسے اس ٹاپک پہ کافی دفعہ
نرمی سے سمجھا کے دیکھ لیا تھا لیکن وہ سنتا ہی نہیں تھا اسی
لئے آج لہجہ سخت کرنا پڑا۔

آپ کو کیا لگتا ہے میرے اندر جیتنے کا فن نہیں ہے؟۔۔۔
وریام شکوہ کناں انداز سے بالاچ کو جواب دیتا غازان سے
اپنا ہاتھ چھڑوا گیا۔

میں نے ایسا نہیں کہا وری! ہم سب جانتے ہیں، تم ہر
طرح کے کھیل کو جیتنے کا فن رکھتے ہو، میں صرف اتنا
چاہتا ہوں تم جس طرح جیتنے کا فن رکھتے ہو اسی طرح ہار
کو قبول کرنا بھی سیکھ جاؤ!! ضروری نہیں ہے ایک
انسان زندگی کے ہر موڑ پہ بالکل پرفیکٹ پرفارم
کرے، بہت دفعہ ہم ڈھول جاتے ہیں، غلطیاں انسانوں
سے ہی ہوتی ہیں، اگر آج تم اچھا پرفارم نہیں کر سکے تو

اس میں تمہاری غلطی ہے تمہارے مقابل کی نہیں! تم
دونوں نے اپنا بیسٹ دیا، لیکن جیتنا کسی ایک کو تھا اور
جیت وہ گیا جس کے مقدروں میں لکھی تھی، دل بڑا کر
کے اپنے مقابل کو اپریشیٹ کرنا سیکھو، اتنی سی باتوں پہ
خون کے سودے نہیں کیے جاتے! جس طرح سے
تمہارا خون ہم سب کو بہت پیارا ہے اسی طرح سے
باقیوں کے بیٹوں کا خون بھی ان کے اپنوں کو بہت پیارا

ہے چاہے وہ کوئی غریب ہی کیوں نہ ہو! مقابلہ تھا، ختم ہو گیا، تم ہار گئے تو اٹس اوکے! موو آن کرنا سیکھو!۔۔۔

اسکے بچوں سے شکوے پہ بالاج اسے پیار دے خود کے ساتھ لگا تا نرمی سے سمجھانے لگا۔

اگر وہ مجھے ایمانداری سے ہرا دیتا تو میں شاید ایکسیپٹ کر بھی لیتا لیکن اس نے ضرور مجھے بے ایمانی سے ہرایا ہے کیونکہ میں مان ہی نہیں سکتا احد جھنجھلائی گھڑ سواری میں

مجھ سے جیت سکے! یہ بات میرے ماننے میں نہیں آ
رہی، آپ دیکھئیے گا میرا شک بہت جلد یقین میں بدلے
گا اور جس دن یہ یقین میں بدل گیا اریب اظہر اور آحد
جھرانی کی موت اس قدر دردناک بناؤں گا کہ پورا
ڈیرہ غازی خان میرے قہر سے کانپے گا!۔۔۔ وہ اسکی
سمجھنے کی بجائے ضدی انداز میں ایک ایک لفظ پہ زور
دے کے بولتا اس سے الگ ہو گیا، بالاج نے اسے بے

بسی سے سرخ ہوتی نیلی آنکھوں سے گھورتے ہوئے
صوفے کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائی تھی۔
آحد جھرانی نے اگر ساری عمر گھڑ سواری نہیں کی تھی،
اس کے پاس گھوڑا نہیں تھا تو پھر اس نے تمہارے ساتھ
مقابلہ کیسے کیا؟۔۔۔غاذان کسی غیر مرئی نقطے پہ نگاہیں
جمائے پر سوچ انداز میں بولا۔وہ کب سے اسی پوائنٹ پہ
سوچ رہا تھا۔

وہ گھوڑا اریب اظہر کا تھا!۔۔۔۔وریام نے اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیر کے غصہ کم کرنے کی ناکام کوشش کرتے سنجیدگی سے غازان کو جواب دیا۔

اور اریب اظہر کون ہے؟۔۔۔۔غازان نے فٹ سے اگلا سوال کیا۔

ڈیرہ اسماعیل خان کے کسی گاؤں کے سردار کا بھتیجا ہے! ایک دفعہ اسکی اور وریام کی یونیورسٹی میں لڑائی ہو گئی

تھی، لیکن وہ سب ختم ہو گیا تھا، پرنسپل نے صلح صفائی کروادی تھی، مجھے نہیں لگتا یہ اریب اظہر کی کوئی سازش تھی۔۔۔جواب سنجیدگی سے یزدان کی طرف سے آیا تھا۔

تو تمہیں لگتا ہے میں آحد سے اتنی آسانی سے ہار سکتا ہوں؟؟۔۔۔۔اسے اپنی بات کی خلاف ورزی کرتے دیکھ وریام طیش واشتعال کے الم میں غرایا۔

میں یہ نہیں بول رہا! صرف تمہارا فضول میں گرم ہوتا دماغ ٹھنڈا کر رہا ہوں۔ معاملہ اتنا بڑا نہیں ہے کہ کسی کی جان لے لی جائے۔۔۔ یزدان سمجھداری سے بولتا غصے سے سر جھٹک گیا۔

وہ ٹھیک کہہ رہا ہے دماغ ٹھنڈا کرو!۔۔۔ غاذان جس کا بس نہیں تھا وہ احمد جھرانی کی ہڈی پسلی ایک کر دے،

وریام کو اپنے بال نوچتے دیکھ کے نرمی سے سمجھانے لگا۔
اسکا اس قدر نرم لہجہ صرف اپنی فیملی کے لئے ہوتا تھا۔
میرا معاملہ کسی کو بڑا نہیں لگتا! آپ سب میری باتوں کو
لائٹ لیتے ہیں! کل کو کوئی وریام لاشاری کا قتل کر دے
گا پھر بھی ہاتھ پہ ہاتھ دھر۔۔۔
شٹ اپ وری!!۔۔۔وہ تینوں اسکی بات پہ دہلتے ہوئے
لہو رنگ ہوتی آنکھوں سے چلائے تھے،انہوں نے

وریام کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا تھا۔
ہر وقت بس فضول بکواس کروالو اس سے!۔۔۔۔
یزدان شدید غصے سے پھنکارتا ناراضگی کا اظہار کرتے
تیزی سے اسکے کمرے سے واک آؤٹ کر گیا لیکن
جاتے جاتے زور سے دروازے کو ٹھوکر مارنا بھی وہ نہیں
بھولا تھا، کمرے سے نکلتے ہی نگاہیں لرزتی ہوئی ایشم کی
طرف اٹھی تھیں، جو اس سے کچھ فاصلے پہ سیڑھیوں پہ

کھڑی روئے جا رہی تھی، اسے یوں روتے دیکھ کے یزدان فکرمندی سے اسکی طرف بڑھا لیکن وہ اسکی سرخی چھلکتی سرمئی آنکھوں کو سہم کے دیکھتی جلدی سے نیچے کی طرف بھاگ گئی، وہ شاید اس اچانک پیش آتی ساری صورتحال کی وجہ سے کافی ڈر گئی تھی، یزدان آنکھیں میچ کے کھولتا نیچے اسکے پیچھے جانے کی بجائے اپنے کمرے

میں بند ہو گیا کیونکہ ابھی اسے سنبھالنے کے لئے کافی
لوگ موجود تھے۔

اٹھو! نیچے چلتے ہیں، سب پریشان ہو رہے ہیں ابھی بابا
سائیں اور تایا سائیں بھی آجائیں گے، اب میں تمہیں اس
فضول سے مقابلے کے پیچھے پاگل ہوتے نہ
دیکھوں!۔۔۔ بالاچ لاشاری حکمیہ انداز میں بے حد
سنجیدگی سے بولتا دور دیوار کے پاس گری پسٹل اٹھانے لگا

جبکہ غاذان ابھی تک غصے سے وریام کو دیکھ رہا تھا جس
نے اپنے منہ سے فضول بکواس نکالی تھی۔
تمہیں اندازہ بھی ہے! تم نے کیا بات کی ہے
وری؟؟۔۔۔غصے کی شدت سے غاذان کی سانسوں میں
لرزش تھی۔وہ دبی آواز میں غرایا تھا۔بالاج نے
پسٹل اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے ان دونوں کی طرف
دیکھا۔

نیچے چلتے ہیں!۔۔۔وریام اسکا سوال نظر انداز کرتا اپنے چاکلیٹ براؤن بالوں میں ہاتھ پھیرتا سنجیدگی سے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا، اس نے سوچ لیا تھا اسے کیا کرنا ہے۔غاذان کو پھر سے ہونٹ وا کرتے دیکھ کے بالاچ اسے اشارے سے خاموش کرواتا باہر آنے کا اشارہ کرتے خود بھی وریام کے پیچھے نکل گیا۔

ہیلو غلام بخش! مجھے صبح ہوتے ہی آحد جھرانی ڈیرے پہ چاہیئے!۔۔ نہیں! کوئی زور زبردستی مت کرنا۔۔۔ مہمان کے طور پہ دعوت دینا! وہ ضرور آئے گا۔۔۔

غازان فون کال پہ غلام بخش کو حکم دیتا سنجیدگی سے باہر کی طرف بڑھ گیا۔

اوئے! رو کیوں رہی ہو گڑیا۔۔۔۔ ایشم کو جہاں آرا بیگم کے سینے سے لگے روتے دیکھ کے وریام کا سارا غصہ کچھ

پل کی لئے جاگ کی مانند بیٹھا تھا، وہ اسے ان کے حصار سے نکال کے اپنے ساتھ لگاتا پیار سے خاموش کرواتے اسکے ماتھے پہ عقیدت سے اپنے ہونٹ کرواتا شاہ جہاں بیگم کی طرف بڑھ گئی جو آنکھوں میں نمی لئے اسے خفگی سے دیکھ رہی تھیں۔ غاذان نے ملازمہ کو آواز دیتے سالک لاشاری کے آنے سے پہلے تمام بکھری چیزیں

صاف کرنے کا حکم دیا تھا ورنہ وہ اتنی تباہی دیکھ کے وریام کو ڈانٹنا شروع کر دیتے۔۔

لیکن تو نے وعدہ کیا تھا تو مقابلہ ختم ہوتے ہی مجھے تیس لاکھ دے گا!۔۔۔ آحد فون پہ کسی سے مدھم آواز میں مخاطب تھا، لہجے میں دبا دبا سا غصہ لگتا تھا۔

ایک ہفتہ تو بہت دور ہے یار ! جتنی جلدی ہو سکے یہ
معاملہ ختم کر ! میں اسے مزید لٹکانا نہیں چاہتا، مجھے
شادی کرتے ہی اپنے خاندان کو لے کر اس گاؤں سے
نکلنا ہے۔۔ دوسری طرف سے شاید ایک ہفتے کا وقت دیا
گیا تھا، اسی لئے آحد بگڑتے تاثرات سے اپنی کہتے ہی فون
رکھتا لاشاریوں کی زمینوں کی طرف بڑھنے لگا، وہ پیدل
ڈیرے تک جارہا تھا کیونکہ وہ صبح جب ماہ پارہ کو کالج

چھوڑنے کے بعد واپسی پہ آرہا تھا، غلام بخش نے اس تک غاذان کا حکم پہنچایا تھا، احد جانتا تھا غاذان نے اسے کیوں طلب کیا ہے، وہ اسکے سوالات کے لئے پہلے سے تیار تھا۔ اسکے ماں باپ اسکے دس لاکھ کے انعام پہ کافی خوش تھے، ماہ پارہ نے بھی خوشی کا اظہار کیا تھا لیکن اس طرح نہیں جس طرح اسکی پہلی جیت پہ کیا تھا۔

وریام کل سے اپنی ہار کا سوگ منا تا ابھی تک کمرے میں بند تھا، آج اتوار تھی، یونیورسٹی سے چھٹی تھی، وہ اتوار کا پورا دن اپنی نئی گرل فرینڈز کے ساتھ گزارتا تھا لیکن آج اس نے اپنا فون بند کر رکھا تھا، اسکا کمرے سے نکلنے کو ذرا بھی دل نہیں تھا۔ صبح کے ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے، وہ تکیے کو اپنے سینے میں بھینچے کل والا سارا واقع اپنے زہن میں دوڑا رہا تھا، کل کہیں نہ کہیں کچھ تو غلط

تھا۔اریب اظہر کا بار بار احد جھرانی کے کان میں کچھ بولنا
اور پھر اسکی طرف طنزیہ مسکراہٹ پاس کرنا۔۔ کیا تھا وہ
سب ؟ کیا وہ کسی نئی دشمنی کا آغاز چاہتا تھا؟ یا یونیورسٹی
والی پرانی دشمنی اس کے لئے ابھی تک ختم ہی نہیں ہوئی
تھی ؟ وریام یہی سوچ کے پاگل ہو رہا تھا جب اسکے
کانوں میں دستک کی آواز سنائی دی۔وریام کو لگا
دروازے پہ ایشم ہو گی اسی لئے جلدی سے شرٹ اٹھا

کے پہن لی کیونکہ اکثر اوقات اتوار کو اس وقت وہی اسکے
کمرے کا دروازہ بجایا کرتی تھی، اسے اپنی کسی نہ کسی
دوست کی طرف جانا ہوتا تھا، اور وہ جانے اور واپس آنے
کی سروس وریام سے لیا کرتی تھی۔
آجاؤ ایشی !!۔۔۔۔۔وریام نے شرٹ پہنتے ہی اسے
کمرے میں آنے کی اجازت تھی، لیکن کمرے میں ایشم

کی بجائے کسی ملازمہ کو دیکھتے اس نے بددلی سے آئیبرو
اٹھاتے اسکے آنے کا مقصد جاننا چاہا۔
سائیں یہ ناشتہ آپ کی اماں سائیں نے بھجوایا ہے۔۔۔
وریام کے چہرے پہ بیزاری دیکھتی ملازمہ اسکے سائیڈ
ٹیبل پہ کھانے کی ٹرے رکھتی تیزی سے بولی ورنہ وہ خواہ
مخواہ اپنے ڈسٹرب ہونے پہ اسے غصے سے جھاڑ دیتا۔
وریام جو سر جھٹکتے پھر سے اپنی سوچوں میں گم ہو چکا تھا،

اچانک سے کرنٹ کھاتے ہوئے اس ملازمہ کی طرف دیکھنے لگا جو کھانا رکھتے ہی واپس کو مڑ رہی تھی۔

ہیے! رکو! کیا نام ہے تمہارا؟۔۔۔۔۔۔وریام نے اسے تیزی سے پکارا تھا۔اسکے سوال پہ ملازمہ کنفیوز ہوتی رخ موڑ کے اسکی طرف دیکھنے لگی۔وہ صنفِ نازک درمیانے سے قد اور صاف رنگت کی ملازمہ خود پہ چادر اوڑھے ہوئے تھی،وہ شاید ان کی کسی پرانی ملازمہ کی بیٹی

تھی جس پہ وریام نے آج غور کیا تھا۔وہ کم و بیش بیس سے اکیس سال کی لگتی تھی۔

جلدی بولو! کیا نام ہے تمہارا؟ تم آحد کی گرل فرینڈ ہو نا؟۔۔۔اسکی خاموشی پہ وریام جھنجھلاتے ہوئے استفسار کرنے لگا۔وہ اس لڑکی کو پہچان چکا تھا۔"گرل فرینڈ" لفظ پہ اس ملازمہ کے چہرے پہ سایہ سا لہرایا تھا۔

م۔میرا۔۔نام۔۔حیات۔۔۔ہے۔۔سائیں!۔۔۔
ملازمہ نے تذبذب کا شکار ہوتے لڑکھڑاتے لہجے میں
جواب دیا۔
حیات! نائس نیم۔۔۔۔۔۔۔وریام اسے سرتاپاؤں دیکھتا
آنکھ ونک کرتے ہوئے گھمبیر آواز میں بولا۔وریام کے
اس انداز پہ حیات کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی
تھی۔

حیات تم ہر شام نیم کے درخت کے نیچے آحد سے ملتی
ہو! رائٹ؟ کل اسکے مقابلہ جیتنے پہ تو کافی خوش ہوئی ہو
گی تم؟۔۔۔اسے خاموشی سے دروازے کی طرف
بھاگتے دیکھ کے وریام اپنے بیڈ سے اٹھتا سائیڈ ٹیبل سے
چائے کا کپ پکڑ کے لبوں سے لگاتا اطمینان سے مزید
سوال کرنے لگا، اسکے سوالات پہ حیات کا چہرہ فق ہوا
تھا۔وہ سانس تک روک گئی، وہ دونوں تو چھپ کے ملتے

تھے تاکہ کسی کو خبر تک نہ ہو سکے پھر وریام لاشاری کیسے جان چکا تھا؟ کیا اس نے ان دونوں کو درخت کے نیچے باتیں کرتے پکڑ لیا تھا؟ حیات دھڑکتے دل سے سوچنے لگی۔

ن۔ نہیں۔ سا۔ سائیں! ۔۔۔ وریام سمجھ نہ سکا اس نے اسکے پہلے سوال کا جواب دیا ہے یا دوسرے سوال کا۔

حیات!! یہاں آؤ۔۔۔۔اسے یہاں سے بھاگنے کی تیاری کرتے دیکھ کے وریام نے حکمیہ انداز میں اسے اپنے پاس بلاتے حیات کے قدم زنجیر کیئے تھے۔۔

م۔مجھے۔۔نیچے۔۔۔بیگم سرکار۔۔۔۔حیات کو اس سے ڈر لگ رہا تھا اسی لئے واپس سے اسکے پاس جانے کی بجائے بہانہ گڑنے لگی جب وریام چائے کا کپ سائیڈ ٹیبل پہ پٹختا تیزی سے اسکی طرف قدم بڑھاتے اسے

بازو سے پکڑتا کمرے کے دروازے کے ساتھ لگا گیا۔
وریام کی اس حرکت پہ حیات سانس تک روک گئی۔
مجھے اپنی حکم عدولی کرنے والے لوگ زہر لگتے ہیں
حیات لیکن تم پیاری ہو!۔۔۔وریام اسکے گال پہ ہاتھ
سہلاتا لہجے کو جان بوجھ کے بوجھل اور گھمبیر بناتا اپنا چہرہ
اس پہ جھکائے ہوئے تھا، حیات کی دھڑکنیں سرپٹ

دوڑی تھیں، اسکے اتنا نزدیک تو آج تک آحد نہیں آیا تھا جس قدر نزدیک وریام بنا کسی خوف و خطر کے کھڑا تھا۔ د۔ دیکھیں۔۔ س۔۔ سائیں۔۔۔ حیات نے روہانسے ہوتے اس سے اپنا بازو چھڑوانے کی تگ و دو کرتے فاصلہ بنانا چاہا تھا لیکن وریام اس کے مزید نزدیک ہو گیا۔ میری کنیز بنو گی حیات؟۔۔۔ وریام اسکی چادر میں چھپے سراپے پہ نگاہیں جمائے خمار آلود آواز میں استفسار کرنے

لگا۔

م۔میں۔۔آ۔۔آپ۔۔کی۔۔حویلی۔۔م۔میں۔۔
س۔سب۔۔کی۔۔کنیز۔۔ہی۔۔تو۔۔ہوں۔۔حیات
دھک دھک کرتے دل سے بولتی وریام کی اس قدر
نزدیکی پہ خائف ہو رہی تھی، اسکا پورا وجود اس وقت
کپکپاہٹ کا شکار تھا۔

چچ چچ!! نہیں۔۔۔ تم میری بات کا مطلب کا نہیں سمجھی

حیات۔۔۔میں سمجھاتا ہوں۔۔۔اسکے کانپنے پہ وریام نرمی

سے بولتا اسکے چہرے کے ہر نقش کو نگاہوں کے حصار

میں لئے ہوئے تھے، حیات کو اس کے نرم لہجے سے بھی

خوف محسوس ہو رہا تھا، وہ اس انسان کی پہنچ سے دور جانا

چاہتی تھی۔اسے وریام سے ڈر لگ رہا تھا۔

جانتی ہو حیات! زمانہ پہلے کی بات کریں تو سرداروں کو
جو کنیز پسند آجاتی تھی وہ اس کنیز کو اپنے حجرے میں
طلب کرتے اسے اپنی عورت بنالیا کرتے تھے لیکن
بیوی کا درجہ نہیں دیتے تھے کیونکہ ایک معمولی سی کنیز
کو بیوی کا درجہ دینا وہ اپنی توہین سمجھتے تھے، یہ ریت کب
کی ختم ہو چکی تھی لیکن تمہاری خوبصورتی دیکھتے ہی میں
ٹھان چکا ہوں میں وریام لاشاری یہ ریت پھر سے شروع

کروں گا، تم وہ پہلی کنیز ہو جو سردار سالک لاشاری کے چھوٹے سپوت کا بستر گرم کرے گی اور اسکے بدلے میں تمہارے ماں باپ کو بھاری رقم سے نوازہ جائے گا، میں تمہیں تمہارے ماں باپ سے خرید لوں گا! بولو کیا تمہیں میری کنیز بننا منظور ہے؟۔۔۔وریام بنا کسی لگی لپٹی کے بے شرم الفاظ کا استعمال کرتا حیات کا چہرہ سرخ کر گیا، وریامِ کی گرم سانسوں کی تپش اسکا چہرہ جھلسا رہی

تھی۔ وہ آنکھوں میں نمی لئے خوف سے سہمتے ہوئے
وریام لاشاری کی طرف دیکھنے لگی جس نے اپنے چند
جملوں سے اسکی ذات کو بے مول کر دیا تھا۔
مجھے۔۔۔ چھوڑیں۔۔ سائیں۔۔ یہ۔۔ آپکی۔۔ کیسی۔۔
باتیں۔۔ کر۔۔ رہے۔۔ ہیں! ۔وہ بھیگی آواز میں بولتی
اسکے حصار میں مچلتے ہوئے خود کو آزاد کروانے لگی۔

تمہارے بھلے کی باتیں کر رہا ہوں، تم جیسی خوبصورت
لڑکی آحد جھرانی جیسے دو نمبر انسان کو ڈیزرو نہیں کرتی!
ویسے اس دو نمبر کمینے نے تمہیں اتنا تو بتایا ہو گا وہ مجھ سے
کس طرح سے بے ایمانی کر کے جیتا ہے؟۔۔۔۔وریام
اسکی آنکھوں کی نمی اگنور کرتا بے تاثر انداز میں آئیبرو اچکا
کے استفسار کرنے لگا۔

م۔میں۔۔کچھ۔۔نہیں۔۔جانتی۔۔سائیں!۔۔خدا۔۔
کے۔۔۔لئے۔۔مجھ۔۔۔سے۔۔۔دور۔۔۔ہو۔۔۔
جائیں!۔۔۔حیات ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کے
رونے لگی۔اسکے لہجے میں خوف واضح تھا۔
میں جانتا ہوں تم ایک عزت دار لڑکی ہو لیکن راتوں کو
آحد جھرانی سے ملنا عزت دار لڑکیوں کا کام نہیں ہے
حیات!مرد کو وحشی بننے میں منٹ نہیں لگتا۔۔۔۔اسکے

رونے پہ وریام لاشاری اس سے فاصلہ قائم کرتا سرد لہجے میں گویا ہوا تھا۔

کیا ایک عزت دار لڑکی کو اسکے عزت دار ماں باپ سے خرید کے اپنی کنیز کا درجہ دینا، اس سے اپنا بستر گرم کرنے کی فرمائش کرنا عزت داروں والا کام ہے سائیں؟۔۔۔۔۔ وہ اپنی لرزتی آواز پہ قابو پاتی روتے ہوئے حیرانگی سے وریام سے سوال کرنے لگی، اسے

فاصلہ قائم کرتے دیکھ کے اسکی سانس میں سانس آئی تھی۔ وہ بھلے ایک ملازمہ تھی لیکن عزت دار تھی، وہ سردار کے اس عیاش بیٹے کا بستر گرم نہیں کر سکتی تھی۔

اسکے سوال پہ وریام کچھ پل بول نہ سکا۔ وہ اسے سرد نگاہوں سے گھورنے لگا۔

اگر تم نہیں چاہتی میں پرانی ریت کے مطابق تمہیں اپنی بیوی کا درجہ دیئے بغیر تمہارے ساتھ اپنا بستر گرم کر

لوں تو آج کے بعد آحد جھرانی سے دور رہنا، تم پہ وریام لاشاری بہت جلد اپنی مہر لگائے گا لیکن ہمارا نکاح خفیہ رہے گا! سردار اپنی کنیزوں کو نکاح میں نہیں لیا کرتے، یہ پورے گاؤں والوں کے سامنے میری توہین ہو گی۔۔۔ وریام لاشاری آنے والے وقت سے بے خبر پر سوچ نظروں سے حیات کو دیکھتا ایک ایک لفظ پہ زور ڈالتے ہوئے بولا، وہ اس لڑکی کو آحد جھرانی کو نیچا

دیکھانے کے لئے استعمال کرنا چاہتا تھا کیونکہ کل رات
اسکے دشمن (اریب اظہر) کے ساتھ مل کے جشن مناتے
اس نے وریام لاشاری کے ساتھ دشمنی مول لی تھی اور
اس دشمنی سے شاید احد جھرانی ابھی تک واقف نہیں ہوا
تھا۔اس نے بہت حسن دیکھا تھا وہ اس ملازمہ کے معمولی
سے حسن سے بالکل ایمپریس نہیں ہوا تھا ورنہ تو اسے

اس سے پہلی نظر کی محبت ہوئی تھی، ہاں اس لڑکی کو

استعمال ضرور کیا جاسکتا تھا۔

(میں آپ جیسے عیاش اور آوارہ انسان کے نکاح میں آنا

بھی نہیں چاہتی جو نکاح کا مطلب بھی ٹھیک سے نہ جانتا

ہو)۔۔۔حیات دل میں غصے سے سوچتی نفرت سے

وریام لاشاری کو دیکھتی اسے بنا کوئی جواب دیئے اپنے

آنسو صاف کرتے ہوئے تیزی سے اسکے کمرے سے
بھاگ گئی۔

وریام لاشاری بہت جلد تم سے اپنے سٹائل میں بدلہ لے گا آحد حفیظ جکھرانی، اور اس طرح سے بدلہ لے گا کہ تم آئندہ کسی بچے سے بے ایمانی کرنے سے پہلے بھی سو دفعہ سوچو گے! ہاہاہا۔ وریام لاشاری کو بے وقوف بنانا اتنا آسان نہیں ہے جتنا تم سے سمجھ لیا تھا، ایک ہفتے کے اندر

اندر تمہاری ہستی ہلا کر رکھ دوں گا!۔۔۔ڈرپوک سی ملازمہ کو بھاگتے دیکھ کے وریام لاشاری دلچسپی سے سوچتا منصوبہ بندی کرنے لگا، اسکا موڈ اب فریش ہو چکا تھا۔وہ اپنے دشمنوں سے اپنے طور پہ بدلہ لینا چاہتا تھا اور اس بدلے کو لینے سے پہلے اسے غاذان، بالاج اور یزدان کو ہر لحاظ سے مطمئن کرکے یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اس ہار کو بھول چکا ہے اور مزید کوئی بدلہ نہیں چاہتا تاکہ وہ اپنا

دھیان اس پہ سے ہٹا سکیں ورنہ اسے ہر وقت ان تینوں کی نگرانی میں رہنا پڑتا۔

بالاج اور غاذان کی اس دفعہ لاہور واپسی لیٹ ہوئی تھی، وریام کی طرف سے مکمل طور پہ مطمئن ہوتے وہ آج پانچ دنوں بعد لاہور آئے تھے۔وریام نے انہیں ہر لحاظ سے مطمئن کر دیا تھا کہ وہ کچھ غلط نہیں کرے گا، وہ اپنی

ہار بھول چکا ہے، وہ بالاج اور غاذان کو تو ریلیکس کر چکا تھا لیکن یزدان ابھی تک ٹھیک سے مطمئن نہیں ہوا تھا، وہ اسکے ساتھ کسی سائے کی طرح چپکا رہتا تھا۔

لاہور آتے ہی بالاج نے سب سے پہلے مس ٹک ٹک کی خبر لی تھی جو تقریباً ایک ہفتے سے کالج نہیں گئی تھی، اسے خبر ملی تھی وہ اسکے لاسٹ ائیر کے لاسٹ ڈیز تھے جن میں اسکی ہاؤس جاب کے انٹرویوز چل رہے

تھے، وہ ایک قابل طلبہ تھی اسی لئے ٹیچرز نے تمام
قابل طلبات کو فوراً سے کام پہ لگنے کی ہدایت دی تھی۔
بالاچ خود اپنے طور پہ پتا کر چکا تھا وہ کس ہاسپٹل میں کام
کر رہی ہے۔ وہ ہاسپٹل کے متعلق تو معلوم کر چکا تھا
لیکن اب اسے ہاسپٹل جانے کے لئے ایک وجہ درکار
تھی، وہ وجہ کیا ہو سکتی تھی؟ بالاچ نے اپنی گاڑی کے
سٹیرنگ پہ ہاتھ بجاتے پر سوچ انداز میں سوچا، غاذان

اس وقت آفس میں تھا اور بالاچ کورٹ جانے سے پہلے
اپنے بے چین دل کو قرار دینا چاہتا تھا جو اسکی شیرنی کی
ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب ہو رہا تھا۔۔
امم!! نہ تو مجھے بخار ہے، نہ ہی میرے دل میں کوئی مسئلہ
ہے، نہ گردے میں پتھری ہے، نہ پیٹ خراب ہے! پھر
دیدارِ یار کے لئے کیا وجہ بنائی جا سکتی ہے؟۔۔۔ بالاچ
خود کو گڑ آوٹ کرتا نچلا لب دانتوں تلے دبا کے سوچنے

لگا لیکن اس نے سوچنے میں زیادہ وقت ضائع نہیں کیا تھا، وہ تیزی سے گاڑی سٹارٹ کرتا سڑک پہ دوڑانے لگا، ہاسپٹل کی پارکینگ میں گاڑی روکتے ہی بالاج لاشاری نے ڈیش بورڈ سے چاقو نکالتے بنا سوچے سمجھے اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیوں پہ ایک گہرا کٹ لگایا تھا۔

سوری اللہ تعالٰی! میں جانتا ہوں خود کو تکلیف دینا گناہ ہے لیکن میں خود کو یہ تکلیف جان بوجھ کے نہیں دے رہا،

مجھے مس ملک نے مجبور کیا ہے، اسی لئے اصولاً مس روشانے کے فرشتوں کو یہ گناہ ان کے اعمال میں نوٹ کرنا چاہیئے! ۔۔۔۔ بالاچ خود کو تکلیف دیتے ہوئے دل میں معصومیت سے اللہ سے مخاطب تھا، گہرے کٹ لگنی کی وجہ سے خون ابل ابل کے گاڑی کے کارپٹ پہ گرنے لگا۔

بیچ بیچ! ایڈووکیٹ بالاج لاشاری کو اسٹیچز کی اشد

ضرورت ہے ورنہ ان کی جان بھی جاسکتی ہے----

بالاج افسوس سے خود کو بولتا جلدی سے اپنی گاڑی سے

نکلتا ایک سے دو ٹیشو اپنی انگلیوں پہ رکھتے گاڑی لاک کرتا

راہداری کی طرف بڑھنے لگا، وہ اس وارڈ کی طرف بڑھ

رہا تھا جہاں پیشنٹس کی مائنر انجریز کو ٹریٹ کیا جاتا تھا۔وہ

روشانے کی ڈیوٹی کے تمام اوقات کا پتا لگا چکا تھا۔کاؤنٹر

پہ آتے ہی اپنی مطلوبہ جگہ کے متعلق استفسار کرتا وہ
قدم آگے کی طرف بڑھانے لگا۔کاریڈور سے ہوتے
ہوئے وہ کونے والے روم کی طرف بڑھ چکا تھا۔

گھرے کٹس ہیں میں اسٹچ کر دیتا لیکن مجھے ابھی ایمرجنسی
جانا ہے!آپ پلیز یہاں ویٹ کیجئیے،میں ابھی ڈاکٹر
صاحبہ کو بھیجتا ہوں!۔۔۔میل ڈاکٹر بالاچ کی انگلیاں ہر

طرح سے چیک کرنے کے بعد پروفیشنل انداز میں بولتا
اسکے سر کو خم دینے پہ باہر کی جانب بڑھ گیا، بالاچ جو
کب سے یہ سوچ کے غصہ ہو رہا تھا کہ اسے یہ بڈھا ڈاکٹر
اسٹیچز لگائے گا، اسکے جانے کا سن کے اسکے دل پہ
ٹھنڈی پھوار پڑی تھی۔ وہ جانتا تھا اسکے بیہالف پہ کون
میڈیم اسے اسٹیچز لگانے آسکتی ہیں کیونکہ ابھی اسکی

جاب کا سٹارٹ تھا، وہ اسی ڈاکٹر کے انڈر کام کر رہی

تھی۔

ڈاکٹر روشانے! میرے کیبن میں ایک نوجوان موجود

ہے اسکے ہاتھ پہ چوٹ آئی ہے، اسٹیچز لگیں گے! آپ

جا کے دیکھ لیں۔۔ وہ ادھیڑ عمر ڈاکٹر اپنے روم سے ملحقہ

کمرے کی جانب بڑھتے نرمی سے روشانے سے مخاطب

ہوئے۔۔

لو جی! پھر کوئی اپنا ہاتھ تڑوا کے آگیا ہے؟ ایک تو ڈاکٹر صاحب مجھے سمجھ نہیں آتی ہماری نوجوان نسل کس طرف جا رہی ہے؟ یہ لڑکے جو خود کو کسی فلم کا ہیرو سمجھ کے پہلے نقصان پہنچا لیتے ہیں پھر بعد میں تکلیف کا سامنا کرنے پہ ڈاکٹر کے پاس کیا لینے آتے ہیں؟ اگر اتنی ہی ہیرو گیری کرنے کا شوق ہے تو ایک ہی دفعہ خود کو معذور کر کے کیوں نہیں بیٹھ جاتے تا کہ ان کے دل میں

ٹھنڈ پڑ جائے۔ میرا تو دل کرتا ایسے لڑکوں کو اسٹیچز
لگانے کی بجائے ان کے ہاتھ کا آپریشن کروں تاکہ انکی
عقل ٹھکانے آئے۔۔۔ ڈاکٹر صاحب کی بات سنتے ہی
روشانے تاسف سے سر نفی میں ہلاتی ہنستے ہوئے افسوس
سے بولی، وہ اپنے کلوز کولیگز کے ساتھ بہت ہنس مکھ
انداز میں رہتی تھی۔ روشانے کے منہ سے ہاتھ کے
آپریشن کا ذکر سنتے جہاں ڈاکٹر صاحب ہنس دیئے وہی پہ

ملحقہ کمرے میں کرٹن کے پیچھے بیٹھا بالاچ لاشاری دہلتا

ہوا اپنے ہاتھ کی طرف دیکھنے لگا، روشانے کی ہنسی کی

جلترنگ سنتا وہ اس چھوٹے سے بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوتا

کرٹن کی طرف اپنے قدم بڑھانے لگا، اتنے دنوں بعد

اسکی آواز سنتے ہی دل کانوں میں دھڑک رہا تھا، اس نے

آج پہلی دفعہ اسے ہنستے ہوئے دیکھا تھا ہنسنے کے باعث

اسکے موتیوں سے دانت نظر آرہے تھے، دراز قد ہونے

کے باعث وہ کرٹن کی دوسری جانب آسانی سے دیکھ
سکتا تھا، است دیکھتے ہی بالاچ لاشاری کے پورے وجود
میں سکون کی لہر دوڑی تھی، وہ لائٹ پیچ خوبصورت سے
گرم ڈریس میں ملبوس بالوں کی ہائی ٹیل بنائے دوپٹا یوں
لئے ہوئے تھی کہ اسکی پشت اور فرنٹ ٹھیک سے کور
ہوتی تھی جیسے اس نے کسی شال کو کیری کیا ہو۔وہ ہر
طرح کا لباس ٹھیک سے کیری کرنا جانتی تھی۔

تو ڈاکٹر روشانے! آپ مہربانی فرما کے مریض کو آئی سی یو کا رستہ دیکھانے کی بجائے تمیز سے اسکا ٹریٹمنٹ کریں گی۔۔۔۔ ادھیڑ عمر ڈاکٹر عدیل ہنستے ہوئے اسکی بات کا جواب دیتے کمرے سے جا چکے تھے۔ روشانے کی نگاہیں ابھی تک کرٹن کی دوسری طرف نہیں اٹھی تھیں جہاں پہ کھڑا بالاج اپنے ہاتھ کی تکلیف بھلائے اسے فرصت سے دیکھتا جا رہا تھا۔

چلو بھئی میڈیکل باکس نکالو! مجھے تروپے لگانے ہیں!
دل تو کرتا ہے ایسے لڑکوں کو ہاتھوں پہ تروپے لگانے کی
بجائے انکے منہ پہ رکھ کے جھانپڑ لگاؤں جو ستے راوڈی
بنے پھرتے ہیں!۔۔۔ڈاکٹر روشا نے اپنی جگہ سے
کھڑی ہوتے دانت پیستے ہوئے نرس سے مخاطب
تھی۔۔اسکے جواب پہ بالاچ نے منہ کھولتے ہوئے اپنے
گالوں پہ ہاتھ رکھا تھا۔کیا اس کا دل واقعی ہی صحیح لڑکی

سے محبت کر رہا تھا یا اس محبت کے چکر میں روشا نے زیدی نے اسکی بوٹیاں کردینی تھیں؟ بالاچ تھوک نگل کے سوچتا ہوا واپس سے جا کے بیڈ پہ بیٹھ گیا کیونکہ وہ بھی پہ آنے والی تھی۔

ہو سکتا ہے اس نے خود کو خود تکلیف نہ پہنچائی ہو ڈاکٹر صاحبہ؟ اللہ کی طرف سے بھی انسان کو چوٹیں لگ جاتی

ہے!۔۔۔ نرس بیچاری کو یونہی اس لڑکے پہ ترس آنے
لگا جیسے مس روشانے تڑوپے لگانے والی تھیں۔
تو اللہ نے آنکھیں، ناک، کان اور دماغ استعمال کرنے
کے لئے ہی دیا ہیں اگر ان کا اچھا استعمال کیا جائے تو
انسان اپنی حفاظت اپنی مدد آپ کے تحت کر سکتا
ہے۔۔۔ روشانے کندھے اچکا کے بولتی ہیل کو ٹک ٹک

کرتے ہوئے اسی طرف آرہی تھی۔ بالاج اسکا حرف با
حرف سنتا اپنی مسکراہٹ دبا رہا تھا۔
جی بھئی! کیسے چوٹ آ۔۔۔۔۔۔ کرٹن پیچھے کرتی
روشانے زیدی جو پیشنٹ کی طرف دیکھے بنا ہی بلند آواز
میں روعب سے استفسار کرنے والی تھی نگاہیں ایک دم
سے سامنے بیڈ پہ بیٹھے اس ایڈوکیٹ کی طرف اٹھی تھیں
جس سے اسکی ملاقات پچھلے دو ہفتوں سے اتفاقاً ہی ہو

رہی تھی۔ اتفاق ایک دفعہ ہوتا ہے، دو دفعہ بھی ہو جاتا ہے لیکن آئے روز یہ اتفاق اب روشانے زیدی کی سمجھ سے باہر ہونے لگا تھا، خیر جو بھی تھا اسے ڈاکٹر ہونے کے ناطے اسے ٹریٹ کرنا تھا، وہ اپنا سوال درمیان میں روکتی مضبوط قدم اٹھاتی سنجیدگی سے اسکی طرف بڑھنے لگی۔ نرس اپنے ہاتھ میں موجود میڈیکل باکس وہی بیڈ کے

ساتھ پڑی چھوٹی سی ٹیبل پہ رکھ کے وہاں سے جا چکی تھی۔

کہاں چوٹ آئی ہے آپ کو؟۔۔۔۔۔۔روشانے نے اپنے ہاتھ پہ گلوز چڑھاتے ہوئے سنجیدگی سے بالاج سے سوال کیا تھا، ابھی کہ وہ آسانی سے دیکھ سکتی تھی چوٹ اسکی بائیں ہاتھ کی انگلیوں پہ آئی ہے۔۔

ایکچولی ڈرائیونگ کرتے ہوئے میرے ہاتھ پہ گاڑی کا شیشہ لگ گیا ہے۔۔۔۔ بلاج نے گلہ کھنکھارتے ہوئے عادت کے خلاف جھوٹ بولتے ہوئے اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھایا تھا۔

گریٹ! آپ ڈرائیونگ سیٹ پہ تھے یا پسنجر سیٹ پہ ایڈوکیٹ صاحب؟۔۔۔ روشانے نے میڈیکل باکس کھولتے اس سے اگلا سوال داغا تھا، وہ جب بھی اسے یوں

پکارتی تھی دل لے جاتی تھی، وہ اس سے اتنی تمیز سے
مخاطب ہو رہی تھی، بالاج کے لئے یہی کافی تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پہ! ــــ بالاج نے مدھم سی
مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیتے سچ بولا تھا۔

آپ ڈرائیونگ رائٹ ہینڈ سے کرتے ہیں یا لیفٹ ہینڈ
سے؟ ــــ روشانے نے اسکا مضبوط ہاتھ احتیاط سے
تھامتے اگلا سوال پوچھتے اسکی چوٹ کا معائنہ کیا تھا۔ اسے

اپنے قریب کھڑے، اپنا ہاتھ تھامتے دیکھ کے بالاچ کو لگا
اسکا دل دھڑک دھڑک کے ابھی باہر آجائے گا، البتہ
ڈاکٹر روشانے کا انداز پروفیشنل تھا۔
الکورس رائٹ ہینڈ سے! ــــــ بالاچ کا لہجہ شاید ہی
کبھی کسی لڑکی کے لئے اس قدر مٹھاس سے بھرپور ہوا
ہو جتنا اس وقت تھا۔

ہاؤفنی ایڈوکیٹ صاحب! ڈرائیونگ آپ رائٹ ہینڈ سے کر رہے تھے، ونڈو آپ کی رائٹ سائیڈ پہ تھی لیکن چوٹ آپکے بائیں ہاتھ پہ آئی ہے؟۔۔۔روشانے اسکا بلڈ کلین کرتے ہوئے آبرو اٹھا کے حاضر جوابی سے بولتی بالاچ کو حیران کر گئی۔کیا تھی یہ لڑکی!؟

ایکچولی میں لیفٹ ہینڈ سے سیگریٹ پی رہا تھا، سیگریٹ باہر پھینکتے ہوئے۔۔۔۔بالاچ نچلا لب دانتوں تلے دباتا

ابھی کوئی بہانہ کرتا جب روشا نے اسکی بات کاٹ گئی۔
اگر یہ سیگریٹ آپ کے ہاتھ کی پوریں جلا ڈالتا تو میں
آپ سے اتنے سارے سوالات بالکل نہیں کرتی لیکن
چونکہ آپکا ہاتھ اتنی بری طرح سے گاڑی کے شیشے کی وجہ
سے متاثر ہوا ہے یہ بات حیران کن ہے! کم آن وہ
صرف ونڈو تھی ایڈوکیٹ صاحب تلوار نہیں۔۔۔۔
روشا نے اسکے اتنے برے جھوٹ پہ نفی میں سر ہلاتے

ہوئے بے ساختہ ہنس دی، وہ شاید جھوٹ بولنے کا عادی
نہیں تھا، اسے لئے اسے جھوٹ بولنا نہیں آیا تھا،
روشانے کب سے اسکے اتنے فضول سے جھوٹ پہ ہنسی
ضبط کر رہی تھی لیکن ناکام ٹھہری۔
ونڈو کا شیشہ ٹوٹا ہوا بھی ہو سکتا ہے ڈاکٹر صاحبہ۔۔۔
اسے اپنا جھوٹ پکڑتے دیکھ کے وہ اسکے گلابی ہونٹوں کی

ہنسی کا یہ منظر اپنی آنکھوں میں قید کرتا مسکراتے ہوئے بولا۔

میرا جواب ابھی تک وہی ہے! وہ صرف ونڈو کا شیشہ تھا تلوار نہیں! ۔۔۔۔ روشانے نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے جواب دیا، وہ اسے ذرا سا جھک کے سٹیپز لگا رہی تھی اسی لئے آگے ہائی ٹیل میں مقید بال دونوں کندھوں پہ بکھر چکے تھے۔

اوکے فائن! مجھے جھوٹ بولنا نہیں آتے، آہستہ آہستہ
سیکھ جاؤں گا۔۔وہ اس آرگیومینٹ پہ بحث کرنے کی
بجائے آرام سے اپنی غلطی مان گیا۔اسے اتنے آرام سے
اپنی غلطی مانتے دیکھ کے روشانے دل میں حیران ہوئی
تھی، اسے ہمیشہ وہ لوگ بہت ایمپریس کرتے تھے جو
آرام سے اپنی غلطی مان جایا کرتے تھے لیکن ساتھ ہی

اسے اسکا دوسرا جملہ کھٹکا تھا کہ وہ جھوٹ بولنا سیکھ جائے گا!

جھوٹ بولنا کوئی نیک کام تو نہیں ہے جو آپ اس کام میں مہارت رکھنے کا سوچ رہا ہیں ایڈوکیٹ صاحب!! کیا جھوٹ بولنا اتنا ضروری تھا کہ آپ نے اپنے دس گناہ لکھوانا ضروری سمجھا؟ آپ سچ بھی بول سکتے تھے۔۔۔۔

روشا نے سمجھداری سے بولی، وہ اب سنجیدگی سے اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

سچ بول دیا ہوتا تو شاید آپ اس وقت مجھے اسٹیچز لگانے کی بجائے جھانپڑ لگا رہی ہوتی!۔۔۔وہ صاف گوئی سے بولتا مسکراہٹ دبانے لگا، اسکے جواب پہ روشا نے چونکی تھی لیکن اگلے ہی پل ڈاکٹر صاحب کے ساتھ اپنی باتیں

یاد کرتی خائف ہوتے ہوئے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا
گئی، وہ شاید اسکی کچھ دیر پہلے والی باتیں سن چکا تھا۔
جھانپڑ لگنے بھی چاہیئے ویسے، ضروری نہیں خود کو غصے
میں ہمیشہ نقصان پہنچایا جائے، ہمارے خود کو نقصان
پہنچانے سے کسی کو کوئی فرق نہیں پڑتا سوائے ہماری اپنی
ذات کے! تکلیف صرف ہماری روح کو جھیلنی پڑتی ہے
ـــــ وہ سٹیپز لگاتے ہی اسکی ہاتھ چھوڑتے اب

میڈکل باکس بند کرتے ہوئے عادتاً غلط کو غلط بول رہی تھی۔ انداز اور لہجہ نرم تھا، وہ باتوں ہی باتوں میں اسے اسٹیچز لگا چکی تھی اور بالاچ کو ذرا بھر بھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی تھی۔ یہ شاید اسکا طریقہ تھا، وہ اپنے پیشنٹس کو ایسا ٹریٹمنٹ دیتے ہوئے جان بوجھ کے باتوں میں لگا دیتی تھی تاکہ مقابل تکلیف محسوس نہ کرے۔۔ کم از کم

اس کے اس الگ انداز سے بالاچ نے تو یہی محسوس کیا تھا

۔

یہ چوٹ میں نے خود کو بہت پیار سے دی ہے! اس چوٹ نے مجھے تکلیف دینے کی بجائے میری روح کو سکون پہنچایا ہے ڈاکٹر صاحبہ! نائس ٹو میٹ یو۔۔۔وہ پر اسرار انداز میں بولتا روشانے کی طرف مسکراہٹ پاس کرتے مزید چپکو بننے کی بجائے دل کو سمجھاتا ہوا دروازے کی

طرف بڑھ گیا، اسکے عجیب سے جواب اور پر اسرار سی مسکراہٹ پہ روشانے نا سمجھی سے اسکی چوڑی پشت کی طرف دیکھنے لگی، وہ جا چکا تھا لیکن اسکی پرفیوم کی مخصوص خوشبو ابھی تک اسی روم میں موجود تھی۔

____

تشنگیِ یار۔۔۔ قسط 7

از قلم۔۔۔ علیشے خان

اسکی جرآت کیسے ہوئی تم سے یہ سب بکواس کرنے کی؟۔۔۔ حیات کی تمام باتیں سنتے ہی آحد بھڑک اٹھا تھا، وہ وریام کے منع کرنے کے باوجود آج پھر

آحد سے ملی تھی لیکن اس دفعہ جگہ اور وقت
تبدیل تھا، وہ دونوں رات کے دو بجے زمینوں سے
کافی دور ایک درخت کے سایے تلے موجود تھے،
حیات بری طرح سے روئے جا رہی تھی جبکہ آحد کا
غصے سے برا حال ہو رہا تھا۔

وہ کسی بھی حد تک جا سکتا ہے کیونکہ وہ ایک سردار
کا بیٹا ہے، آحد میں تمہیں بتا رہی ہوں وہ میرے
ساتھ کچھ غلط کر دے گا۔ خدا کے لئے ہمت کرکے
اپنی اماں سائیں کو ہمارے گھر رشتے کے لئے بھیجو،
میں روز روز تم سے ملنے نہیں آسکتی، وہ ہم پہ نظر
رکھوائے گا۔۔ حیات ہاتھ جوڑتی پھوٹ پھوٹ

کے روتے ہوئے بولی۔ وہ دونوں یک دوسرے
سے بہت محبت کرتے تھے، ایک دوسرے کے
بغیر زندگی گزارنا سوہانِ روح تھا۔

رونا بند کرو حیات، میں وعدہ کرتا ہوں، اماں سائیں
کل دوپہر تک تمہاری امی سے بات کرلیں گی اور
مان بھی جائیں گی کیونکہ میرے مقابلہ جیتنے پہ تمام

گاؤں والے بہت خوش ہیں، تم فکر مت کرو۔
آحد اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامتا اسکے آنسو
صاف کرتے ہوئے پیار سے بولا۔ اسکا لہجہ مضبوط
تھا جس پہ حیات کو کچھ ڈھارس ملی تھی ورنہ وہ تو
صبح سے وریام کے الفاظ یاد کرتی مرجانے کے درپہ

تھی، اسکے الفاظ کسی بھی عزت دار لڑکی کے لئے

چابک کی مانند تھے۔

ہم یہاں سے بہت دور چلے جائیں گے حیات۔میں نے تمہیں کتنی دفعہ منع کیا ہے مت جایا کرو حویلی ان کی ملازمت کرنے۔۔۔آحدا بھی تک وریام کی باتوں کی وجہ سے غصے میں تھا اسی لئے اسے ہمیشہ کی

طرح حویلی جا کے ملازمت کرنے سے منع کرنے لگا۔

میں اپنے ماں باپ کی ایک ہی اولاد ہوں آحد، اور ماں باپ بھی وہ جنہوں نے اپنی پوری زندگی لاشاریوں کی ملازمت کے لئے وقف کر دی، میں اماں سائیں کا حکم نہیں ٹال سکتی، مجھے ان کا ہاتھ

بتانے کے لئے ان کے ساتھ جانا پڑتا ہے، جب تک
مجھ پہ میرے ماں باپ کا حق ہے میں ان کا کہا نہیں
ٹالوں گا، جب یہ حق تمہارے پاس آجائے گا پھر
تمہاری ہر بات مانوں گی لیکن خدا کے لئے مجھے
جلدی سے اس ظالم دنیا سے چھپالو، تم وہ خوف
محسوس نہیں کر سکتے جو آج میں نے وریام سائیں

کے کمرے میں محسوس کیا ہے۔۔ حیات ڈر سے
کانپتے ہوئے پھر سے رونا شروع کر چکی تھی۔
میں تمہیں اس دنیا سے بچا کے اپنے سینے میں
پورے حق سے پناہ دوں گا حیات، مجھ پہ بھروسہ
رکھو اور اس لفنگے انسان سے دور رہو جو مرد کہلانے
کے لائق نہیں ہے، میرا بس نہیں چل رہا میں اسکی

قبر کھود دوں لیکن بات پھر وہی آجاتی ہے ہم
غریبوں کا زور ان امیر زادوں پہ نہیں چل سکتا۔
صرف چند دن انتظار کر لو! ۔۔۔ آحد اپنے ہاتھ کی
پوروں سے اسکی بھیگی پلکیں صاف کرتا محبت سے
بولا، اسکے دل میں ایک جنگ چل رہی تھی، کون
اپنی محبت کے بارے میں ایسے الفاظ برداشت کرتا

ہے جو وریام لاشاری نے بڑی دیدہ دلیری سے کہے
تھے۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مان بھی جا میری جان ! اب کچھ فضول نہیں بولوں
گا۔۔وریام اسکے کندھے پہ سر رکھتا مصنوعی
معصومیت سے گویا ہوا، وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے

یزدان کے کمرے میں موجود اسے منا رہا تھا کیونکہ
یزدان نے پچھلے تین سے چار دنوں سے اس سے
سیدھے منہ بات نہیں کی تھی وجہ اسکا اس روز
ہارنے کے بعد بلا فضول کا غصہ اور اسکی فضول
باتیں تھیں، یزدان جس طرح سے پچھلے آدھے
گھنٹے سے اسے اگنور کر رہا تھا، اب بھی بنا نوٹس لئے

یونہی ریکٹ کرتا اپنے فون میں مصروف رہا، ہاں وہ
پچھلے چار دنوں سے اسکا سایہ بنا رہا تھا لیکن بات
اجنبیوں کے سے انداز میں کی تھی۔

پکا پرامس اب فضول نہیں بولوں گا دانی! ایک دفعہ
معاف کردے نا۔۔ اسکی خاموشی پہ وریام بچوں کی
طرح ضدی انداز میں بولا، وہ اس وقت یوں ریکٹ

کر رہا تھا جیسے بچہ ماں کو تنگ کرنے کے بعد منتیں
کرتے ہوئے معافی مانگتا ہے تاکہ اسے ماں سے مار
نہ پڑ جائے۔۔
تو ہمیشہ ایسے ہی بولتا ہے۔۔۔وریام اسکا سر اپنے
کندھے سے دور کرتا پیچھے بیڈ کراؤن کے ساتھ
ٹیک لگاتے سنجیدگی سے موبائل میں مصروف رہا۔

اس دفعہ سچ بول رہا ہوں، پر امس بھی کیا ہے۔۔۔
وریام ڈھیٹوں کی طرح پھر سے اسکے کندھے پہ سر
رکھتا اسکی سیاہ جیکٹ کے بازو پہ انگلی پھیر تا یقین
دلانے والے انداز میں بولا تھا۔ اسکے اس انداز پہ
یزدان کو نجانے کیوں ہنسی آرہی تھی، پہلے وہ بچوں

کی طرح ریکٹ کر رہا تھا اور اب بیویوں کی طرح۔۔

تیرے لئے پرامس توڑنا کون سی بڑی بات ہے۔۔۔ یزدان سنجیدہ چہرے سے بولتا ابھی تک فون سے نگاہیں نہیں ہٹا رہا تھا، کیونکہ وہ ایک دفعہ

اسکے مصنوعی معصومیت سے لبریز چہرے کو دیکھ
لیتا تو اس نے پگھل جانا تھا۔
میرے پاس باتوں کی اتنی زیادہ کولیکشن ہو چکی ہے
دانی، جب تک تو منہ سیدھا نہیں کرے گا میں تجھے
ایک بات نہیں بتاؤں گا!۔۔وریام نے اب کی دفعہ
اسکے کندھے سے سر ہٹاتے ہوئے اسے دھمکی

لگائی تھی اور یہ دھمکی وہ سچ کر کے بھی دیکھا سکتا تھا

اگر یزدان اسے مزید ایٹیٹوڈ دیکھاتا، یزدان نے

اگلے ہی پل اپنے موبائل کی سکرین آف کرتے

خفگی سے اسکی طرف دیکھا۔

ایسے اتنی آسانی سے تو وہ باتیں نہیں بتاؤں گا بیٹا،

جتنی دیر سے میں تجھے منانے کے لئے منتیں کر رہا

تھا اب تو بھی باتیں پوچھنے کے لئے ایسے ہی منتیں کرے گا۔۔۔ یزدان کے چہرے پہ کریوسٹی کے تاثرات دیکھتے وریام مسکراتے ہوئے تکیے پہ سر گراتا آنکھیں گھماتے ہوئے بولا، اب ایٹیٹوڈ دیکھانے کی باری اسکی تھی۔

ٹھیک ہے نہ بتا۔۔۔ یزدان بھی اسکی منت کرنے

کی بجائے اپنی دلچسپی کو دل میں دباتا پھر سے

موبائل میں مصروف ہو گیا، اسکی لاپرواہی پہ وریام

نے منہ پھولایا تھا، اسے لگ رہا تھا وہ باتیں پوچھنے

کے لئے اسکی منت کرے گا لیکن وہ ٹھہرا

ڈھیٹ۔۔۔

اریب اظہر نے آحد جھرانی کو تیس لاکھ میں خریدا تھا۔۔۔وریام سلگتے ہوئے اسکے ہاتھ سے فون پکڑ کے اسکی پہنچ سے دور کرتا ایک عجیب سا انکشاف کرتے میر یزدان کو چونکنے پہ مجبور کر گیا۔

واٹ!! تجھے کس نے بتایا؟۔۔۔۔یزدان اپنی گردن مکمل اسکی طرف موڑتا سرمئی آنکھیں

پھیلاتے ہوئے بولا۔

تیری معشوقہ نے!!۔۔۔اسے ڈیسپریٹ ہوتے دیکھ کے وریام نے مزے سے گھما کے جواب دیا۔

غلام بخش نے رائٹ؟اور غلام بخش کو کس نے بتایا؟۔۔۔وہ ناسمجھی کی کیفیت میں بولا۔

میں نے غلام بخش کو آحد جھرانی کی نگرانی کا حکم دیا
تھا۔ہمارے مقابلے کے بعد سے اریب اور آحد کی
جتنی بھی ملاقاتیں ہوئی ہیں ان کا عنوان صرف
تیس لاکھ تھا۔ان کی ملاقاتیں ہماری زمینوں سے
تین کلومیٹر دوری کے فاصلے پہ ہوتی رہی ہیں، سننے
میں آیا ہے کل اریب اظہر اسے دس لاکھ دے چکا

ہے، اب پیچھے بیس لاکھ باقی ہے اور آحد یہ بیس
لاکھ وصول کرتے ہی اپنی فیملی کو اس گاؤں سے
لے کر بھاگ جائے گا۔۔وریام نے اپنا غصہ دباتے
ہوئے اسے تفصیلی جواب دیا تھا، وہ جب بھی اریب
یا آحد کو سوچتا تھا اسکا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا، اسکے
چہرے کے خوبصورت نقوش تن چکے تھے۔وہ

یزدان کو یقین دہانی کروانے کے لئے باقاعدہ وہ
تصاویر دیکھا رہا تھا جب اس نے اریب سے پیسوں
کا بیگ تھاما تھا، اور ایک عدد چھوٹی سی وائس
ریکارڈنگ بھی موجود تھی جب احد نے اریب کا
فون لاشاریوں کی زمینوں پہ اٹھاتے تیس لاکھ سے
متعلق مختصر سی بات کی تھی اور یہ بات غلام بخش

ریکارڈ کر چکا تھا، وہ نگرانی اس طرح سے کرتا تھا کہ مقابل کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوتا تھا۔

واٹ دا ہیل! مجھے کل تک اس انسان سے ہمدردی تھی لیکن آج مجھے اریب سے بھی زیادہ نفرت اس آحد سے ہو رہی ہے۔۔۔ یزدان غصے اور نفرت کے ملے جلے تاثرات سے بولا تھا۔

میں نے تجھے اور اداسائیں کو بولا تھا اسکے ساتھ اتنی

ہمدردی مت جتائیں۔۔۔۔وریام جتانے والے انداز

میں بولتا شکوے سے آنکھیں گھما گیا۔

اور تجھے اداسائیں نے بولا تھا تو اس سب کے

چکروں میں نہیں پڑے گا، پھر تو نے ان کی حکم

عدولی کرتے ہوئے اس سارے مسئلے کو پھر سے

کیوں کھولا؟ چاہے آحد نے بے غیرتی کرتے

ہوئے اریب سے سودا کیا تھا لیکن بات پھر وہی آ

جاتی ہے، وہ اپنی محنت سے جیتا تھا۔۔۔ یزدان

سنجیدگی سے بولا۔

یہ سب تو میں نے مقابلے کے اگلے روز ہی معلوم

کروالیا تھا لیکن ادا سائیں کے منع کرنے کے بعد

میں نے اس سب کو منظرِ عام پہ لانا ضروری نہیں سمجھا، اور جہاں تک رہی اسکے محنت سے جیتنے کی بات تو مجھے افسوس ہے تو کس دنیا میں جی رہا ہے؟

۔۔۔وریام استہزایا انداز میں ہنستے یزدان کو دیکھنے لگا۔

مطلب ؟ ۔۔۔۔یزدان آئیبر و آچکا کے نا سمجھی سے
بولتا اسکی بات مطلب جاننا چاہ رہا تھا۔
مطلب یہ کہ آج کل جہاں پہ بے ایمانی سے جیت
اپنے نام کرنی ہو تو ڈوپنگ کی جاتی ہے چاہے
انسانوں کی ہو یا جانوروں کی ! جانوروں کی ڈوپنگ
سے مراد وہ عمل ہے جس میں جانوروں کو غیر

قانونی یا غیر مجاز مواد دیا جاتا ہے تا کہ ان کی
کارکردگی، طاقت یا برداشت میں غیر فطری طور پر
اضافہ کیا جا سکے۔ گھوڑا اریب اظہر کا تھا، سازش
اسکی تھی لیکن اس میں اسکا ساتھ دینے والا آحد
جھرانی تھا تا کہ وہ تیس لاکھ ہڑپ سکے اور اریب
مجھے پورے گاؤں کے سامنے ہار کا مزہ چکھانے میں

کامیاب ہو سکے۔۔۔۔۔وریام کے ایک ایک لفظ
میں تنفر تھا۔وہ جس طرح سے اپنے اندر اجلتے
ہوئے شعلوں کو قابو کر رہا تھا یہ صرف وہی جانتا
تھا، کیونکہ اسے بدلا سیاست سے لینا تھا، احد
جھرانی کے دل پہ وار کر کے، اس نے سنا تھا محبت کا
روگ انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑتا، اسی لئے وہ اس

سے اسکی پسندیدہ عورت کے ذریعے بدلا لینے کا
ارادہ رکھتا تھا تاکہ جس روز اسے معلوم ہوا اسکی
محبت پہ میرو ریام کی مہر لگ چکی ہے، وہ محبت کے
اس روگ میں پل پل مرے، اریب اظہر کے لئے
بھی وہ ایک لائحہ عمل تیار کر چکا تھا لیکن اس سب

کی بھنک اس نے یزدان، بالاچ اور غاذان کو بالکل
نہیں لگنے دی تھی۔
لیکن یہ اخلاقی طور پہ غلط ہونے کے ساتھ ساتھ
قوانین کی خلاف ورزی میں بھی شامل ہے، ہمیں
پری۔ریس ٹیسٹنگ اور پوسٹ۔ریس ٹیسٹنگ
کروانی چاہیئے تھی! ڈیم اٹ۔ یزدان کو ایک دم

سے ڈھیر سارا غصہ آیا تھا، وہ دائیں ہاتھ کی مٹھی
بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پہ مارتا غرایا۔ اسے اب سمجھ میں
آئی تھی وریام اس روز حق پہ چیخ چلا رہا تھا۔
خیر ہے کوئی بات نہیں! میں نے ان سب کو ان
کے حال پہ چھوڑ دیا ہے، آئندہ سے میں تیرے
علاوہ کسی کے ساتھ ریس نہیں لگاؤں گا، یہ سارے

بے ایمانی کرتے ہیں۔۔۔۔وریام اپنا سارا غصہ پیتے ایک دم سے نارمل تاثرات چہرے پہ سجاتا ناک سکوڑتے ہوئے بولا۔

تیرے پاس سارے پروف ہیں! تو یہ سب پورے گاؤں میں ریول کرنے کے ساتھ ساتھ بلاوج ادا کے ذریعے اریب اظہر پہ جانوروں کی ڈوپنگ کے

سلسلے میں کیس بھی کروا سکتا ہے، پہلے میں ان سالوں کی اس بے ایمانی سے واقف نہیں تھا لیکن اب مجھے حقیقتاً اُن پہ غصہ آ رہا ہے۔ یزدان غصے سے ہانپتے ہوئے اسے تجویز دینے لگا۔ وہ بالاج لاشاری کے زریعے بہت آسانی سے اریب اظہر پہ قانونی کاروائی کر سکتے تھے۔

ابھی میرا ان چکروں میں پڑنے کا کوئی موڈ نہیں ہے
لیکن ہاں اریب اظہر پہ قانونی کاروائی میں ضرور
کرواؤں گا، اسے تھوڑے دن اپنے داؤ کا مزہ لے
لینے دے۔۔وریام اطمینان سے بولتا یزدان کے
چہرے کے تاثرات بغور نوٹ کر رہا تھا جواب
ڈھیلے پڑھ رہے تھے۔

ہمم! صحیح کہہ رہا ہے، ابھی ان چکروں میں پڑنے کا
کوئی فائدہ نہیں ہے، لیکن ابھی ریس کو چند دن ہی
گزرے ہیں، ہم خفیہ طور پہ اسکے گھوڑے کا
ڈوپنگ ٹیسٹ کروا سکتے ہیں، کیونکہ کچھ ادویات کا
اثر جلدی ختم ہو جاتا ہے، جب ہم قانونی کاروائی
شروع کریں گے ہمارے پاس ڈوپنگ کا کوئی نہ

کوئی ثبوت تو ہر حال میں ہونا چاہیئے۔۔۔وریام کو
غصے کی بجائے سمجھداری سے کام لیتے دیکھ کے
یزدان اسکی تائید کرتا پرجوش انداز میں بولا۔
یہ سب میں ریس کے اگلے روز رات کے وقت ہی
کرواچکا تھا میری جان! اریب اظہر کے ڈیرے کے
اصطبل تک رسائی حاصل کرنا میرے بندوں کے

لئے مشکل کام بالکل نہیں تھا، وہ سارے پروف
میری الماری میں پڑے ہیں اسی لئے تو تیراوری
ہاتھ پہ ہاتھ دھرے سکون سے ان کا تماشا دیکھ رہا
ہے کیونکہ میں بہت جلد اریب اظہر کو اپنی انگلیوں
پہ نچواؤں گا۔۔۔ وریام فرضی کالر اچکاتے ہوئے

اترا کے بولا، یزدان اسکی سیاست سے ایمپریس نظر آ رہا تھا۔

اور یہ سب تو مجھے آج بتا رہا ہے؟ پہلے نہیں بتا سکتا تھا۔ یزدان خفگی سے بولا۔

پہلے تو اپنی شکل ہی سیدھی نہیں کر رہا تھا، میں ہی پاگل ہوں جو تجھے کب سے بنا کسی غلطی کے منائے

جا رہا تھا۔ تجھے میری قدر کرنی چاہیئے، مجھ جیسے
انسان اس دنیا میں بہت کم ہیں۔۔۔ وریام معصومیت
سے اپنی چاکلیٹ براؤن آنکھیں ٹپٹپاتا زور سے
"ہونہہ" کرتے ہوئے یزدان سے ناراضی کا اظہار
کرنے لگا۔ یزدان بے ساختہ ہنستے ہوئے اسکے منہ
پہ ہولے سے کشن پھینک گیا۔

تو اس دفعہ غصے سے خون کا سودا کرنے کی بجائے
قانونی کاروائی کرے گا اسی لئے میں تیرے ساتھ
ہوں کیونکہ تو حق پہ ہے اور اس سے کوئی جانی
نقصان نہیں ہو گا، اور جہاں تک رہی آحد کی بات تو
ہم نہیں جانتے وہ کن حالات سے گزر رہا تھا، شاید
اسے واقعی ہی پیسوں کی ضرورت ہو، وہ نچلے طبقے کا

ہے اور ایسے لوگوں سے حساب کتاب نہیں مانگے
جاتے، تو اسے معاف کر دے۔۔ یزدان اب
سنجیدگی سے اسے تفصیلی طور پہ آحد کے متعلق بھی
سمجھا رہا تھا کیونکہ ابھی تک ان کی بات اریب اظہر
کے گرد ہی گھوم رہی تھی۔

ہمم! کر دیا معاف اس سالے کو بھی، اب ہٹ مجھے
سونے دے۔۔ وریام لاپرواہی سے بولتا بیڈ پہ
اوندھے منہ گر گیا، اسکے ٹھنڈے ہونے پہ یزدان
نے شکر کی سانس بھری تھی ورنہ وہ کل تک اس
خاموشی پہ شش وپنج کا شکار تھا۔

ـــــــــــــــــــــــــــ

تین دن بعد:

بابا سائیں یہاں پہ آیئے!!۔۔۔۔سالک لاشاری جو بالکل ابھی ڈیرے کے آنگن میں داخل ہوئے تھے، وریام کی بھاری آواز انکے کانوں سے ٹکرائی، وہ بے ساختہ اپنی مخالف سمت کی طرف دیکھنے لگے جہاں ایک بڑے سے پنجرے کے قریب کھڑا

وریام لاشاری انہیں مسکراتے ہوئے اپنے پاس بلا
رہا تھا، وہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا، چاکلیٹ
براؤن بال آج سفید رومال میں مقید تھے۔ اسکی
سرخ و سفید رنگت اس چمکیلی سی صبح میں لشکارے
مار رہی تھی، سالک لاشاری جو اسکے آج پھر سے
یونیورسٹی سے چھٹی کرنے پہ غصہ تھے، اسے اس

قدر خوش دیکھ کے وہ اپنا غصہ ایک سائیڈ پہ کرتے
اسکی طرف بڑھنے لگے۔ انہوں نے جلدی سے
اسکی خوبصورت سی مسکراہٹ سے نگاہیں بدلی تھی
کہ کہیں اسے ان کی نظر ہی نہ لگ جائے۔
یہ دیکھیں بابا سائیں کیسی جوڑی ہے؟۔۔۔۔ باپ
کو اپنے قریب آتے دیکھ کے وہ خوشی سے چہکتے

ہوئے اپنے سامنے موجود پنجرے کی طرف اشارہ
کرتا ان کی رائے مانگنے لگا، وہ ایک شیر اور شیرنی کی
جوڑی تھی۔ جوڑی بے حد خوبصورت تھی۔
بہت خوبصورت۔۔۔ سالک لاشاری اس جوڑی کی
تعریف کئے بنا نہ رہ سکے۔

پیاری تو ہو گی نا کیونکہ اتنے پیارے انسان نے آپ
کے اتنے پیارے پیسوں سے جو خریدی ہے۔۔۔
بس سالک لاشاری کے منہ سے اس جوڑی کی
تعریف سننے کی دیر تھی جب وریام اپنی مسکراہٹ
ضبط کرتے ان پہ ہمیشہ کی طرح بم بلاسٹ کرنے
لگا، وہ ہمیشہ ان کے بنک سے پیسے نکال کے انہیں

استعمال کرنے کے بعد تسلی سے بتایا کرتا تھا کہ اس

نے ان پیسوں کا کیا کارنامہ انجام دیا ہے۔

تمہارا دماغ درست ہے؟! ابھی پچھلے دنوں تم نے

اتنے جانور خریدے ہیں، ایک سردار ہونے کے

ناطے میرے سب پیسوں پہ گاؤں والوں کا حق ہے

جنہیں تم مزے سے اڑاتے پھرتے ہو، درختوں

سے نہیں اترتے ہیں یہ پیسے، انہیں کمانے کے لئے
محنت کرنی پڑتی ہے ۔ سالک لاشاری نے اسے
مصنوعی غصے سے جھاڑا تھا بھی کہ دل میں انہیں
اپنے بیٹے کا جانوروں سے پیار کرنا بہت اچھا لگتا تھا
لیکن کبھی کبھی وہ حد سے زیادہ فضول خرچی کرتا تھا

جس پہ سالک لاشاری اسے احساس ضرور دلایا
کرتے
تھے۔

ایک سردار کا بیٹا ہونے کے ناطے مجھ پہ فرض ہے
میں آپکی ایک ایک چیز پہ حق جتاؤں، مجھ سے زیادہ
حق ان گاؤں والوں کا نہیں ہو سکتا اسی لئے صبح صبح
میرا موڈ مت خراب کریں۔۔ میر وریام نا ک

سکوڑتے ہوئے خفگی سے بولتا گھٹنوں کے بل
بیٹھتے پنجرے کی سلاخوں سے ہاتھ اندر داخل کرتا
شیر کے سر پہ نرمی سے ہاتھ سہلانے لگا۔ اسے
سب جانوروں کو بنا کسی خوف وخطر کے ڈیل کرنا
آتا تھا۔

جوڑی بہت پیاری ہے لیکن تمہیں نہیں لگتا جنگل کا
بادشاہ ایک پنجرے میں قید نہیں بلکہ پورے جنگل
پہ راج کرتا ہوا اچھا لگتا ہے۔۔۔اسکا موڈ خراب
ہوتے دیکھ کے سالک لاشاری نرمی سے مسکراتے
ہوئے بولے۔وہ اسکا اچھا موڈ خراب نہیں کرنا
چاہتے تھے۔

ہمم! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں بابا سائیں شیر جنگل میں راج کرتے ہوئے ہی اچھے لگتے ہیں لیکن مجھے انہیں اپنے پاس رکھنا پسند ہے میں ہر روز جنگل میں جا کے ان سے نہیں مل سکتا۔۔ وریام اپنی توجیہہ پیش کرتا اب شیر کی گردن پہ پیار سے ہاتھ پھیر رہا تھا۔

تم اپنا ہاتھ باہر کیوں نہیں نکال لیتے

وریام؟۔۔۔۔۔سالک لاشاری کا دھیان اسکے

جواب کی بجائے اسکے ہاتھ پہ تھا جو وہ دیدہ دلیری

سے اس پنجرے کے اندر کئے ہوئے تھا۔

کیوں باباسائیں؟۔۔۔۔وریام نے ان کے سوال پہ

ہنستے ہوئے وجہ پوچھی۔

مجھے ڈر ہے جنگل کا شیر میرے شیر کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔۔۔ سالک لاشاری دل کی بات زبان پہ لے آئے، ان کے جواب پہ وریام بے ساختہ اپنا ہاتھ باہر نکالتا چونک کے ان کی طرف دیکھنے لگے، ان کے لہجے میں موجود محبت، پیار اور فکر کا جذبہ وریام نے بخوبی نوٹ کیا تھا۔

کم آن باباسائیں! میں اب بڑا ہو چکا ہوں۔۔۔وہ
یہاں کوئی ایموشنل سین کریئیٹ کرنے کی بجائے
ہنستے ہوئے بولا۔
تم جتنے مرضی بڑے ہو جاؤ لیکن میرے لئے ہمیشہ
بچے رہو گے!۔۔۔سالک لاشاری نجانے کیوں
آج اپنے دل کی بات کہتے جا رہے تھے ورنہ وہ اپنی

محبت مصنوعی ڈانٹ کے پیچھے چھپا کے رکھتے تھے،
ہاں کئی دفعہ اپنے پیار کا اظہار بھی کر دیتے تھے
لیکن ہر بار نہیں!
ایک طرف شیر بولتے ہیں اور دوسری طرف بچہ؟
یہ ناانصافی ہے۔۔ وہ اپنی چاکلیٹ براؤن آنکھوں
کو چندھیا کرتا خفگی سے بولا۔

تمہیں جنگل کے بادشاہ کو یوں قید نہیں کرنا چاہیئے
چاہے وجہ کوئی بھی ہو۔۔ وہ اسکی بات کا جواب
دینے کی بجائے موضوع پھر سے اسی طرف موڑ
گئے جہاں سے بات شروع ہوئی تھی۔
اگر آپ کہتے ہیں تو میں ان دونوں کو پنجرے سے
آزاد کردیتا ہوں لیکن اگر پھر جو یہ جوڑی آپ کو

ڈیرے کے کونے کونے میں رومانس کرتی نظر آئی تو مجھ سے شکایت مت کیجئے گا!۔۔وریام ان کے مقابل کھڑا ہوتا سنجیدگی سے جملہ مکمل کرنے کی کوشش میں ناکام ہوتے قہقہ لگا کے ہنس دیا۔اسکے جواب پہ سالک لاشاری کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔

تم اس لائق نہیں ہو تمہارے ساتھ دو گھڑی کھڑا
ہوا جائے۔۔ وہ دبے دبے غصے سے غراتے ہوئے
اپنا رخ موڑنے ہی والے تھے جب وریام ہنستے
ہوئے لاڈ سے ان کے گلے کے گرد اپنی بانہوں کا
ہار ڈال گیا۔ "اچھا! غصہ مت کریں"۔۔ وہ ان
کے کان میں سرگوشی نما آواز میں بولا۔

ویسے ایک سوال کا جواب تو دیں ذرا بابا سائیں

؟۔۔۔ وریام کے دل میں جانے کیا سمائی جو

اچانک سے ان سے الگ ہوتا تیزی سے بولا۔

کیسا سوال؟۔۔۔ سالک لاشاری نے تجسس سے

استفسار کیا۔

جنگل کے شیر کی تو آپکو بہت فکر ہو رہی تھی اگر
آپ کے شیر کو کبھی کسی نے قید کر لیا یا نقصان
پہنچایا تو آپ کیا کریں گے؟۔۔۔۔وریام مسکراتے
ہوئے انگلی سے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے
پوچھنے لگا۔اسکے سوال پہ سالک لاشاری کی نگاہیں

اسکے خوبصورت ہرے پہ جم گئیں۔ وہ کتنی دیر

خاموش رہے۔

گاؤں والوں کے ساتھ مل کے اسکی قبر پہ فاتحہ

پڑھوں گا۔ میر سالک لاشاری ایک ایک لفظ پہ

زور دیتے ہوئے پختہ لہجے میں جواب دیتے وہاں

سے واک آوٹ کر گئے یہ جواب دیتے ہوئے ان

کی آنکھیں غصے سے لال سرخ ہوئی تھیں، انکے
جواب پہ وریام یونہی ہنستے ہوئے پھر سے گھٹنوں
کے بل بیٹھتا شیر اور شیرنی کے ساتھ باتوں میں
مصروف ہو گیا لیکن اس دفعہ اپنا ہاتھ سلاخوں کے
زریعے پنجرے کے اندر نہیں کیا تھا۔ وہ رات میں

بالاچ اور غاذان کو ویڈیو کال ملا کے یہ جوڑی
دیکھانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

ارے ارے حسینہ!! کہاں چلی؟۔۔۔ وریام جو
ابھی کچھ دیر پہلے ہی حویلی آیا تھا، سیڑھیوں پہ

چڑھتے ہی نگاہیں حیات کی طرف اٹھی تھیں جو اوپر
کی صفائی کرنے کے بعد وریام کی طرف ایک بھی
نگاہ غلط ڈالے بغیر سائیڈ سے ہوتے ہوئے نیچے
جانے والی تھی جب وریام اسے بازو سے پکڑتا
واپس سے اوپر کو کھینچتے ہوئے دائیں دیوار کے ساتھ
لگاتا گھمبیر آواز میں بولا، اوپر صرف غاذان، یزدان،

بالاچ اور وریام کا کمرہ تھا، غاذان اور بالاچ تو ویسے
ہی حویلی سے غائب رہتے تھے اور جب وہ حویلی
ہوتے بھی تھے تو زیادہ تر اپنے مردان خانے والے
کمروں میں رکتے تھے جبکہ یزدان ابھی کچھ دیر پہلے
ہی اپنی اماں سائیں کو اسپتال لے کر گیا تھا کیونکہ ان
کے گھٹنوں میں درد رہتا تھا اسی لئے وہ اسے کسی

کمرے میں لے جانے کی بجائے یہیں پہ دیدہ دلیری
سے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔

یہ کیا طریقہ ہے سائیں! میں آپ کے بابا سائیں کو
شکایت لگاؤں گی آپ ہر روز میرا راستہ روک کے
کھڑے ہوتے ہیں!۔۔۔ حیات آج نڈر انداز میں

بول رہی تھی، اسکا اور احد کا رشتہ طے ہو چکا
تھا، لیکن وریام اس بات سے ناواقف تھا۔
اوقات ہے تمہاری کہ تم میرے باپ کو میری
شکایت لگاؤ؟ تمہاری زبان کے اتنے ٹکڑے کروں
گا کہ گنتی بھول جاؤ گی اور یہ جو آجکل ہواؤں میں
اڑتی پھر رہی ہو، ایک منٹ نہیں لگے گا مجھے

تمہارے پر کاٹنے میں !۔۔وریام جس کا موڈ آج
اچھا خاصا تھا،حیات کے نڈر انداز پہ غصے سے غراتا
ہوا اسکا جبڑہ اپنے مضبوط ہاتھ میں دبوچ گیا۔حیات
کی ساری ہمت ہوا ہوئی تھی،اسے یاد تھا اوپر والے
پورشن میں اس وقت وریام اور اسکے علاوہ کوئی بھی

نہیں ہے، وہ تھوک نگلتی ہوئی اسکے حصار سے نکلنے
کی کوشش کرنے لگی۔

کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟ کیوں میرا پیچھا نہیں
چھوڑ رہے؟ میں نے کیا بگاڑا ہے آپکا؟۔۔۔وہ
روتے ہوئے غصے سے سوال کرنے لگی۔

آواز نیچی رکھو! تم اس وقت وریام لاشاری سے
مخاطب ہو، ایک معمولی سی کنیز ہو، خود کو حور پری
سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے، میر وریام جتنا حسن
دیکھ چکا ہے اسکے بعد تو تمہیں اپنے بستر کی زینت
بنانا بھی اپنی توہین محسوس ہوتی ہے لیکن چونکہ
تمہارے عاشق کو اسکی اوقات میں رکھنا ضروری

ہے اسی لئے تم پہ اپنے نام اور اپنی شدتوں کی مہر
لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے! ملتے ہیں کل
شام پانچ بجے، نکاح کے لئے تیار رہنا، جگہ میں خود
ڈیسائیڈ کر لوں گا! ۔۔۔۔۔ وریام لاشاری اسکے
چہرے پہ پھنکارتا ہوا دبے غصے سے غراتے

اپنا حکم صادر کرتا اسکا جبڑہ چھوڑتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

(تمہارا غرور بہت جلد خاک میں ملے گا میرو ریام لاشاری! اللہ غرق کرے تمہیں)۔۔حیات اسکی چوڑی پشت کی طرف دیکھتی اپنی بھیگی آنکھیں زور سے رگڑتی اسے دل میں بددعائیں دیتی یہاں سے

بھاگ گئی۔ وہ کتنے دنوں سے اپنی ان فضول اور بے شرم باتوں سے اسکا دماغ مفلوج کر چکا تھا، وہ ایک ڈری سہمی لڑکی تھی، اسکی ایسی باتیں اسے ہر وقت مینٹل ٹارچر کرتی تھیں۔

وہ مجھ سے کل نکاح کرنے کی باتیں کر رہا ہے اور تمہیں ابھی تک اپنے پیسوں کی پڑی ہے!۔۔۔وہ روتے ہوئے اسکی بات کاٹ گئی۔

وہ سالا کچھ نہیں کرے گا! تم صرف میری ہو، تم کل حویلی نہیں جاؤ گی! ایک جگہ میرے پیسے پھنسے ہوئے ہیں، صرف مجھے کل کا دن دے دو! کل ہم

اس گاؤں کو چھوڑ دیں گے، تم اپنی اماں سائیں سے
ابھی کسی بھی بات کا ذکر نہیں کرو گی! میں کل خود
سب کو اپنے اعتماد میں لوں گا۔۔۔اسکے رونے پہ
آحد دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے بے بسی سے بولا،
اسے اریب نے ابھی تک صرف پندرہ لاکھ دیئے
تھے،اریب کا کہنا تھا وہ اسے باقی کے پیسے کل دینے

کے بعد ہمیشہ کے لئے رخ موڑ لے گا کیونکہ ان کی
دوستی میں پیسوں کا حساب کتاب آچکا تھا، آحد اس
سے باقی کے پیسے لینے کے بعد کسی ایسی جگہ پہ
شفٹ ہو جانا چاہتا تھا جس کا ٹھکانا گاؤں میں سے
کوئی بھی نہ جانتا ہو، اریب اظہر بھی نہیں۔۔ تاکہ

کل کو اسکے لئے اور اسکی فیملی کے لئے کوئی مشکل
کھڑی نہ ہو سکے۔۔
یہاں میری خوف سے ہر روز جان نکلتی جاتی ہے
اور تمہیں ابھی تک اپنے پیسوں کی پڑی ہے ؟ کہاں
پھنسا لئے ہیں تم نے پیسے جو ابھی تک نکلوائے نہیں
جا رہے۔ میں تنگ آگئی ہوں اس زندگی سے ، مجھے

سرداروں سے اور اس غربت سے نفرت ہوئی چلی ہے۔۔وہ پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے چلائی تھی، وہ واقعی ہی ایسی زندگی سے تنگ آچکی تھی۔ شش۔۔آہستہ۔۔۔۔اسکے چلانے پہ آحد ابھی اسے خاموش کرواتا جب کسی گاڑی کی تیز روشنی ایک دم سے ان دونوں کی آنکھوں میں پڑی۔آحد

اور حیات نے اپنی آنکھوں کو چندھیا کرتے ہوئے
اپنی طرف آتی اس گاڑی کو پہچاننا چاہا تھا لیکن روشنی
تیز تھی۔

آ۔۔آحد۔۔ی۔یہاں۔۔کو۔۔کون۔۔آ۔۔
رہا۔۔ہے؟۔۔۔حیات نے ڈرتے ہوئے اسکا بازو
تھاما تھا۔آحد نے آنکھوں کو ٹھیک سے کھولتے

ہوئے سامنے کی طرف دیکھا تھا، وہ کوئی گاڑی
نہیں تھی بلکہ جیپ تھی، اور وہ کس شخص کی جیپ
تھی یہ اگلے ہی لمحے ان دونوں پہ واضح ہو چکا تھا۔
نہیں تو حویلی سے مت نکل، میں آرہا ہوں!۔۔
اے بولا نہ آرہا ہوں، گاؤں سے باہر گیا تھا، بس
راستے میں ہوں جانِ من۔۔ وریام لاشاری اپنی

جیپ کا دروازہ کھولتے کال پہ موجود یزدان کو اپنی

واپسی کے بارے میں مطمئن کرتا فون بند کرتے

ہوئے اس درخت کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

حیات! گھر واپس جاؤ۔۔۔۔وریام کو تیزی سے

اپنی طرف آتے دیکھ کے آحد نے اپنے بازو کے

پیچھے چھپی حیات کو جلدی سے ہدایت دیتے یہاں

سے بھاگنے کا حکم دیا تھا۔ وہ آج وریام سے خود بھی نپٹنے کا ارادہ رکھتا تھا، اچھی ہوا تھا جو وہ خود اس تک پہنچ چکا تھا۔

ن۔ نہیں! میں۔۔ تمہیں۔۔ چھوڑ۔۔۔ کے۔۔ نہیں۔۔ جاؤں۔۔ گی!۔۔ وریام کو دیکھتی حیات

خوف سے لرزتے ہوئے احد کو جواب دے رہی تھی۔

ارے! تم یہاں پہ کیا کر رہی ہو بے بی؟۔۔۔۔

حیات کو رات کے ڈیڑھ بجے احد کے ساتھ اس درخت کے نیچے دیکھ کے وریام کے خون میں ابال اٹھے تھے لیکن وہ لہجے کو نارمل بناتا احد کو چھوڑ کے

حیات سے مخاطب ہوتا اسے بازو سے پکڑ کے احد
کے پیچھے سے نکالتا اپنے مقابل کرنے لگا۔ حیات
خوف سے لرزتی آحد کا بازو مزید زور سے تھام
گئی۔

یہ کیا بد تمیزی ہے! چھوڑو اسے۔۔۔ آحد نے غصے
سے وریام کا ہاتھ اسکے بازو سے ہٹایا تھا۔

آواز نیچی کر خب۔ یس۔ انسان! تیری ہمت کیسے
ہوئی رات کے اس وقت میرے گاؤں کی لڑکی
سے چھپ چھپا کے ملاقاتیں کرنے کی؟۔۔۔ اس
کی ذرا سی بلند ہوتی آواز پہ وریام لاشاری، حیات کا
بازو چھوڑ کے آحد کے جبڑے پہ اپنی پوری قوت
سے مکا جڑتے ہوئے غرایا تھا، یہ درخت لاشاریوں

کی زمینوں سے کافی دور تھا، یہ ایک سنسان سی جگہ تھی، یہاں آبادی نہ ہونے کے برابر تھی، ہر طرف درخت ہی درخت تھے۔ آحد اسکے لئے تیار نہیں تھا، وہ لڑکھڑایا تھا جس کی وجہ سے حیات کی اسکے بازو پہ گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

منع کیا تھا نا تمہیں کہ تم آج کے بعد اس دو نمبر انسان سے نہیں ملو گی۔ کیوں چاہتی ہو اپنے ہاتھ اسکے گندے خون سے رنگ ڈالوں ؟۔۔ وریام طیش کے عالم میں دھاڑتا ہوا حیات کا بازو کھینچتے اسے اپنے قریب کر گیا۔

چھوڑو اسے! میری منگیتر ہے یہ!۔۔۔۔ آحد نے سنبھلتے ہوئے جلدی سے حیات کا بازو اس سے چھڑوانے کی تگ ودو کی تھی۔ وہ اس پہ اپنا اور حیات کا رشتہ ظاہر کر رہا تھا، اس انکشاف پہ وریام لہو رنگ آنکھوں سے حیات کو گھورنے لگا، اسکے جسم میں آگ کا احساس بڑھتا جا رہا تھا۔

ہاہاہا انٹرسٹنگ! تمہاری منگیتر نے تمہیں بتایا نہیں
؟کل یہ میرے بستر۔۔۔۔۔وریام اپنی غصہ دبا کے
ہنستے ہوئے آبرو اچکاتا ابھی اپنا جملہ مکمل کرتا جب
آحد شدید غصے کے عالم میں اسکے لبوں پہ مکا جڑتا
اس سے حیات کا بازو چھڑوا گیا۔ حیات سہمتے ہوئے

چیخی تھی، وہ خوف سے کانپتے ہوئے ان دونوں کی
طرف دیکھ رہی تھی۔

بکواس بند کرو لبنیٰ! سمجھتے کیا ہو تم خود کو؟ ایک
غریب اگر خاموش ہے تو اسکی شرافت کا ناجائز
فائدہ اٹھاؤ گے؟ اپنی ہار قبول کرنے کی بجائے ایسے
اوچھے ہتھکنڈے آزمانا ایک سردار کے بیٹے کو زیب

نہیں دیتا! کچھ خدا کا خوف کرو وریام

لاشاری!۔۔۔ احد اسکے مقابل آتا غصے سے غرایا۔

وریام جو اسکے وار پہ حیرانگی سے اسکی طرف دیکھ رہا

تھا، اسے خود پہ غصے سے چلاتے دیکھ کے اس نے

ایک جھٹکے سے اسکے پیٹ میں ٹانگ مارتے اسے

زمین بوس کیا تھا۔ غصے کے مارے اسکا چہرہ لال

سرخ کو چکا تھا، وہ ہوتا کون تھا میر وریام پہ ہاتھ
اٹھانے والا؟ وریام کی آنکھیں یوں سرخ تھیں
جیسے وہ ہر چیز کو جلا کے راکھ کر دینا چاہتا ہو۔۔۔
س۔۔سائیں۔۔خدا۔۔کے۔۔۔لئے۔۔۔اسے۔۔
چھوڑ۔۔دیں۔۔حیات جلدی سے ان دونوں کے
درمیان آتی روتے ہوئے وریام کے سامنے ہاتھ

جوڑ گئی لیکن وہ غصے سے اسے دور جھٹک گیا۔ حیات
ان سے کچھ فاصلے پہ اوندھے منہ زمین پہ جا
گری۔

ایک سردار کے بیٹے کو یہ سب زیب نہیں دیتا،
لیکن ایک مزدور کے بیٹے پہ سب جائز ہے؟ ہاں
بول؟ مجھے پہ اگر تیری منگیتر حرام ہے تو تجھ پہ

اریب اظہر سے تیس لاکھ کی رشوت لینا حلال تھا؟ تجھ پہ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مقابلے میں بے ایمانی کرنا جائز تھا؟ ہاں ؟؟ تجھ پہ سب جائز تھا؟ بول نا؟ کون سی ہار؟ کیسی ہار؟ تجھ جیسے سو لوگ بھی ایک قطار میں آجائیں تو وریام لاشاری کا بال بھی بھیکا نہیں کر سکتے ـــــ وریام لاشاری

اسکے زمین بوس ہوتے وجود کے قریب گھٹنوں
کے بل بیٹھتا اسکے چہرے پہ مکے جڑتے ایک ایک
لفظ پہ زور ڈالتے ہوئے دھاڑا تھا، وریام لاشاری
کے منہ سے ساری سچائی سنتے جہاں آحد جھرانی کا
چہرہ فق ہوا تھا وہی پہ زمین سے کھڑی ہوتی حیات
حیرانگی سے آحد کی طرف دیکھنے لگی۔ آحد جھرانی

کی زبان تالو سے چپک چکی تھی، اسے قطعاً معلوم نہیں تھا وریام یہ سب جانتا ہو گا۔

حیات جاؤ یہاں سے !!۔۔۔ حیات کو ابھی تک کپکپاتے ہوئے یہاں کھڑے دیکھ کے آحد جھرانی چلایا۔

ن۔ نہیں! میں۔۔ نہیں۔۔ جاؤں۔۔ گی۔۔

حیات روتے ہوئے بولتی پھر سے ان کے قریب آئی تھی۔ اگر اسے معلوم ہوتا یہ ملاقات اتنی خطرناک ہو گی تو وہ کبھی رات کے اس وقت آحد سے ملنے کی خامی نہ بھرتی۔

تم اسکی فکر مت کرو! وہ اپنے دو نمبر عاشق کی لاش
دیکھے بغیر یہاں سے نہیں جائے گی، یہاں تم اس
دنیا سے کوچ کرو گے اور وہاں میں اسکے وجود پہ اپنی
مہر ثبت کرتے۔۔۔وریام اپنا جملہ پھر سے مکمل
نہیں کر پایا تھا کیونکہ احد جھرانی ایک دم سے اسکے
سینے پہ اپنی پوری قوت سے کہنی مارتا اسے خود سے

دور کرتے ہوئے اس پہ جھپٹا تھا۔اپنی محبت کے
بارے میں اسکے نازیبا الفاظ احد جھرانی کے وجود
میں آگ بھڑکا رہے تھے۔
تو سمجھتا کیا ہے خود کو؟ سردار کا بیٹا ہے تو کسی کی بھی
عزت تار تار کرے گا؟۔۔آحد جھرانی غرایا۔وہ
دونوں اس وقت زمین پہ بری طرح سے گتھم گتھا

ہو رہے تھے، حیات ان دونوں کے قریب آتی
روتے ہوئے انہیں خدا کے واسطے دے رہی تھی
لیکن دونوں میں سے اس وقت کوئی بھی اسے سننے
کے موڈ میں نہیں تھا۔
ہاں کروں گا! میں کل صبح ہوتے ہی تیری منگیتر کو
اپنی کنیز کے عہدے پہ فائز۔۔۔

تو میری منگیتر پہ نظر رکھے گا تو تیری بہن بھی نہیں بچے گی وریام لاشاری! اگر میری عزت پہ وار ہو گا تو تیری عزت میں تیری آنکھوں کے سامنے۔۔۔

اسکی فضول بکواس پہ آحد جھرانی طیش سے پاگل ہوتا بھی اپنا جملہ مکمل کرتا جب وریام لاشاری نے زمین سے اٹھتے ہوئے ساتھ میں اسے بھی اپنے

ساتھ اٹھا کے اسکے چہرے پہ اپنی پوری طاقت سے ایک ساتھ کئی تھپڑوں اور گھونسوں کے وار کرتے اسے درخت کے ساتھ لگایا تھا۔

تیری جرآت کیسے ہوئی میری بہن کا ذکر بھی اپنی گندی زبان پہ لانے کی کتے، خبیس، بے غیرت۔۔۔ وریام لاشاری غیض وغضب سے

دھاڑتا ہوا اسکے سر کی ضربیں درخت کے ساتھ لگوا
رہا تھا۔ شدید غصے کے باعث وہ بے قابو ہو رہا تھا، وہ
اسکو اسی وقت نیست و نابود کرنے پہ تلا ہوا تھا۔
بالکل اسی طرح جس طرح سے تو نے میری منگیتر
کا ذکر اپنی زبان سے نکالا ہے! تو ایک دفعہ میری
منگیتر کا ذکر کرے گا میں دس دفعہ تیری بہن

کا۔۔۔۔ آحد جھرانی بالکل اسی کی طرح گرجتی
آواز میں اپنا جملہ مکمل کرتا جب وریام غصے سے
پاگل ہوتا اپنی سفید قمیض کی جیب سے پسٹل نکالتے
اس پہ تان گیا، وہ ٹریگر پہ انگلی رکھے ہوئے تھا۔
حیات کا سانس سینے میں اٹکا تھا۔ غصے سے اسکے دل

کی دھڑکنیں بے قابو ہو رہی تھیں، ہر دھڑکن کے
ساتھ اسکا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔
خدا کے لئے سائیں میں اسکی طرف سے آپ سے
معافی مانگتی ہوں! خدا کے لئے ایسا مت کریں،
آپ کو اللہ کا واسطہ ہے اسے چھوڑ دیں!۔۔۔

حیات روتی ہوئی ان دونوں کے درمیان آتی وریام کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگی۔

حیات بھاگو یہاں سے!!۔۔۔۔اسے ہاتھ جوڑتے دیکھ کے آحد غصے سے بولا جو کب سے اسکی بات ان سنی کرتی جارہی تھی۔

اسے پیچھے ہٹ! ورنہ دونوں کی قبر ایک ساتھ یہی
پہ کھودوں گا!! ۔۔۔وریام لاشاری آپے سے باہر
ہوتا غصے سے حلق کے بل چلاتے ہوئے حیات کو
دور کرتا آحد جھرانی کے سینے پہ پسٹل تان گیا، آحد
نے اگلے ہی پل اس سے بندوق چھیننی چاہی تھی
لیکن وریام اس بندوق پہ اپنی گرفت مضبوط کر گیا

تھا، وہ دونوں ایک دفعہ پھر گتھم گتھا ہوتے اس

بندوق کو ایک دوسرے سے چھیننے کی کوشش

کرنے لگے۔

میرا ہاتھ چھوڑ!! آج میں تجھے بتاؤں گا وریام

لاشاری کی بہن کا ذکر اپنی زبان پہ لانے والوں کا کیا

انجام ہوتا ہے، تو سالا ہوتا کون ہے میری بہن کو

اس سب کے درمیان لانے والا !۔۔۔۔۔وریام
نے گرجتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنی بندوق سے ہٹانا
چاہا تھا لیکن آحد بھرپور کوشش کرتے ہوئے اسکے
ہاتھ سے بندوق چھین رہا تھا۔درخت کے نیچے اس
وقت جنگ کا منظر چھایا ہوا تھا،وہ دونوں ایک
دوسرے کو خون کے گھونٹ پینے کی دھمکیاں

دینے میں مصروف ایک دوسرے کی عزتوں کو بیچ

میں لا رہے تھے جب ایک دم سے "ٹھاہ" کی آواز

ہوا میں بلند ہوئی اور اگلے ہی لمحے دونوں نوجوانوں

میں سے ایک کا وجود زمین پہ پورے قد سمیت

ڈھے گیا، منٹوں کو کھیل تھا، عزتوں پہ بات آئی

تھی جس کا نتیجہ صرف نقصان نکلا تھا، اس اچانک
حادثے پہ ماحول میں ہر طرف سکوت چھا چکا تھا۔

تشنگیِ یار۔۔۔ قسط8

از قلم۔۔۔ علیشے خان

دو بجنے والے تھے لیکن وریام ابھی تک حویلی واپس نہیں آیا تھا، ابھی ڈیڑھ بجے ہی تو اس نے اسے کال پہ بتایا تھا کہ وہ حویلی کے قریب ہی ہے، بس پہنچنے والا ہے تو پھر ابھی تک کیوں نہیں آیا تھا؟۔۔۔ وریام کو

مسلسل کال کرتے یزدان نے پریشانی سے سوچا تھا

لیکن اسے کال نہ اٹھاتے دیکھ کر وہ اپنی گاڑی کی ،

چابیاں اٹھاتا تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا،

اسکا دل عجیب سے انداز میں گھبرا رہا تھا، وہ تیزی سے

زنان خانے سے نکلتا ہوا پورچ کی طرف بڑھتا مسلسل

وریام کے لئے فکر مند تھا۔ یزدان نے اپنی گاڑی ان

لاک کی تھی جب اسکے بائیں ہاتھ میں موجود فون
تھرتھرانے لگا۔"وری"کالنگ دیکھ کے اسکی جان
میں جان آئی تھی،اس نے بنا وقت ضائع کئے تیزی
سے فون کان کو لگایا۔

کہاں تھا!کب سے فون ـــــــ یزدان ابھی اسے
خفگی سے ڈپٹتا جب دوسری طرف سے دل دہلا دینے

والی خبر سنتے یزدان کے پورے وجود میں سپارک ہوا تھا، یزدان کو پوری دنیا ساکن ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، اسے اپنے کانوں پہ کسی صورت یقین نہیں آ رہا تھا، یقیناً اس کے کان غلط سن رہے تھے، یہ سب غلط تھا، ہاتھوں میں تیز لرزش کے باعث اسکے کان کے

ساتھ لگا فون زمین بوس ہونے والا تھا جب وہ اس پہ
اپنی گرفت مضبوط کر گیا۔
کیا گھٹیا بکواس ہے یہ! وری کا فون تمہارے پاس کیا
کر رہا ہے؟ میری وری سے بات کرواؤ ابھی اور اسی
وقت!۔۔۔۔وہ گاڑی پہ مضبوطی سے ہاتھ جماتا اپنی
پوری قوت سے گرجدار آواز میں دھاڑا تھا، اسکی زخمی

دھاڑ پہ پورچ میں موجود تمام ملازم اپنی جگہ سے اچھلے
۔دوسری طرف سے پھر سے وہی جملہ سنتے یزدان کو
لگا جیسے کوئی پگھلا ہوا سیسہ اسکے کانوں میں انڈھیل رہا
ہو،اسکے کانوں میں صور پھونکی جارہی تھی،وہ چاہتا تھا
یہ ایک خواب ہو،وہ آگے نہیں بڑھنا چاہتا تھا،وہ چاہتا
تھا وقت تیزی سے بازی پلٹ جائے لیکن وقت تھا کہ

بازی ہی نہیں پلٹ رہا تھا، مقابل تھا کہ اپنا جملہ
دہراتے ہوئے اسکے کان میں صور پھونکتا جا رہا تھا،
یزدان کا دل پھٹ رہا تھا، نہیں ایسا نہیں ہونا تھا۔ ایسا
کیسے ہو سکتا تھا؟! اسکی ابھی تو وری سے بات ہوئی تھی،
یہ جھوٹ ہے۔ ہاں یہ بالکل جھوٹ ہے۔۔ یزدان کا
دل ودماغ کسی صورت مقابل کی بات کا یقین نہیں کر

رہا تھا، وہ اپنی جگہ پہ ساکت وصامت قوتِ گویائی سے
محروم دل ودماغ میں تانے بانے بنتا جا رہا تھا، اسکے
قدم زنجیر ہو چکے تھے، اسے لگ رہا تھا وہ مزید ایک
قدم اٹھائے گا تو پورے قد سمیت زمین بوس ہو گا۔
اسے اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا ہوا محسوس ہو
رہا تھا، اس میں گاڑی میں بیٹھنے کی ہمت نہیں تھی،

ہاتھوں کی لرزش کے باعث فون کپ کا چھوٹ کے
زمین پہ گر چکا تھا۔
"لاشاریوں کی زمینوں سے آدھ کلومیٹر کے فاصلے پہ
نیم کے درخت کے نیچے وریام سائیں کا قتل ہو چکا
ہے"

یزدان ابھی تک شل بنا ہوا تھا جب یہ الفاظ پھر سے کانوں میں گونجے، ایک دفعہ نہیں، دو دفعہ نہیں بار بار۔۔۔

آہہ!! ۔۔۔۔ یزدان اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھتا مفلوج ہوتے دماغ کے ساتھ حلق کے بل چیخا، وہ یہ جملہ پھر سے نہیں سننا چاہتا تھا لیکن یہ جملہ بار بار اسکے کانوں

میں سنائی دے رہا تھا جبکہ اسکا فون کبھی زمین پہ گر
چکا تھا، پھر کیوں یہ ظالم جملہ بار بار اسکے کانوں میں
گونج رہا تھا۔

سائیں کیا ہوا سب ٹھیک۔۔۔ایک ملازم ہمت کرتا ہوا
یزدان کی طرف بڑھتا منہ سے الفاظ نکال ہی رہا تھا
جب یزدان اسکے یونیفارم کے ساتھ لگی بندوق بے

دردی سے کھینچتے ہوئے تیزی سے حویلی کے گیٹ کی طرف بھاگا، اس میں گاڑی چلانے کی توانائی نہیں تھی، کچھ بولنے کی ہمت نہیں تھی، یہ تو تہہ تھا وہ جب تک وہاں جا کے سارا منظر نہ دیکھ لیتا اس نے دانت سے دانت نہیں اٹھانا تھا۔ یہ ضرور کسی نے جان بوجھ کے گھٹیا مذاق کیا تھا اور وہ اس مذاق پہ کسی صورت یقین

نہیں کرنا چاہتا تھا، وہ اس انسان کو بھی قتل کر دینا چاہتا تھا جس نے رات کے اس وقت اس قدر دل دہلانے والا مذاق کیا تھا۔ لاشاریوں کی زمینیں حویلی سے کافی دور تھیں، وہ حویلی کے گیٹ سے نکلتے ہی اندھا دھند سڑک پہ بھاگتا جا رہا تھا، حویلی کے کچھ ملازم گاڑی میں سوار ہوتے پریشانی سے یزدان کے پیچھے نکلے جبکہ کچھ

ملازم مردان خانے کی طرف بھاگے تھے، سالک لاشاری اور دبیر لاشاری مردان خانے کی طرف قیام پذیر تھے، ملازموں کو اجازت تھی وہ کسی بھی وقت حویلی یا گاؤں والوں کے مسئلوں کی وجہ سے مردان خانے کی طرف جا کے انہیں جگا سکتے تھے، یزدان کو یوں پسٹل لے کے شدید غصے سے حویلی سے نکلتے دیکھ

کے ملازموں نے اپنے مالکوں کو نیند سے جگانا ضروری سمجھا تھا کیونکہ حویلی کے لڑکوں کی جذباتی طبیعت سے واقف تھے، وہ نہیں چاہتے تھے یزدان غصے میں کوئی نقصان کر بیٹھے۔

وہ دھڑکتے دل سے پاگلوں کی طرح بھاگتے ہوئے
لاشاریوں کی زمینوں کے اختتام پہ پہنچا تھا جہاں پہ
اسکی اور وریام کی ریس ختم ہوا کرتی تھی، اسکا سانس
بری طرح سے پھول چکا تھا، جوتے راستے میں ہی
یہاں وہاں گر چکے تھے، ملازموں کی فوج اپنی گاڑی
اسکی پیچھے بھگاتی اسے گاڑی میں بیٹھانے کے لئے منتیں

کر رہی تھی لیکن وہ سنی ان سنی کرتا اپنے پیروں پہ

بھاگتا جارہا تھا۔

"لاشاریوں کی زمینوں سے آدھ کلومیٹر کے فاصلے پہ

نیم کے درخت کے نیچے وریام سائیں کا قتل ہو چکا

ہے"

وہ جو دو سیکنڈ سانس لینے کے لئے اپنی زمینوں کے آخر پہ رکا تھا۔ یہ جملہ پھر سے دماغ میں گونجنے کی دیر تھی جب وہ پسینے میں شرابور پھر سے بھاگنے لگا، اسکے پورے جسم پہ کپکپی طاری تھی، اسے اپنی زندگی میں شاید ہی کبھی اتنا خوف محسوس ہوا تھا جتنا اس وقت ہو رہا تھا، وہ دل میں وقت کے پلٹنے کی دعائیں مانگتا جا رہا تھا

لیکن اسکی کوئی دعا قبول نہیں ہو رہی تھی، وقت بھاگتا جا رہا تھا۔ وہ نجانے کتنے منٹوں سے بھاگ رہا تھا، وہ اندازہ نہ لگا سکا، ننگے پیر ہونے کی وجہ سے اسکے دودھیا سفید پیر کئی کانٹوں سے چھل چکے تھے، وہ کئی دفعہ لڑکھڑایا تھا لیکن اس نے ہار نہیں مانی تھی، وہ بھاگتے بھاگتے لاشاریوں کی زمینوں سے آدھ کلومیٹر کے

فاصلے پہ آ چکا تھا، سامنے وریام لاشاری کی جیپ دیکھتے
یزدان کے گلے میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی تھی، اس
سے مزید ایک قدم بھی آگے نہیں اٹھایا جا رہا تھا، اسکے
قدم من بھر ہو رہے تھے، جیپ کے ارد گرد کچھ
لوگوں کا ہجوم تھا جو شاید گولی کی آواز سن کے یہاں پہ
جمع ہوئے تھے۔

"آحد جھرانی گاؤں کی لڑکی لے کر بھاگ گیا"

"کس نے قتل کیا؟۔۔۔آحد جھرانی نے"

"آحد جھرانی بھاگ گیا"

"حفیظ جھرانی کا بیٹا آحد جھرانی میرویام کا قتل کرتے ہی بھاگ گیا"

گولی کی آواز دور دور تک گئی ہو گی اسی لئے کچھ دیر بعد
دیگر کئی گاؤں کے لوگ جمع ہوتے ایک دوسرے
سے سوال جواب کرتے حیرانی سے منہ پہ ہاتھ رکھے
درخت کے پاس خون میں لت پت وجود کو دیکھتے
افسوس کا اظہار کر رہے تھے۔ یزدان جس میں وریام
کی جیپ دیکھتے ہی آگے بڑھنے کی ہمت ختم ہو چکی تھی،

گاؤں والوں کی گڈمڈ کرتی آوازیں سنتے اس نے دل میں اللہ سے دعا مانگی تھی وہ اگلا منظر دیکھنے سے پہلے مر جائے، لیکن اسے موت نہیں آئی تھی، اللہ شاید اسکا مزید امتحان لینا چاہتا تھا۔

دو قدم اٹھانے کی دیر تھی ---------!!!!!!! وری جب یزدان اس خون میں بھیگے وجود کو دیکھتے اپنی

پوری قوت سے چلا اٹھا، اسکی آواز میں کیا کچھ نہیں تھا،
تکلیف، شدت، بے بسی، خوف، غصہ، زخمی پن۔۔
اسکی آنکھوں کے سامنے اس وقت وہ منظر تھا جیسے
حقیقت بھی اسے تسلیم کرنے کی ہمت نہ رکھتی
ہو، یزدان کی عقل و فہم کام کرنا بھول چکی تھی، اسے
ہر چیز بکھرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی، حیرت کا سمندر

اس کے سر پہ بھاری تھا۔ ہوش اس وقت آئی تھی جب
کسی گاؤں والے نے اسے حوصلے دینے کے لئے
کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا، پسینے میں شرابور یزدان کسی کی
بھی سنے بغیر خود میں تمام تر ہمت جمع کرتے وریام کے
قریب بھاگا، اسکے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھتے اس نے
ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ اسکے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا

جہاں سے خون ابل ابل کر باہر آرہا تھا، وریام کی تھمی
ساکت دھڑکنیں دیکھتے یزدان کی دھڑکنیں خوف اور
شدید حیرانگی سے بے حد تیز ہو چکی تھیں، وہ اس
حقیقت کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ وریام لاشاری کا سر
درخت کے ساتھ لگا ہوا تھا، سر پہ بندھا سفید رومال
خون سے لتھڑا ہوا تھا، جس سے خون بہتے ہوئے اسکے

چہرے پہ گر رہا تھا، شاید گولی لگتے ہی اسکا سر زور سے دیوار کے ساتھ لگ کے بری طرح سے زخمی ہوا تھا، اسکے چہرے پہ زخموں کے نشان تھے، سفید قمیض کے گریبان سے بٹن ٹوٹ چکے تھے۔

ور۔وریام!!۔۔پلیز۔۔ایسا۔۔مذاق۔۔نہیں۔۔ کر!۔۔۔میں۔۔جانتا۔۔ہوں۔۔یہ۔۔تیرا۔۔

خون۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ہے۔۔۔تو۔۔۔۔تو۔۔۔۔مجھے۔ تنگ۔۔۔

کر۔۔۔۔رہا۔۔۔۔ہے۔۔۔یہ۔۔۔۔سب۔۔۔ تیرا۔۔

پرینک۔۔۔۔ہے۔۔۔نا؟ پلیز۔۔۔۔بول۔۔۔دے۔۔۔یہ۔۔۔

سب۔۔۔ جھوٹ۔۔۔۔ہے!۔۔۔وری بول نا یہ سب

حقیقت نہیں ہے!۔۔۔۔یزدان اسکی ساکت

دھڑکنوں پہ ہاتھ رکھتا پھولی سانسوں کے درمیان

کپکپاتے لبوں سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ بولنے کی

کوشش کرتا ایک دم سے غرا اٹھا لیکن یزدان کی

غراہٹ کا اس ساکت وجود پہ کوئی اثر نہیں ہوا تھا،

وریام کی چاکلیٹ براؤن آنکھیں بند تھیں لیکن یزدان

کی سرمئی آنکھوں سے آنسو جاری ہو چکے تھے، وریام

اپنی عادت کے مطابق آج بھی اسکی نیند اڑانے کے بعد

پرسکون نیند سوچکا تھا، وریام کا دل نہیں دھڑک رہا تھا
تو پھر یزدان کی دھڑکنیں کیوں تیزی سے دور رہی
تھیں ؟! انہیں بھی تھم جانا چاہیئے تھا۔ یہ سب کیا ہو رہا
تھا؟

(اچھا پھر یہی بتا دے کیا موڈ ہے میری جانِ من کا؟ ہم
وہی کر لیتے ہیں!۔ وہ جان بوجھ کے اسکی نیند خراب کر

رہا تھا۔)

(میں تجھ سے بڑا ہوں! میری ہر بات ماننا تجھ پہ فرض
ہے۔ میرا سالا نہ بنا کر!۔۔۔وہ اس پہ بڑے ہونے کا
روعب جتا رہا تھا۔)

(جب تک میں زندہ ہوں میری "چاندنی" تیرے
"بادشاہ" سے کبھی نہیں ہار سکتی! ہاں اپنے مرنے کے

بعد میں کوئی گارنٹی نہیں دیتا! ۔۔ وہ اسے چڑا رہا تھا)

(میں نے بولا تھا نادانی تو مجھ سے صرف میرے مرنے کے بعد ہی جیت سکتا تھا ۔۔ وہ اسے انڈر اسٹیمیٹ کر رہا تھا)

(زیادہ دانت مت نکال! تیری شادی میری چاروں شادیوں کے بعد ہو گی بیٹا ۔۔۔ وہ اسے چیلنج کر رہا تھا)

(مان بھی جا میری جان! اب کچھ فضول نہیں بولوں گا۔۔پکا پرامس اب فضول نہیں بولوں گا دانی! ایک دفعہ معاف کر دے نا۔وہ اسے منا رہا تھا)

(آئندہ سے میں تیرے علاوہ کسی کے ساتھ ریس نہیں لگاؤں گا،یہ سارے بے ایمانی کرتے ہیں۔۔وہ اسے لاڈ دیکھا رہا تھا)

لیکن اس وقت وہ کچھ نہیں کر رہا تھا، اس وقت وہ نہ تو
اسکی نیند خراب کر رہا تھا، نہ اس پہ بڑے ہونے کا
روعب جتا رہا تھا، نہ اسے چڑا رہا تھا، نہ اسے انڈر
اسٹیمیٹ کر رہا تھا، نہ اسے چیلنج کر رہا تھا، نہ منا رہا تھا اور
نہ ہی اسے لاڈ دیکھا رہا تھا۔ وہ صرف اسکی دنیا اجاڑنے کا
سبب بن رہا تھا، میر وریام لاشاری آج بنا کوئی شرارت

کئے، بنا سے تنگ کئے، ساکت وصامت میر یزدان
لاشاری کی ہستی ہلا چکا تھا۔
وریام!!!!!!۔۔۔۔۔۔ سالک لاشاری جو
ملازموں کی باتیں سنتے پریشانی سے دبیر لاشاری کے
ساتھ یہاں پہنچے تھے اس منظر کو دیکھتے وہ زخمی شیر کی
مانند دھاڑتے ہوئے اپنے جوان بیٹے کی طرف بھاگے

تھے، اسکا خون میں ڈوبا زمین بوس مضبوط وجود دیکھتے

سالک لاشاری کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھایا تھا،

وہ ہوش کھوتے ہوئے زمین پہ ڈھے جاتے اگر جو

انہیں دبیر لاشاری اور ملازم بروقت نہ تھامتے۔۔

ہوا کیا ہے؟ مجھے کچھ بتائے گا؟ ہم رات کے اس وقت یوں اچانک ڈیرہ غازی خان کیوں جا رہے ہیں؟۔۔۔ غاذان نے تقریباً دو منٹ بعد پھر سے وہی سوال دہرایا تھا جو وہ کب سے بالاچ سے پوچھ رہا تھا لیکن وہ آنکھیں موندے سیٹ کی پشت کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھا، ارجنٹ ٹکٹ کرواتے انہیں کافی وقت لگ گیا تھا،

اس دوران غاذان نے حویلی میں سو فون کر ڈالے تھے لیکن کسی نے بھی اسکا فون نہیں اٹھایا تھا، اور بالاچ نے بھی صرف اتنا بتایا تھا کہ ان کا اس وقت حویلی جانا ضروری ہے اس لئے وہ جا رہے ہیں، اسکے علاوہ اس نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا تھا، اسکی خاموشی اب غاذان کو غصہ دلا رہی تھی۔

وری۔۔۔۔آنکھیں موندے بالاج نے کچھ بولنا چاہا تھا لیکن اسکے حلق میں آنسوؤں کا گولہ اٹک گیا، وہ کچھ سیکنڈ کے لئے خاموش ہو گیا۔

کیا ہوا وری کو؟۔۔۔۔وریام کے ذکر پہ غاذان اپنی گردن اسکی طرف گھماتے غور سے اسکی طرف دیکھتا اسکے جواب کا انتظار کرنے لگا۔۔

وری ہمیں یاد کر رہا ہے۔۔۔۔ بالاچ اپنے آنسو پیتا ہوا
بمشکل صرف اتنا ہی بول پایا، آنسو روکنے کی لاکھ
کوشش کی تھی لیکن اسکی بائیں آنکھ سے ایک آنسو نکلتا
اسکی کنپٹی میں جذب ہو گیا۔ وہ لاہور کے بنگلے میں
بہت رو چکا تھا، وہ مزید رونا چاہتا تھا لیکن اس وقت
پلین میں رو نہیں سکتا تھا۔

اچھا! اس وقت؟ ہم صبح بھی تو اس سے ملنے جا سکتے تھے نا؟۔۔۔غاذان نے شش و پنج کی کیفیت میں جواب دیتے ساتھ ہی سوال کیا۔

تم ٹھیک ہو؟ مجھے تمہاری آواز بھیگی ہوئی کیوں محسوس ہو رہی ہے؟۔۔۔بالاچ کو جواباً کچھ نہ بولتے دیکھ کے غاذان نے اسکا کندھا ہلایا تھا جس پہ بالاچ اپنے چہرے

پہ دونوں ہاتھ پھیر کے گہری سانس بھرتا شدت سے
سرخ پڑتی نیلی آنکھوں سے غاذان کی طرف دیکھنے لگا،
اس نے اپنے باپ کی فون کال کس طرح سے سنی تھی
یہ صرف وہ جانتا تھا یا اسکا خدا۔۔۔ فون کال سنتے ہی وہ
کتنی دیر ساکت رہا تھا، اسکی حالت یزدان سے کم نہ
تھی، اسکے ہوش گم ہو رہے تھے لیکن اسے صرف اتنا

یاد تھا ان کا وری انہیں پکار رہا ہے اور انہیں جلد از جلد
اس کے پاس ہونا چاہیئے، اس نے غاذان کو ابھی تک
کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔ اس میں ہمت ہی نہیں تھی ان
الفاظ کو دہرانے کی جو اسکے باپ نے فون کال پہ بولے
تھے۔۔۔ اسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا، وہ بے یقین

تھا۔اسکی سرخ لہورنگ نیلی آنکھیں دیکھتے غاذان کو
نجانے کیوں کچھ بہت غلط ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔
تو ٹھیک ہے؟حویلی میں سب ٹھیک ہیں نا؟مجھے سچ سچ
بتا بالاچ!تیری آنکھیں اس وقت ایک الگ کہانی سنا
رہی ہیں،تو رویا ہے؟؟تو مجھ سے کچھ چھپا رہا ہے
نا؟۔۔۔زیرک نگاہ رکھنے والا غاذان لاشاری دھڑکتے

دل سے ایک ساتھ سوالات کی بوچھاڑ کر گیا۔وہ بہت

بے چین ہو رہا تھا۔

ہم سب ٹھیک ہے! میرے سر میں درد ہے۔۔۔

بالاج اسکے تمام سوال اگنور کرتا پھر سے آنکھیں موند

گیا،اسکے اندر ایک طوفان چل رہا تھا،وہ ہر چیز جلا کے

بھسم کر دینا چاہتا تھا۔اسکے عجیب سے جوابات پہ
غازان اسے غصے سے گھور کے رہ گیا۔

ـــ

حویلی کے زنان خانے میں اس وقت قیامت کا سماں
تھا، صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی، ہر طرف دکھ اور اذیت کا
منظر تھا، ایشم کی دل دہلاتی چیخیں پورے زنان خانے

میں گونج رہی تھیں، شاہ جہاں بیگم سانس روکے بنا
کچھ بولے پتھر کی مورت بنی اپنے سامنے جوان بیٹے کی
لاش دیکھ رہی تھیں، انہیں اس ہولناک منظر پہ یقین
نہیں آرہا تھا، وہ وریام کے چہرے کو ہاتھ لگانا چاہتی
تھیں لیکن ان کے ہاتھ لرز رہے تھے۔۔

اداسائیں ایک دفعہ اٹھ جائیں! آپ کو خدا کا واسطہ ہے
ایک دفعہ آنکھیں کھول لیں، میں وعدہ کرتی ہوں کبھی
بھی لالا کو آپ کی شکایت نہیں لگاؤں گی! آپکی قسم
ہمیشہ آپ کی بات مانوں گی، آپ کو تنگ نہیں کروں
گی، خدا کے لئے ایک دفعہ، بس ایک دفعہ اپنی آنکھیں
کھول لیں!۔۔۔۔۔ ایشم اپنے دوپٹے کی ہوش بلائے

چلا چلا کے روتی ہوئی بار بار ہوش و حواس سے بیگانہ ہو رہی تھی، اسے جب ہوش میں لایا جاتا تھا، وہ آنکھیں کھولتے ہی پھر سے ویسے ہی چیخنا چلانا شروع کر دیتی۔ ایک گھنٹہ گزر چکا تھا، زنان خانے میں موجود تمام عورتیں انہیں حوصلہ دے رہی تھیں لیکن ان پہ کسی کی تسلی کام نہیں کر رہی تھی، روتی ہوئی جہاں آرا بیگم

خاموش پتھر کی مورت بن کے بیٹھی شاہ جہاں بیگم کو

رلانا چاہ رہی تھیں تاکہ ان کا کلیجہ اتنے بڑے غم کو سہتے

پھٹ نہ جائے لیکن وہ روئے بغیر بے یقینی سے بنا پلکیں

جھپکائیں وریام کو دیکھتی وہ تمام مناظر یاد کر رہی تھیں

جب وہ لاڈ سے ان کے گلے سے لگ جایا کرتا تھا۔

مرنے اور حویلی چھوڑنے کی باتوں کی وجہ سے جب

شاہ جہاں بیگم ناراض ہو جاتی تھیں تو وہ گھنٹوں ان کے پاس بیٹھ کے انہیں منایا کرتا تھا، ان کی گود میں سر رکھ کے سو جایا کرتا تھا لیکن آج ان کے ہاتھ خالی تھے، ان کی آغوش خالی تھی۔ کسی بھی مرد کی زنان خانے کی طرف آنے کی جرآت نہیں ہوئی تھی، سالک لاشاری اور دبیر لاشاری مضبوط مرد تھے، وہ سرداروں کے

خاندان سے تھے، انہوں نے اپنی پوری زندگی میں
بہت دشمنیاں بہت قتل وغارت دیکھے تھے لیکن آج
کی تاریخ میں جو قتل ہوا تھا اس نے سالک لاشاری جیسے
مضبوط سردار کو بھی ہلا کے رکھ دیا تھا، وہ ہونٹوں پہ
قفل لگائے سب کی ہمدردیاں سمیٹ رہے تھے، انہیں
اس وقت بالکل ہوش نہیں تھی کون انہیں تسلی دے

رہا ہے، کون ان کے پاس سے اٹھ کے جا رہا ہے، وہ تو
اس وقت دوپہر کے اس منظر میں کھوئے ہوئے تھا
جب ان کا شیرا انہیں شیر اور شیرنی کی جوڑی دیکھاتے
ہوئے ان کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کر رہا تھا۔ یزدان
مردان خانے کے کمرے میں بند ابھی تک باہر نہیں

نکلا تھا۔غازان اور بالاج ابھی تک حویلی نہیں پہنچے

تھے۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد یزدان اپنے چہرے پہ چھینٹے مارتا

اپنے تمام تر آنسو اندر اتارتے سرخ چہرے پہ چٹانی

تاثرات سجائے کمرے سے نکلا تھا،اسے دوستوں نے

ہمت دینی چاہیے تھی لیکن وہ کسی کی بھی ہمدردی سمیٹے

بغیر سرخ لہو رنگ سرمئی آنکھوں میں بے حد غصہ
اور سرد پن لئے ضبط کا دامن تھامتا زنان خانے کی
طرف بڑھ گیا۔ وہ بہت رو چکا تھا، اب اسے رونے کی
بجائے اپنی حویلی کی عورتوں کو ہمت دینی تھی وہ جانتا
تھا، ایشم رو رو کے اپنی حالت بری کر چکی ہو گی۔ زنان
خانے میں داخل ہوتے ہی اسکی پہلی نگاہ ایشم کی طرف

اٹھی تھی جو دوپٹے کی ہوش بلائے وریام کی چارپائی پہ اپنی کلائیاں مارتی دھاڑیں مار مار کے رو رہی تھی، وہ لمبی اور گہری سانس بھرتا مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے آگے کی طرف بڑھنے لگا، یزدان کو یہاں دیکھتے ہی جہاں آرا بیگم روتے ہوئے اسکے سینے سے لگ گئی، چاہے جو بھی تھا، وریام حد سے زیادہ ضدی ہونے کی وجہ سے انہیں

تھوڑا غصہ دلاتا تھا لیکن وہ ان کے لئے بھی یزدان اور بالاچ کی طرح تھا، اس جوان موت نے سب کے دل دہلائے تھے، یزدان انہیں حوصلہ دیتا شاہ جہاں بیگم کے قریب بیٹھا تھا، اس نے ان کے ماتھے پہ ہونٹ رکھتے اپنے آنسو اندر اتارتے انہیں پکارا تھا لیکن وہ نہیں سن رہی تھیں، وہ اس وقت کسی کو نہیں سننا چاہتی

تھیں، یزدان نے وریام کی طرف دیکھے بغیر اب اپنی بائیں جانب ایشم پہ نگاہیں دوڑائی تھیں، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ اسے کیسے خاموش کروائے۔ وہ اسکی زمین پہ گری سیاہ چادر اٹھاتے اسکے سر اور سراپے پہ اڑاتا ایشم کو اپنے کندھے کے ساتھ لگاتا مدھم آواز میں اسے

مخاطب کرتے نرمی سے خاموش کروانے لگا لیکن وہ سن کہاں رہی تھی۔۔

اداسائیں آپ وری اداکو بولیں ناوہ ایک دفعہ میری طرف دیکھ لیں، وہ میری نہیں سن رہے، وہ آپ کی سن لیتے ہیں، آپ خدا کے لئے انہیں بولیں ایک دفعہ میری سن لیں، میں مر جاؤں گی، مجھ سے نہیں سہا جا

رہا۔۔۔۔وہ جس یزدان کو دیکھتے ہی منہ چڑھا لیا کرتی
تھی آج غم اور صدمے کی کیفیت میں اسکے سینے سے
لگی پھوٹ پھوٹ کے روتے ہوئے منت کرنے لگی۔
شش۔۔۔اٹھو! کمرے میں چلو۔۔۔۔یزدان نے اسکی
کمر پہ نرمی سے اپنا ہاتھ سہلاتے اسے مخاطب کیا تھا

لیکن وہ اگلے ہی پل ایک دفعہ پھر سے ہوش وحواس سے بیگانہ ہوتی اپنا سر اسکے سینے پہ گرا گئی۔

ایشی!!!۔۔۔۔اسے بے ہوش ہوتے دیکھ کے یزدان نے پریشان ہوتے اسے بلند آواز میں پکارتے اسکے گال پہ ہاتھ رکھتے تھپتھپایا تھا لیکن وہ ہوش میں نہیں آئی تھی۔

اسے کمرے میں لے جاؤ یزدان! بار بار بے ہوش ہو رہی ہے، مجھ سے نہیں سنبھالی جا رہی ۔۔۔۔ جہاں آرا بیگم اسکے چہرے پہ پانی بھڑکتی روتے ہوئے یزدان سے مخاطب ہوئیں، یزدان اپنے دہکتے سر کا درد نظر انداز کرتا بے ہوش ایشم کو اپنے بازوؤں میں اٹھائے اسکے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ تمام عورتوں نے رخ

موڑتے بے ساختہ ان کی طرف دیکھا تھا، جہاں آرا بیگم کے کہنے پہ ملازمہ پانی کا گلاس لئے سر کو خم دیتی یزدان کے پیچھے ہی ایشم کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

غازان ٹرانس کی کیفیت میں ان سب کی باتیں سنتا اپنے باپ کو اپنے سینے سے لگ کے روتے دیکھ رہا تھا،

اس نے آج پہلی دفعہ سالک لاشاری کو روتے دیکھا

تھا، حویلی آتے ہی اسے جھٹکے پہ جھٹکا مل رہا تھا، بالاچ

اسکے کسی بھی سوال کا جواب دیئے بغیر نگاہیں چراتا ہوا

زنان خانے کی طرف بڑھ چکا تھا جبکہ غاذان حیرت

انگیز انداز میں کھڑا پوری صورتحال سمجھنے کی کوشش

کررہا تھا۔اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا حویلی

آتے ہی اسے یہ دل دہلاتی خبر سننے کو ملے گی۔اسکا سینہ جیسے کوئی تیز دھار آری سے چیر رہا تھا۔

"احد جھرانی ہماری پہنچ سے دور بھاگ چکا ہے سائیں سرکار! ہم نے پورے ڈیرہ غازی خان کا چپہ چپہ چھان مارا ہے وہ کہیں بھی نہیں ہے!"۔۔غاذان کو ہوش ملازم کی آواز پہ آئی تھی۔وہ کسی کا بھی گریبان پکڑے

بغیر بنا کوئی سوال کئے تیز قدموں سے زنان خانے کی
طرف بھاگا تھا، غاذان لاشاری کو اپنا دل پھٹتا ہوا
محسوس ہو رہا تھا، زنان خانے میں آتے ہی وریام کی
لاش دیکھتے اس نے اپنی سانسیں روکی تھیں، شاہ جہاں
بیگم جو کب سے اسکے بیٹھی وریام کو بنا پلکیں جھکائے

دیکھ رہی تھیں، غاذان کو دیکھتے ہی ان کا ضبط ٹوٹا تھا، وہ چیختے ہوئے اس کے سینے سے لگ گئی۔

غاذان دیکھ تیرا بھائی مار دیا اس ظالم نے! مجھے میرا بیٹا لا کے دو غاذان۔ میرا کلیجہ پھٹ جائے گا، میں کیسے اپنے جوان بیٹے کی لاش پہ صبر کروں، مجھے میرے بیٹے کے ساتھ دفنا دینا، مجھے یہ زندگی نہیں چاہیئے۔ غاذان تیرا

لاڈلا مار دیا ان ظالموں نے۔۔۔ شاہ جہاں بیگم اسکی سیاہ
قمیض اپنی مٹھیوں میں جکڑتی دھاڑیں مارتے ہوئے
اپنے ساتھ سب کو رلا گئی تھیں، ان کا غم چھوٹا
نہیں تھا۔غاذان اور بالاج خالی آنکھوں سے
خاموشی سے وریام کی طرف دیکھ رہے تھے، اسکا خون
میں لپٹا سفید رومال، زخمی چہرہ، خون آلود وجود دیکھتے

ان دونوں کے اندر خون کے ابال اٹھ رہے تھے، سینے میں انتقام کی آگ جل رہی تھی، بالاچ تو پھر لاہور میں رو چکا تھا لیکن غاذان نے ابھی تک ایک آنسو نہیں بہایا تھا، وہ غیض و غضب تاثرات چہرے پہ سجائے آنکھوں میں لہو لئے اپنے بھائی کی لاش دیکھ رہا تھا۔

میں آحد جھرانی کی نسلیں نیست و نابود کر دوں گا!
میں وریام کے خون کے ایک ایک قطرے کا سود
سمیت حساب لوں گا۔۔۔۔غاذان اپنی پوری قوت سے
گرجدار آواز میں دھاڑا ہوا شاہ جہاں بیگم کو اپنے سینے
سے الگ کرتے سب کو اپنی جگہ پہ لرزنے پہ مجبور کر
گیا تھا، وہ وریام کا خاموش چہرہ آنکھوں میں بسائے

تیزی سے وہاں سے نکلا تھا، بالاج جانتا تھا وہ کہاں جا رہا ہے، اس نے اسے نہیں روکا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا غاذان نے کسی کی نہیں سننی تھی اور نہ اس دفعہ قانون کی پاسداری کرنے والے بالاج لاشاری نے رکنا تھا، اسے وریام کا خون بہت پیارا تھا، قانون سے بھی پیارا۔

(اداسائیں مجھے زہر لگتا ہے آپکا یہ قانون !۔۔ کبھی کبھی میرا دل کرتا آپ کی یہ قانون کی موٹی کتابیں آگ میں جھونک دوں)

(آپ تو لاہوری بن گئے ہیں بھئی، لاہور جا کے بھول ہی جاتے ہیں کوئی وریام لاشاری بھی ہے جس کی خیر خبر لینی ہے)

(سچ سچ بتائیں نایزدان آپ کا زیادہ لاڈلا ہے یا وریام؟)

وریام کے تمام شکوے، اسکی لاڈ بھری باتیں،

شرارتیں بالاج لاشاری کی آنکھوں کے سامنے کسی

فلم کی طرح گھوم رہی تھیں، وہ اسکے سر سے رومال اتار

کے اسکے چاکلیٹ براؤن بالوں کو آزاد کرتا اس خون

آلود رومال کو قمیض کی جیب میں رکھتے تیزی سے وہاں

سے نکل گیا، ماں اور تائی کا پھوٹ پھوٹ کے رونا اسکا دل کمزور کر رہا تھا لیکن وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا، یزدان ابھی تک کمرے میں بے ہوش ایشم کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہ سب صرف اتنا جانتے تھے گاؤں کے کچھ آدمیوں نے آحد جھرانی کو پسٹل پھینکتے ہی تیزی سے ایک لڑکی

کے ساتھ بھاگتے دیکھا ہے، آدمیوں نے اسکا کافی پیچھا
کیا تھا لیکن وہ انہیں چکما دے گیا لیکن یہ کوئی نہیں جانتا
تھا کہ وریام یہ گولی آحد کے سینے میں مارنا چاہتا تھا جو
جھپٹا جھپٹی کی وجہ سے اسکے اپنے سینے کے بیچ و بیچ لگی
تھی، اور وہ اسی لمحے اس دنیا فانی سے کوچ کر گیا۔ اللہ
سدھرنے کا موقع بار بار نہیں دیا کرتا، وہ کسی بھی لمحے

جان قبض کر لینے کی طاقت رکھتا ہے، اللہ کو غرور
کرنے والے انسان سخت نہ پسند ہیں، وریام لاشاری
نے سردار کا بیٹا ہونے پہ غرور کیا تھا اور خدا نے اسکا
غرور خاک میں ملا ڈالا تھا، آج گاؤں کا ایک معمولی سا
لڑکا اس سردار کے بیٹے کی جان لے چکا تھا۔ وہ
دوسروں کی عزتوں کے متعلق نازیبا الفاظ بولنے والا

اپنی بہن کے متعلق ایک جملہ برداشت نہیں کرپایا تھا!!

غاذان لاشاری کی گاڑی تیز رفتاری سے اسکی زمینوں پہ گھوم رہی تھی، اسکا رخ حفیظ جھرانی کے گھر کی طرف تھا، وہ اس وقت شدید غصے کی کیفیت میں تھا۔

اسکا بس نہیں چل رہا تھا پوری دنیا کو آگ لگا دے، اس قدر بے بسی، اتنا افسوس، اتنا غصہ اسے اپنی زندگی میں کبھی نہیں آیا تھا جتنا اس وقت آرہا تھا، ملازموں نے اسے شیور کروایا تھا وہ حفیظ جھرانی کے گھر کی ساری تلاشی لے چکے ہیں وہاں آحد موجود نہیں ہے لیکن غاذان کو خود جا کے دیکھنا تھا۔

(خوش قسمت ہیں آپ لوگ آپ کے پاس وریام
لاشاری ہے جس پہ پوری دنیا مرتی ہے)
(افکورس یہی چاہتا ہوں میں! پہلی شادی غازان ادا کی
شادی سے پہلے کروں گا)
(ارے نہیں اداسائیں! دل چھوٹا نہ کریں، اب میں اتنا
بھی ظالم نہیں ہوں کہ آپ کی شادی سے پہلے ہی آپ

کو تایا بنادوں)

اسکی باتیں یاد کرتے ہوئے غازان کی آنکھوں سے

آنسو ٹوٹ کے اسکے عارضوں پہ گرے تھے جنہیں وہ

اگلے ہی پل سختی سے رگڑتا سٹیرنگ پہ گرفت مضبوط

کر گیا، اسکا چہرہ غصے سے لال تندور کی مانند دہک رہا

تھا۔حفیظ جھرانی کے چھوٹے سے گھر کے قریب پہنچتے

ہی غاذان نے وریام کی یادوں سے نکلتے ہوئے تیزی سے گاڑی کو بریک لگائی تھی۔غاذان کی گاڑی رکتے ہی گارڈز کی تمام گاڑیوں نے بریک لگائی تھی، گارڈز تیزی سے گاڑی سے نکلتے حفیظ جھرانی کے گھر کا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹانے لگے لیکن دروازہ نہیں کھولا گیا تھا۔

بھاگ گئے نمک حرام لوگ؟۔۔۔۔ کسی کو دروازہ نہ کھولتے دیکھ کے غاذان نے گاڑی سے نکلتے شدید غصے سے ملازموں سے سوال کیا تھا۔

سائیں ہم کب سے یہی پہ پہرا دے رہیں ہیں، آحد جھرانی کے سوا اسکے ماں باپ اور بہن گھر میں موجود ہیں لیکن دروازہ نہیں کھول رہے۔۔۔۔ ایک ملازم

نے اسکی دھاڑ پہ ڈرتے ہوئے ایک سانس میں اسکی بات کا جواب دیا تھا۔ غاذان نے بنا جواب دیے اس کے ہاتھ سے پسٹل کھینچتے ایک ساتھ دروازے پہ دو فائر کیے تھے، گولیوں کی تھرتھراہٹ کی آوازیں پورے گاؤں میں گونجی تھیں۔

بابا سائیں!!۔۔۔ماہ پارہ ان آوازوں کو سنتی روتے ہوئے باپ کے سینے سے لپٹتی انہیں بچوں کی طرح پکارنے لگی۔

اپنے بے غیرت بیٹے کو باہر نکالو حفیظ جھرانی! میں تمہاری نسل تباہ کئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا!۔۔ میر غاذان لاشاری اپنی پوری قوت سے حلق کے بل

چلاتا ہوا اس دروازے پہ مزید ایک فائر کر گیا، دروازے میں جگہ جگہ سوراخ جبکہ اسکے قبضے ڈھیلے پڑ چکے تھے۔غازان کی بھاری آواز سنتے ماہ پارہ کا دل کانوں میں دھڑکتے ہوئے پاگل ہو رہا تھا، حفیظ صاحب نے دروازے کی طرف بڑھنا چاہا تھا لیکن ماہ پارہ زور سے ان کے ساتھ لپٹی روئے جا رہی تھی۔

نہیں بابا سائیں! آپ نہیں جا۔۔

باہر نکلو نمک حراموں!! ایک منٹ سے پہلے باہر آؤ حفیظ جکھرانی ورنہ اگر اگلے ہی منٹ میں زبردستی اندر آیا تو تم سب کی قبریں یہی پہ کھود کے زندہ زمین میں دفن کردوں گا!!

وہ شدتوں سے روتی اپنا جملہ مکمل بھی نہ کرپائی جب دروازے پہ یکے بعد دیگرے فائر کیے گئے تھے جس کے باعث دروازہ اگلے ہی پل خستہ حال زمین بوس ہو گیا۔ماہ پارہ جو غاذان کی دھاڑوں پہ سانسیں روک رہی تھی دروازہ گرتے ہی اسے اپنے گھر میں داخل ہوتے دیکھ کے زور سے حفیظ جھرانی کی قمیض اپنی مٹھیوں

میں بھینچ گئی۔غاذان نے گارڈز کو اندر آنے کی اجازت
نہیں دی تھی اسی لئے ان میں سے کوئی بھی اندر نہیں
آیا تھا۔غاذان طیش واشتعال کے عالم میں تیزی سے
آگے بڑھتا ماہ پارہ کو کہنی سے تھام کے اسکے باپ سے
بے دردی سے الگ کر کے دور جھٹک گیا۔وہ اس

اچانک افتاد پہ گرنے والی تھی لیکن روتی ہوئی خالدہ اسے بروقت سنبھال گئی۔

کہاں ہے تمہارا احرام-زادہ!۔۔۔۔غاذان اس بوڑھے شخص کے آنسو نظرانداز کرتا اس کے مقابل ہوتے چلایا تھا۔

سائیں سرکار ہم نہیں جانتے، ہمیں معاف کر
دیں۔۔۔ حفیظ آنسو بہاتے غاذان کے سامنے ہاتھ جوڑ
گئے۔غاذان ان کا رونا پیٹنا، معافیاں نظر انداز کرتا اندر
کمروں کی طرف بڑھ گیا، چھوٹے سے گھر میں صرف
دو کمرے، ایک کچن، باتھروم اور چھوٹا سا صحن تھا، وہ
دو منٹوں میں پورے گھر کی تلاشی لے چکا تھا لیکن

آحد کہیں پہ بھی نہیں تھا۔غاذان کا غصے سے برا حال ہو
رہا تھا۔اسکے خون میں طیش واشتعال کے باعث ابال
اٹھ رہے تھے،ماہ پارہ اپنی ماں کے سینے میں چھپ کے
روتی ہوئی اسے اپنے پورے گھر کی متلاشی کرتے دیکھ
رہی تھی،وہ ابھی کچھ دن پہلے سیاہ شلوار قمیض میں
ملبوس جتنا دل کو بھایا تھا،آج اس سیاہ شلوار قمیض میں

ملبوس اسکے گھر کی چیزیں الٹتا پلٹتا اسکا دل خوف سے

دھڑک رہا تھا۔۔

میں تین تک گنوں گا حفیظا اگر تو نے مجھے تین سیکنڈ کے

اندر اندر اپنے بیٹے کا پتہ نہ بتایا تو تیرا بھیجا ہو گا اور میری

بندوق! میری بندوق سے نکلی ایک گولی تیرا کام تمام

کر جائے گا!۔۔ تین۔۔۔دو۔۔۔۔۔۔اسکے "ایک"

بولنے سے پہلے ہی ماہ پارہ اپنی ماں کے حصار سے نکلتی بھاگتے ہوئے باپ کے سامنے آ کھڑی ہوئی، غاذان جو ٹریگر پہ انگلی رکھتا "ایک" بولنے والا تھا اس لڑکی کو یوں بیچ میں آ کے باپ کے ساتھ چمٹتے دیکھ کے اسکا بس نہیں تھا اپنی بندوق سے اسی کا بھیجا اڑا دے۔۔

س۔ سائیں!۔۔ ہم۔۔ ادا۔۔ کے۔۔ بارے۔۔

میں۔۔ نہیں۔۔ جانتے!۔۔ خدا۔۔ کے۔۔ لئے۔۔

میرے۔۔ بابا۔۔ سائیں۔۔ کو۔۔ چھوڑ۔۔ دو!۔۔ ماہ

پارہ اسکے مقابل آتی روتے ہوئے کپکپاتے گلابی

ہونٹوں سے ٹوٹے پھوٹے جملے ادا کرتی اسکے سامنے

ہاتھ جوڑ رہی تھی، آج اسے اپنے پردے کی بھی ہوش
نہیں تھی۔

خالدہ اسے اندر لے کر جاؤ۔۔۔۔۔ حفیظ صاحب نے
اپنی بیگم کو مخاطب کرتے ماہ پارہ کی طرف اشارہ کیا
تھا۔خالدہ بیگم نے آگے بڑھتے ہوئے ماہ پارہ کو تھامنا

چاہ تھا لیکن وہ اپنے باپ کے سامنے سے نہیں ہٹ
رہی تھی، وہ ان سے بہت پیار کرتی تھی۔
چھوڑ دوں ؟؟ سیر ئیسلی ؟ کیا تم لوگ میر غازان
لاشاری کی دہشت سے واقف نہیں ہو؟ میرا کتا قتل
ہوا ہوتا نا تو پھر میں بھی قاتل کو سزا دیئے بغیر سکون کی
سانس نہ لیتا، یہاں تو بات پھر میرے لاڈلے بھائی کی

ہے، تو سوچو میر غاذان لاشاری تم لوگوں کا کیا حشر
کرے گا! میں تمہارے خاندان کا ایک مرد بھی زندہ
نہیں چھوڑوں گا! تمہارے پاس وریام کے جنازے
تک کا وقت ہے حفیظ جکھرانی! مجھے آحد کا پتہ ہر حال
میں چاہیئے اور خبردار جو تم میں سے کسی نے بھی یہاں
سے بھاگنے کی کوشش کی، بوٹی بوٹی کر کے اپنے پالتو

کتوں کے آگے ڈال دوں گا نمک حراموں!۔۔۔۔

غاذان غصے سے چلاتے ہوئے ماہ پارہ کو جواب دینے کے بعد حفیظ جکھرانی کو مضبوط لہجے میں دھمکیاں لگاتا تیزی سے باہر کی طرف نکل گیا، اسکے نکلتے ہی خالدہ بیگم اور ماہ پارہ پھوٹ کے رونے لگیں، غاذان اسکا گھر خود ہر لحاظ سے چیک کر کے اپنی تسلی کر چکا تھا،

آحد بھاگ چکا تھا، وہ یقیناً پوری پلاننگ کے ساتھ بھاگا
ہو گا، غاذان اس گھر کے باہر اپنے ملازم پہرے پہ
کھڑے کرتا حویلی کی طرف بڑھ گیا، اسے ابھی وریام
کے ساتھ وقت گزارنا تھا جو ان کے پاس صرف چند
گھنٹوں کا مہمان تھا، وہ کس طرح سے اپنے لاڈلے
بھائی کی چارپائی کو کندھا دے گا؟ وہ کس طرح سے

اپنے لاڈلے کو زمین میں دفن کرنے گا؟ یہ سوچ سوچ کے غاذان کے سینے میں درد اٹھ رہا تھا، وہ اپنا سینہ مسلتے ہوئے گاڑی کی رفتار بڑھاتا آنکھوں سے آنسوؤں کو بہنے کی اجازت دے گیا، اجازت ملتے ہی آنسو قطار در قطار اسکی آنکھوں سے جاری ہوتے سیاہ گھنی بیرڈ میں جذب ہونے لگے۔

تشنگیِ یار۔۔۔قسط9

از قلم۔۔۔علیشے خان

وریام کے قتل کو آج تین روز گزر چکے تھے لیکن سوگ ابھی تک پہلے روز کی طرح تھا، جوان موت تھی اسکا دکھ، اسکی اذیت ناقابل برداشت تھی۔

حویلی میں سب نے ایک دوسرے سے کنارہ کر لیا تھا،
کوئی کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا، سب کو اپنا
سوگ منانے کی پڑی تھی سوائے حویلی کے لڑکوں
کے۔۔ غاذان، بالاچ اور یزدان نے وریام کی موت
والے روز سے ہی آحد جھرانی کی تلاش شروع کر دی
تھی، وہ اپنے تمام حربے آزما چکے تھے لیکن ابھی تک

اس کا پتا نہیں چلا تھا، وہ تینوں انتقام کی آگ میں پاگل ہو رہے تھے، کوئی ایک رات ایسی نہیں تھی جو وہ سکون کی نیند سو چکے ہوں، وریام کی موت ان کی نیندیں اڑا چکی تھی، یہ حقیقت بہت بھیانک تھی۔ کل جرگہ بیٹھنا تھا لیکن جرگہ بٹھانے سے پہلے بالاچ نے اس لڑکی کے ماں باپ سے ملاقات کرنا ضروری سمجھا

تھا جو آحد کے ساتھ بھاگی تھی، وہ باہر ڈیرے کے آنگن میں بیٹھا ان کے ساتھ شدید غصے میں جھڑپ کر رہا تھا جبکہ غاذان ان کی گفتگو جوائن کرنے کی بجائے ڈیرے کے کمرے میں فل اندھیرا کیئے سیگریٹ پہ سیگریٹ پھونکتا جا رہا تھا۔ سیگریٹ تو وہ پہلے بھی پیتا تھا لیکن اب وہ ہر وقت کثرت سے سیگریٹ

پیتا ہوا نظر آتا تھا۔ حیات کے ماں باپ سے گفتگو ختم کرتے ہی بالاج غصے سے گہری سانس بھرتا اندر کی طرف بڑھ گیا، اسکا رخ غاذان والے کمرے کی طرف تھا۔

تو جانتا ہے انہوں نے کیا بکواس کی ہے؟۔۔۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی بالاج نے غصے سے غاذان

کو مخاطب کیا۔وہ خاموشی سے سیگریٹ پھونکتا اپنی
سرخ ہوتی ہیزل نٹ آنکھوں سے اسکی طرف دیکھنے
لگا،وہ شاید بالاچ کے مزید بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔
اسکی ماں کا کہنا ہے وریام ایک ہفتے سے اسکی بیٹی کو
تنگ کر رہا تھا،اسکی بیٹی آحد کی منگیتر تھی اور وریام یہ
بات جانتے بوجھتے اس حیات نامی لڑکی کو اپنی کنیز بنانا

چاہتا تھا تا کہ اپنی ہار کا بدلہ لے سکے۔۔ بالاچ نے غصے سے اپنی بات جاری رکھی۔

ہو نہ ہو وہ ہار جو اس بے غیرت نمک حرام نے رشوت لے کر اپنے نام کی تھی؟۔۔غاذان سیگریٹ کا گہرا کش بھر تا دھواں اڑاتے ہوئے غصے سے بولا،اس نے کنیز والی بات ایسے ہوا میں اڑائی تھی جیسے سنی ہی نہ

ہو، یزدان نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی انہیں وریام اور آحد کی ریس کی حقیقت بتائی تھی، وہ ان پہ اس حقیقت کا انکشاف کرتے ہی سنجیدگی سے وریام کی قبر پہ جا چکا تھا تاکہ وہاں سکون سے بیٹھ کے اسکے ساتھ باتیں کرسکے جبکہ وہ دونوں تب سے غصے سے بھرے پڑے تھے، وریام اس وقت غصے سے چیختا چلاتا رہا تھا

کہ اسکے ساتھ بے ایمانی ہوئی ہے لیکن انہوں نے اسکی بات پہ کان نہیں دھرے تھے، انکا غصہ اریب اظہر، آحد اور اس حیات نامی لڑکی پہ بھرتا جا رہا تھا۔

میری بات سن غازی! ہمارے آج سے تین ٹارگٹ ہیں: اریب اظہر، آحد اور حیات۔ یہ تینوں ہمارے وری کے قاتل کے زمہ دار ہیں، گولی آحد نے ماری

تھی لیکن کس کی وجہ سے ماری تھی؟ افکورس وریام کو

اپنی اس سو کالڈ منگیتر کے راستے سے ہٹانے کے لئے

۔ رہی بات اریب اظہر کی تو اس نے اپنی پرانی دشمنی

کے لئے وریام اور آحد کی گیم سٹارٹ کروائی، یہ

تینوں برابر کے قصوروار ہیں! یزدان کچھ دیر پہلے اپنا

ٹارگٹ سنا چکا ہے، اسکا ٹارگٹ اریب اظہر ہے، اسکا

کہنا ہے وہ اس پہ قانونی کاروائی کروانا چاہتا ہے لیکن

میں وکالت چھوڑنے کا عہد کر چکا ہوں کیونکہ میرے

وری کو میرا قانون پسند نہیں تھا، میں آج کے بعد

قانون کی کتابوں کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا کیونکہ قانون

ہمیں وہ انصاف نہیں دلوا سکتا جو ہمارا حق ہے، ہمارا

جوان خون قتل ہوا ہے، تین روز گزر چکے ہیں لیکن

ان وردی والوں سے ابھی تک آحد جھرانی نہیں

ڈھونڈا جا رہا، کیونکہ ہمارا قانون سست ہے۔ ہم آج

کے بعد آحد جھرانی کو خود ڈھونڈیں گے چاہے ہمیں

اس کے لئے سالہا سال ہی کیوں نہ لگ جائیں لیکن

جب تک اسکی نسل تباہ نہیں ہو گی اسکی منگیتر میری

کنیز کے عہدے پہ فائز نہیں ہو گی میں بالاچ لاشاری

اسے سکون کی سانس نہیں لینے دوں گا! ۔۔۔ بالاچ
لاشاری سفاکیت سے غراتا ہوا کھڑکی کے پاس جا کے
کھڑا ہو گیا، آخر کو سفاک ہوتا بھی کیوں نا؟ وہ
سرداروں کے خاندان سے تھا۔ بالاچ لاشاری کا بے
رحم روپ ابھی کسی نے دیکھا ہی کہاں تھا؟

وہ اب تک اس لڑکی سے نکاح کر کے اپنا تعلق مضبوط
بنا چکا ہو گا۔۔۔غاذان استہزایا انداز میں سر جھٹک کے
بولتا پھر سے سیگریٹ پھونکنے لگا۔کہنے کو وہ سردار کا
بیٹا تھا لیکن اس سے تین دنوں سے گاؤں کا ایک
معمولی سا لڑکا نہیں تلاش کیا جا رہا تھا، نجانے وہ ان
سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کے کہاں غائب

ہو گیا تھا؟ انہوں نے اپنا ہر ریسورس استعمال کر لیا تھا لیکن آحد جھرانی اس لڑکی کو بھگا کے کسی سوئی کی طرح غائب ہوا تھا۔

وہ اس لڑکی سے نکاح کرے یا اسے اپنے بچوں کی ماں بنا لے لیکن میر بلاچ لاشاری کا آج سے ایک ہی ٹارگٹ ہے اور وہ ہے حیات! کیونکہ میرا فوکس اس

وقت قاتل، مقتول اور قتل کی وجہ پہ ہے! تیرا سارا
دھیان اس وقت قاتل پہ ہے لیکن میرا دھیان قتل
کی وجہ پہ ہے! قتل کی وجہ "حیات" تھی۔ !آحد نے
اس لڑکی کی وجہ سے ہمارے وری پہ گولی چلائی، جب
وری کو گولی لگی وہ وہاں موجود تھی، گاؤں کے لوگوں
نے ان دونوں کو اکھٹے بھاگتے دیکھا تھا، جتنا قصوروار

آحد ہے اتنی ہی قصور وار وہ لڑکی ہے اور اسکی سزا اسے
بھگتنی پڑے گی۔ میر اٹارگٹ اس "حیات" نامی لڑکی
پہ فائنل ہوتا ہے۔ بالاچ لاشاری کے لہجے میں اس
حیات کے لئے نفرت ہی نفرت تھی، جب سے اسے
قتل کی وجہ معلوم ہوئی تھی میر بالاچ لاشاری کو لڑکی
ذات سے نفرت ہو رہی تھی۔ کیونکہ ایک لڑکی اس کا

خاندان اجاڑنے کا سبب بنی تھی، اور وہ دل میں اس
لڑکی کو اجاڑنے کا پکا عہد کر چکا تھا۔ بالاچ لاشاری اس
وقت سرداروں کا خون بن کے سفاکی سے بہت کچھ
سوچ چکا تھا۔ اس نے ایک پڑھا لکھا ایڈووکیٹ بن کے
بالکل نہیں سوچا تھا، اس وقت اپنا نقصان، اپنا غم ہر
چیز پہ بھاری لگ رہا تھا۔

ہمم! لیکن کچھ بھی کرنے سے پہلے اتنا ضرور سوچ لینا
تو اپنا دل لاہور چھوڑ کے آیا ہے!۔۔۔اسکے سفاک
ارادے پہ غاذان لاشاری نے اسے روکا نہیں تھا لیکن
اپنے ایک جملے سے اس سے کتنی ہی دیر قوتِ گویائی
سے محروم ضرور کیا تھا۔

مجھے لاہور جانا پسند نہیں رہا کیونکہ وریام کو میرا لاہور جانا پسند نہیں تھا، وہ مجھ سے ہمیشہ شکایت کرتا تھا میں لاہور جا کے اسے بھول جاتا ہوں ۔۔ بالاج اپنے دل کی تمام پکاریں نظر انداز کرتا کچھ دیر بعد سنبھلتے ہوئے اداسی سے بولا۔ اسکی آواز بھیگی ہوئی تھی۔

کل جرگہ بیٹھے گا!۔۔۔۔۔وریام کاذکر دل چیرتا تھا اسی لئے غاذان بات پلٹ گیا۔
جانتا ہوں! اور یہ بھی جانتا ہوں تو ونی نہیں لے گا!۔۔۔بالاچ نے اپنی جیب سے سیگریٹ اور لائٹر نکال کے سلگاتے ہوئے کسی غیر مرئی نقطے پہ نظریں

جمائے کھوئے ہوئے انداز میں جواب دیا، وہ ابھی تک وریام کے متعلق سوچ رہا تھا۔

کبھی کبھی میرا دل چاہتا ہے حفیظ جھرانی کے پورے خاندان کے نوجوان اکٹھے کروں اور بھرے جرگے کے سامنے انہیں یکے بعد دیگرے قتل کر کے ایک عبرت ناک مثال قائم کر دوں لیکن پھر میں سوچتا

ہوں ان سب کو قتل کرنے کے بعد بھی مجھے وہ سکون
حاصل نہیں ہوگا جو آحد جھرانی کی بوٹی بوٹی کرکے
حاصل ہوگا۔وہ ہم سے جتنا چھپے گا میں عین وقت پہ
اسکی سزا اتنی ہی عبرت ناک بناؤں گا۔۔غازان ایک
ایک لفظ پہ غصے سے زور دیتا سیگریٹ اپنے ہاتھ کی
مٹھی میں بھینچتا بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگا کے

آنکھیں مونده گیا، سیگریٹ اسکا ہاتھ بری طرح
سے جلا رہا تھا لیکن اسے کوئی پروا نہیں تھی۔

تقریباً دس دن بعد:
ہم آج ہر صورت ونی لیں گے اور تم انکار نہیں کرو
گے غازان۔۔۔ سالک لاشاری رعب سے بولے

تھے۔

میں آج پھر سے بھرے جرگے میں انکار کروں گا بابا سائیں! میں ونی نہیں لوں گا!۔۔غازان لاشاری اپنی آنکھوں میں سرخی لئے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا۔حویلی کے تمام مرد حضرات اس وقت مردان خانے میں موجود تھے،وریام کے قتل کے متعلق دو

جرگے بیٹھ چکے تھے لیکن غاذان نے ان دونوں
جرگوں میں ونی لینے سے انکار کر دیا تھا، آج تیسری
دفعہ جرگہ بیٹھنے والا تھا، سالک لاشاری اسکے جواب
سے واقف تھے اسی لئے اسے پہلے ہی اپنے پاس بیٹھا
کے سمجھانا ضروری سمجھا۔

ونی نہیں لو گے تو پھر اس نمک حرام (آحد) کو ڈھونڈ کے سامنے کیوں نہیں لاتے ہو؟ سب سرداروں کے سامنے ہماری بے عزتی ہو رہی ہے ایک معمولی سا لڑکا نہیں پکڑا جا رہا تم سب سے۔۔ غازان کے انکار پہ سالک لاشاری بھڑک اٹھے تھے، انتقام کی آگ ان کے سینے میں بھی بری طرح سے جل رہی تھی۔

میں اسے ڈھونڈ لوں گا لیکن اس کی بہن کو اپنا نام نہیں دوں گا! وہ میرے بھائی کا قاتل ہے میں کیسے اسکی بہن کو اپنا نام دے سکتا ہوں؟۔۔۔ غاذان اپنے سیاہ بال مٹھیوں میں جکڑتے ہوئے دبے لہجے میں غرایا۔

جرگے میں فیصلہ لینے سے تمام سرداروں کا دھیان ہم
پر سے ہٹ جائے گا غازان، تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟
ایسے آئے روز ہماری بزدلی ظاہر ہو رہی ہے، اب تک
ہمیں احد جھرانی کو ڈھونڈ کے بیچ چوراہے پہ سزا دے
دینی چاہیئے تھی لیکن ہم اسے نہیں ڈھونڈ پائے، ہم
آج ونی لیں گے، یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔۔ سالک

لاشاری بے تاثر تاثرات چہرے پر سجائے ختمی لہجے میں بولے۔

تایا سائیں میں ادا سائیں کے ساتھ ہوں! اگر ہم ونی لیں گے تو صلح کا راستہ اختیار ہو جائے گا لیکن ہمیں صلح نہیں کرنی ہے ہمیں خون بہا میں لڑکی کی بجائے آحد جکھرانی کا خون چاہیئے۔۔۔ کب سے خاموش

بیٹھا یزدان صوفے کے بازو پہ ہاتھ مارتا غصے سے ایک ایک لفظ پہ زور دیتے ہوئے بولا، آحد کے ذکر پہ اسکے چہرے کے تاثرات چٹانی ہو چکے تھے۔
ان دونوں کو عقل کیوں نہیں دیتے ہو تم؟ دو ہفتے ہونے کو آئے ہیں اور میں پورے گاؤں میں صلح صفائی کروانے والا سردار اپنے ہی گھر میں فیصلہ نہیں

کر پا رہا؟ آج شام تک آحد جھرانی کو جرگے میں پیش
کرو ورنہ دوسری صورت میں ہم ونی لے کے منظر
عام سے ہٹ جائیں گے! پھر جو تم لوگوں کا دل
کرے گا وہ کر لینا!۔۔ یزدان اور غاذان کو ایک ہوتے
دیکھ کے سالک لاشاری اب دبیر اور بالاچ لاشاری
سے مخاطب تھے۔ ان کا لہجہ اکھڑ تھا۔ وہ جب جب

جرگے میں بیٹھتے تھے انہیں میر وریام لاشاری
شدت سے یاد آتا تھا لیکن وہ خود پہ اتنا سخت خول چڑھا
چکے تھے کہ کوئی بھی ان کے تاثرات پڑھ نہ پاتا۔
ہم ونی نہیں لیں گے! آحد جھرانی پوری پلاننگ کے
ساتھ چھپا ہے، اسے ڈھونڈنے میں وقت درکار ہے!
اگر اسے ڈھونڈنا اتنا آسان ہوتا تو اب تک میں اسکی

بوٹیاں بھی کر چکا ہوتا۔۔۔غاذان غیض و غضب

تاثرات چہرے پہ سجائے اپنے سیاہ بالوں میں ہاتھ

پھیرتا غصے سے بولا۔ بالاچ اور دبیر لاشاری کب سے

ان تینوں کو اس مسئلے پہ بحث کرتے دیکھ رہے تھے۔

ہم ونی بھی لیں گے اور بندہ بھی ماریں گے! میر وریام

لاشاری کا قتل ہوا ہے، کوئی عام بات نہیں ہے، ہم

بدلہ اس وقت تک لیں گے جب تک اس جلتے دل پہ
ٹھنڈی پھوار نہیں پڑے گی!۔۔۔ بالاچ لاشاری نے
کافی دیر بعد لب کشائی کی تھی، اسکا لہجہ ہر جذبے سے
عاری تھا۔

ونی لینے کے بعد ہم بندہ نہیں مار سکتے اداسائیں یہ تایا
سائیں کے اصولوں میں سے ایک اصول ہے! یہ صلح

کا راستہ ہے! ہم صلح نہیں کریں گے۔۔۔ یزدان نے
جھنجھلاتے ہوئے بالاج کی بات کی نفی کی تھی۔
سرداروں نے کبھی اپنے اصولوں پہ خود عمل نہیں کیا
اور یہی ہم کریں گے، کبھی کسی سردار کو صرف ونی
لینے کے بعد سکون سے بیٹھے دیکھا ہے یزدان؟ صلح
صفائی کے بعد بھی سردار اپنا ٹارگٹ مار کے دم لیتے

ہیں چاہے نیچ چورا ہے پہ ماریں یا چھپ چھپا کے لیکن وہ اپنی آخری سانس تک اپنے خون کا بدلہ خون سے لے کر چھوڑتے ہیں، وہ نہ لیں تو انکی نسلیں بدلے لیتی ہیں! اور یہی ہم کریں گے چاہے یہ دشمنی ہماری نسلوں تک چلتی رہے لیکن ہم پروا نہیں کریں گے کیونکہ سلطان لاشاری نے بھی پروا نہیں کی تھی۔۔

بالاچ سرخی چھلکتی آنکھوں سے یزدان کی طرف

دیکھتا سفاکیت سے بولا۔

سلطان لاشاری کون؟۔۔۔۔۔۔یزدان نے نا سمجھی

سے سوال کیا۔وہ بالاچ کی طرح اپنے باپ کے پاس

بیٹھ کے انکی پرانی ہسٹریاں سننے کا عادی نہیں تھا۔

میرے دادا! انہوں نے ونی لینے کے بعد بھی خون کا
بدلہ خون سے لیا تھا اور اسکے بعد سے ان کی اور ان
کے مقابل کی ایک لمبے عرصے تک دشمنی رہی، دشمنی
نبھاتے نبھاتے دادا سائیں اور انکے بھائیوں نے مقابل
کے پندرہ نوجوان قتل کئے اور انہوں نے ہمارے
تیرہ جوانوں کو قتل کیا لیکن جب ہم جوان ہوئے وہ

دشمنی صلح صفائی سے ختم چکی تھی۔۔۔جواب دبیر

لاشاری کی طرف سے سنجیدگی سے آیا تھا۔انہوں

نے اپنی زندگی میں بہت دشمنیاں دیکھی تھیں۔

انہیں دشمنیوں سے ڈر نہیں لگتا تھا۔

تم دونوں میں سے کسی کو ونی نہیں لینی تو مت لو!

بالاچ ونی لے گا۔۔۔خاموشی چھاتے دیکھ کے سالک

لاشاری یزدان اور غازان کو دیکھتے کرخت لہجے میں بولے۔وہ کب سے ان دونوں کو یہی پوائنٹ سمجھانا چاہ رہے تھے جو بالاچ سمجھ چکا تھا۔اپنے باپ کی بات سنتے غازان نے آبرو اچکاتے ہوئے پتھریلے تاثرات سے بالاچ کی طرف دیکھا تھا جوان کا فیصلہ سنتے ہی

نچلا ہونٹ بے دردی سے دانتوں تلے دبا چکا تھا لیکن
زبان سے کچھ نہیں بولا تھا۔
شام کو جرگے میں ملتے ہیں!۔۔ بالاچ اقرار یا انکار کئے
بغیر سنجیدگی سے مختصر سا جملہ کہتا یہاں سے واک
آوٹ کر گیا۔ غاذان کی نظروں نے دور تک بالاچ کا
پیچھا کیا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ اپنا دل لاہور چھوڑ کے آیا ہے

لیکن وریام کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا تھا، یہ اسکے چٹانی اور سفاک تاثرات بتا رہے تھے۔

ڈیرے کے باہر جرگہ بیٹھ چکا تھا، آس پاس کے گاؤں کے سردار سنجیدگی سے حویلی کے مردوں کے ساتھ

کچھ معاملات تے کر رہے تھے، آحد جھرانی کو آج پھر پیش نہیں کی گیا تھا، اسکی تلاش آج بھی بیکار گئی تھی۔ صبح سے لے کر اب تک غاذان، بالاچ اور یزدان نے اسے ڈھونڈنے کی پوری کوشش کر ڈالی تھی لیکن وہ انکی پہنچ سے دور بھاگ چکا تھا۔ وہ تینوں

سنجیدگی سے ایک دوسرے کے ساتھ نگاہوں کا تبادلہ

کر رہے تھے۔

تو ونی نہیں لے گا! ۔۔۔۔ غاذان نے مدھم آواز میں

بالاچ کو سختی سے تاکید کی تھی۔

ہم آج فیصلہ لئے بغیر واپس نہیں جائیں گے، آئے

روز جرگے میں نہیں بیٹھا جاتا مجھ سے! ۔۔ بالاچ نے

سر جھٹکتے ہوئے مدھم آواز میں جواب دیا تھا۔

میں سردار سالک لاشاری اس گاؤں کا سردار ہونے کے ناطے حفیظ جکھرانی کی بیٹی ماہ پارہ جکھرانی کو اپنے بھتیجے میر با---

مجھے حفیظ جکھرانی کی بیٹی ونی میں چاہیئے!!---

غازان نے آنکھیں میچ کے کھولتے ہوئے غصے سے

خاموش بیٹھے بالاچ کو دیکھنے کے بعد تیزی سے اپنے باپ کی بات کاٹی تھی، اسے بالاچ کی ڈھیٹائی پہ غصہ آیا تھا۔ غاذان کے بولنے پہ سالک لاشاری، دبیر لاشاری اور یزدان لاشاری نے حیرانی سے اسکی طرف دیکھا تھا جو آخری منٹ تک ونی لینے سے انکار کرتا رہا تھا لیکن آخری منٹ میں وہ فیصلہ پلٹ گیا۔

بالاچ لاشاری جانتا تھا وہ ایسا ہی کرے گا۔ فیصلہ
ہوتے ہی ماحول میں سکوت چھا گیا۔ حفیظ جھرانی کے
دل کو کچھ ہوا تھا، ان کے بیٹے کی سزا انکی بیٹی بھگتنے والی
تھی، یہ سوچ ہی بھیانک تھی لیکن اور کوئی دوسرا
راستہ نہیں تھا، وہ اس سب کے لئے پہلے ہی تیار
تھے۔

بابا سائیں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، میں آپ دونوں سے کیسے ملوں گی؟ بابا میں مر جاؤں گی وہاں!۔۔ باپ کا فیصلہ سنتے ہی ماہ پارہ پھوٹ پھوٹ کے روتی بے یقینی سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

سائیں سرکار یہ فیصلہ لے چکے ہیں بیٹی! مجھے معاف کر دو۔۔۔ حفیظ صاحب اسے اپنے سینے سے بھیگی آواز میں بولے تھے، اسکا نکاح ڈیرے کے اندر کمرے میں ہونا تھا اسی لئے حفیظ جھرانی لاشاریوں کے گارڈز سمیت ماہ پارہ کو لینے آئے تھے، اس فیصلے کو سنتے ہی خالدہ بیگم کی زبان تالو سے چپک گئی۔

بابا مجھے وہاں ڈر لگے گا، وہ سب مجھے مار دیں گے۔۔ ماہ پارہ شدتوں سے روتی ہوئی منت کرنے لگی، مانا وہ غازان لاشاری سے محبت کرتی ہے لیکن اس نے اپنی پوری زندگی میں کبھی ایسا تصور نہیں کیا تھا وہ میر غازان لاشاری کی ونی کے طور پہ اسکی زندگی میں شامل ہوگی۔ وہ بری طرح سے روتی خالدہ اور حفیظ

کے سینے میں پناہ لے رہی تھی، وہ جانتی تھی ونی میں
آئی لڑکی کے ساتھ کیسا سلوک روا رکھا جاتا تھا، ماہ پارہ
کا پورا وجود بری طرح سے کپکپا رہا تھا۔
میں تیرے لئے دعا کروں گی پارو، تو اپنے نصیب کی
دعا مانگنا کبھی مت چھوڑنا۔۔ اکلوتی بیٹی کو یوں اذیت

سے روتے دیکھ کے خالدہ بیگم اسے اپنے سینے سے
لگاتی پیار سے بولیں۔
آحد جھرانی محبت جیت چکا تھا لیکن بہن ہار چکا تھا!

ـــ

ـــــــ

"ونی ایک قدیم رسم ہے جو خاص طور پر کچھ ثقافتوں میں آج بھی کی جاتی ہے، حالانکہ اس پر شدید تنقید بھی کی گئی ہے۔ کچھ جگہوں پر اس کی قانونی حیثیت بھی ختم کی جا چکی ہے، لیکن پھر بھی یہ کچھ علاقوں میں جاری ہے۔ اس کے خلاف آوازیں اٹھائی جا رہی ہیں

"

قب۔۔۔ قبول۔۔۔ہ۔۔ہے۔۔۔ماہ پارہ نے سسکیوں میں
روتے ہوئے غاذان لاشاری کا نکاح میں قبول کیا تھا،
وہ اس وقت بے حد سیاہ لباس میں ملبوس تھی، نکاح
کے دوران اس نے اپنی سیاہ چادر کو گھونگھٹ کی
طرح چہرے پہ لے رکھا تھا۔وہ نکاح نامے پہ دستخط
کر چکی تھی۔اب نکاح قبول کرنے کی باری غاذان

لاشاری کی تھی۔ مولوی نکاح پڑھا رہا تھا لیکن غاذان کا دل اس وقت شدت سے اپنے لاڈلی بھائی کو یاد کر رہا تھا۔

(اکلورس یہی چاہتا ہوں میں! پہلی شادی غاذان ادا کی شادی سے پہلے کروں گا)

(ارے نہیں اداسائیں! دل چھوٹا نہ کریں، اب میں اتنا بھی ظالم نہیں ہوں کہ آپ کی شادی سے پہلے ہی آپ کو تایا بنادوں)

کتنی رونق لگاتا تھا وہ ان کی حویلی میں لیکن اب تو ان کی حویلی یوں سنسان پڑی ہوتی تھی جیسے کوئی موجود ہی نہ ہو۔

قبول ہے !۔۔۔ مولوی کے دو سے تین دفعہ ایک ہی
جملہ دہرانے اور بالاچ ہاتھ اپنے کندھے پہ محسوس
کرتے غازان نے اپنے بھاری روعب دار لہجے میں
چہرے پہ برفیلے تاثرات سجائے ماہ پارہ کو اپنے نکاح
میں قبول کیا تھا۔ اسکی سرخ آنکھیں شدید غماز کا پتا
دے رہی تھیں، ماتھے پہ بکھرے سیاہ بال، بڑی ہوئی

سیاہ بیرڈ، تیکھے نقوش۔۔۔وہ اس وقت کافی غم و غصے میں معلوم ہوتا تھا۔
(جس دن آپ کی ڈانٹ سے تنگ آکے میں نے بنا بتائے حویلی چھوڑ دی نہ تو پچھتائیں گے آپ بابا سائیں!) وریام کی باتیں یاد کرتے سالک لاشاری نم آنکھوں سے غاذان کو دستخط کرتے دیکھ کے باہر کی

طرف بڑھ گئے، ہر وقت شرارتوں میں مصروف وہ
باپ سے ڈانٹ کھاتا رہتا تھا لیکن آج وہ ان کے
درمیان نہیں تھا۔۔۔ان کا رخ ڈیرے کے آنگن کی
مخالف سمت کی طرف تھا، جہاں وہ انہیں اپنی آخری
بار خریدی گئی شیر اور شیرنی کی جوڑی دکھا رہا تھا۔

(اگر آپ کہتے ہیں تو میں ان دونوں کو پنجرے سے
آزاد کر دیتا ہوں لیکن اگر پھر جو یہ جوڑی آپ کو
ڈیرے کے کونے میں رومانس کرتی نظر آئی تو
مجھ سے شکایت مت کیجئے گا!)
(ایک طرف شیر بولتے ہیں اور دوسری طرف بچہ؟
یہ ناانصافی ہے)

(جنگل کے شیر کی تو آپکو بہت فکر ہو رہی تھی اگر آپ
کے شیر کو کبھی کسی نے قید کر لیا یا نقصان پہنچایا تو آپ
کیا کریں گے؟)

"بہت جلد میں اپنے شیر کے قاتل کو زندہ در گور
کروں گا!"۔۔۔ سالک لاشاری اس خوبصورت جوڑی
پہ نظریں جمائے اپنے خیالات میں وریام سے مخاطب

ہوتے نم آنکھیں پونچھ گئے۔ وہ چاہتے تھے وہ ایک
دفعہ ان کے پاس واپس آجائے، ان کے سارے پیسے
اپنی مرضی سے اڑا ڈالے لیکن وہ شاید ان کی روز روز
کی ڈانٹ سے تنگ آچکا تھا، اسی لئے تو ان سے بہت
دور جا چکا تھا۔

کچھ ہی دیر میں ماہ پارہ کو ساری عمر کے لئے لاشاریوں
کی حویلی میں رخصت کردیا گیا تھا، وہ اب کبھی بھی
اپنے ماں باپ سے نہیں مل سکتی تھی، ماہ پارہ آخری
وقت تک ان کے ساتھ لپٹ کے روتی رہی تھی لیکن
کسی کو اس پہ ترس نہیں آیا تھا، غاذان اسکا رونا دھونا
سنے بغیر باہر کی طرف بڑھ گیا۔ گاؤں والوں کے لئے

اور شاید سرداروں کے لئے بھی وریام لاشاری کے قتل کے خون بہا کا فیصلہ ختمی مراحل پہ پہنچ چکا تھا لیکن کون جانے ونی کے بعد بھی لاشاریوں کے دلوں میں بدلے کی کس قدر آگ بھڑک رہی تھی؟

میں تمہاری ونی کا کیا کروں گی غازی؟ کیا اس پہ ظلم و
ستم ڈھا کے مجھے میرا بیٹا واپس مل جائے گا؟ مجھے
تمہاری ونی نہیں چاہیئے، مجھے تم سے اتنے کمزور فیصلے
کی توقع نہیں تھی!۔۔۔۔۔۔زنان خانے کے لاؤنج
میں سوگوار حالت میں بیٹھی شاہ جہاں بیگم روتے
ہوئے افسوس سے بولی تھیں، انہوں نے ڈری سہمی

ماہ پارہ پہ ایک نگاہ تک نہیں ڈالی تھیں جوان سب سے
کافی فاصلے پہ کھڑی تھی۔ ایشم اور جہاں آرا بیگم اسے
نخوت سے دیکھتی اپنے کمروں میں بند ہو چکی تھیں،
ایشم کا خود کو اس قدر نفرت سے دیکھنا ماہ پارہ کا دل
کاٹ گیا تھا، اسے جو ایشم کی طرف سے تھوڑی بہت
ڈھارس کی امید تھی وہ بجھی جاتی ہوئی محسوس ہو رہی

تھی لیکن ہاں شاہ جہاں بیگم کے ٹوٹے ہوئے جواب
پہ وہ حیران ضرور ہوئی تھی اسے تو لگ رہا تھا وہ ابھی
اٹھتے ہی اسے مارنا پیٹنا شروع کر دیں گی جیسے ہر ونی
میں آئی لڑکی کے ساتھ سلوک کیا جاتا تھا لیکن انہوں
نے اسے ہاتھ لگانا تو دور اسکی طرف دیکھا بھی نہیں
تھا، حویلی کی عورتیں صبح سے اس فیصلے کے متعلق

جانتی تھی کہ حویلی کے ایک لڑکے ساتھ آج ماہ پارہ کو
ونی کردیا جانا تھا، کوئی بھی مردوں کے اس فیصلے میں
کچھ نہیں بولا۔ کیونکہ عورتوں کو بولنے کی اجازت
نہیں تھی۔ اس وقت زنان خانے کے لاؤنج میں
غاذان، دبیر اور سالک لاشاری موجود تھے۔ یزدان

اور بالاج حویلی نہیں آئے تھے، وہ ڈیرے پہ رک گئے تھے۔

مجھے یہ فیصلہ کرنے پہ آپ کے شوہر نے مجبور کیا تھا!۔۔۔غاذان شکوے سے اپنے باپ کی طرف دیکھ کے سنجیدگی سے ماں کو جواب دینے لگا،ماہ پارہ کی دبی دبی سسکیاں جاری تھیں۔پورا راستہ غاذان کی گاڑی

میں اسکا رونا جاری رہا تھا، وہ اسکی سوں سوں سے
شدید ڈسٹرب اور غصہ ہو رہا تھا۔
تم نے یہ فیصلہ کیوں کیا ہے، کس کے دباؤ میں کیا
ہے! مجھے کچھ نہیں سننا غازان مجھے میرے بیٹے کا
قاتل چاہیئے، تمہیں شرم نہیں آئی تھی بھائی کے
قاتل کی بہن کے ساتھ نکاح پڑھتے ہوئے؟ میں کیسے

اس لڑکی کو اپنی آنکھوں کے سامنے چوبیس گھنٹے برداشت کروں گی جس کا بھائی میرے بیٹے کا قاتل ہے!!۔۔۔ شاہ جہاں بیگم غصے سے پھٹ پڑی تھی، ان کی آنکھوں سے آنسو ایک منٹ کے لئے بھی بند نہیں ہوئے تھے، ان کی دھاڑ پہ ماہ پارہ اپنی جگہ سے

اچھلتی چھوٹی سی چیخ مار گئی جس پہ غاذان نے اسے قہر برساتی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

آپ کمرے میں جا کے آرام۔۔۔۔

تم میرے آرام کی فکر مت کرو! تم ایک قاتل کی بہن کو اپنے کمرے کی زینت بناؤ!۔۔۔۔ شاہ جہاں بیگم اسکی بات کاٹتے صوفے سے اٹھتے ہوئے غصے سے

اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی، ماں کے ناراض ہونے
پہ غاذان نے اپنا سر ہاتھوں میں گراتے شکوے سے
باپ اور چاچا جو دیکھا تھا جو اگلے ہی پل اٹھ کے وہاں
سے جا چکے تھے۔اب لاؤنج میں صرف ماہ پارہ اور
غاذان تھے۔

خاموش!! رونا بند کرو! تمہاری سسکیاں میرا میٹر شارٹ کر رہی ہیں!۔۔ان سب کے جانے کے بعد غاذان گردن موڑ کے ماہ پارہ کو غصے سے گھورتا بھاری آواز میں چلایا، اسکے چلانے پہ ماہ پارہ کانپتی ہوئی اپنے کپکپاتے گلابی لبوں پہ ہاتھ رکھتی اپنی چیخ حلق میں دبا گئی۔غاذان اپنے بکھرے بالوں میں انگلیاں پھیرتا

صوفے سے اٹھتے ہوئے اسکی طرف قدم بڑھانے لگا۔غاذان کے لمبے چوڑے وجود کو دیکھتے وہ مسلسل تھوک نگل رہی تھی، کیا وہ اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کرنے والا تھا جو ہر خون بہا میں آئی لڑکی کے ساتھ کیا جاتا تھا؟ کیا وہ اسکے ساتھ زبردستی کرنے والا تھا۔وہ ابھی یہی سب سوچ رہی تھی جب غاذان اسکی

کہنی اپنے مضبوط ہاتھ کی گرفت میں جکڑتا اسے گھسیٹتے ہوئے زنان خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ماہ پارہ نے روتے ہوئے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا تھا لیکن وہ سنی ان سنی کرتا اس کی کہنی پہ گرفت پہلے سے زیادہ مضبوط کرتا اپنے ساتھ کھینچے راہداری کی طرف بڑھنے لگا۔

چہرہ ڈھکو!!!۔۔۔راہداری میں آتے ہی وہ اسکے کان کے پاس غرایا،ماہ پارہ اسکی شیر سی غراہٹ پہ رونا بھولتی جلدی سے اپنا چہرہ ڈھکتی اسکے ساتھ کھینچتی چلی گئی۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تشنگی یار ۔۔۔ قسط 10

از قلم ۔۔۔ علیشے خان

وہ اسے سختی سے اپنے ساتھ کھینچتا ہوا حویلی کی بیک سائیڈ کی طرف لایا تھا، یہاں گھپ اندھیرا تھا، ماہ پارہ نے سہمتے ہوئے غازان کی کہنی پہ اپنی گرفت مضبوط کی تھی، اسے اندھیرے سے بہت ڈر لگتا

تھا، وہ جلد سہم جایا کرتی تھی۔ غاذان اس گھپ اندھیرے میں تیزی سے بنا رکے آگے بڑھتا جا رہا تھا، ماہ پارہ کو اسکے تیز قدموں کے ساتھ چلنے کے لئے تقریباً بھاگنا پڑ رہا تھا۔

آہہ۔۔۔ ماہ پارہ کا پیر اچانک سے دیوار کے پاس بڑے گملے سے ٹکرایا جس پہ وہ چیختی ہوئی بے

ساختہ وہی پہ رک گئی، سردی شدید تھی، اسکا پورا
جسم برف بنا ہوا تھا، اس نے سیاہ لباس پہ کوئی سویٹر
نہیں پہن رکھا تھا، اسے ہوش ہی کہاں تھی اپنا
خیال رکھنے کی؟ سیاہ شال لے رکھی تھی جو اسے
سردی سے بچانے کے لئے ناکافی تھی، ایسے میں
سردی میں ذرا سی بھی چوٹ کافی تکلیف دہ ہو سکتی
تھی

تھی،ماہ پارہ کا نازک پیر صرف اس مٹی کے تھملے

کے ساتھ ذرا سا ٹچ ہوا تھا اور اسے اس سردی میں

اپنا پیر سن ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔اسکے رکنے پہ

غازان نے اپنے اندر اٹھتے طیش کو دباتے ہوئے

اپنی قمیض کی جیب سے فون نکالا تھا۔فون کی

ٹارچ آن کرتے اس نے موبائل کا رخ ماہ پارہ کی

طرف موڑا، موبائل کی روشنی اسکی آنکھوں کو
چندھیا کر رہی تھی جس کے باعث ماہ پارہ اپنے
چہرے پہ ہاتھ رکھ گئی۔
تمہیں چیخیں مارنے کی کوئی بیماری تو نہیں ہے
لڑکی ؟۔۔۔غاذان غصے سے بھاری آواز میں
غراتے ہوئے طزیہ انداز میں سوال کر رہا تھا۔ماہ

پارہ نے اسکے سوال پہ تھوک نگلتے ہوئے اپنی
آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے اسکی طرف دیکھنا چاہا تھا
لیکن اسکے موبائل کی تیز روشنی دھندلاہٹ کا
باعث بن رہی تھی۔

نہ۔۔۔ نہیں! ۔۔۔ میرے ۔۔۔ پیر ۔۔۔ پہ ۔۔۔
چوٹ ۔۔۔ آ ۔۔۔ ماہ پارہ کپکپاتے لبوں سے ابھی اپنا

جملہ مکمل کرتی جب وہ اسکی بات کاٹتا اسے تیزی
سے پیچھے دیوار کے ساتھ لگا گیا۔ماہ پارہ اسے خود
کے اس قدر نزدیک دیکھتی اپنا سانس روک گئی
جیسے وقت نے خود کو روک لیا ہو، اسکے غصے کی
لہریں اسکے وجود کو گھیر چکی تھیں۔

شش! ابھی تو تمہارے بہت سے امتحان باقی ہیں
لڑکی! آج تو پہلا دن ہے! ابھی تو تمہیں اس حویلی
میں آئے آدھا گھنٹہ بھی پورا نہیں ہوا اور تم نے بنا
کوئی ظلم و ستم برداشت کیے چیخ و پکار شروع کر دی
ہے؟ کیا تمہاری ماں نے تمہیں ہوم ورک کروا
کے نہیں بھیجا؟ کیا تم نہیں جانتی ونی میں آئی لڑکی

کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے ؟۔۔۔وہ اسکی

بات ٹو کتا اسکے کان کے پاس غرایا۔اسکے لہجے میں

بے حد شدت تھی، جیسے ایک کڑکتی ہوئی آواز جو

سننے والوں کو خوف میں مبتلا کردے۔اسکے

موبائل کی ٹارچ کا رخ ماہ پارہ کی طرف تھا،ماہ پارہ

پوری آنکھیں ٹھیک سے نہیں کھول پا رہی تھی

اسی لئے غاذان کی طرف دیکھنے میں مشکل کا سامنا
کرتی نگاہیں جھکا گئی۔
کچھ پوچھ رہا ہوں میں!!۔۔۔۔اسکی خاموشی پہ
غاذان کی بلند آواز پھر سے گونجی۔اسکے ہر لفظ میں
طاقت اور غصے کا احساس تھا۔ماہ پارہ سہمتی ہوئی
جلدی سے اثبات میں سر ہلانے لگی۔غاذان کا

ایک ہاتھ دیوار پہ اسکے سر کے قریب جبکہ دوسرا
ہاتھ اسکی کہنی پہ تھا، وہ موبائل کی ٹارچ کا رخ
اسکے چہرے کی طرف ترچھا کئے ہوئے تھا۔
میں جب منہ سے سوال کرتا ہوں تو مجھے جواب
بھی منہ سے سننے کی عادت ہے! ابھی تو بہت
چیخیں نکل رہی تھی اب زبان کہاں غائب ہو گئی

ہے تمہاری؟؟۔۔۔وہ غصے سے دھاڑا،اسے ماہ پارہ کے چہرے میں اسکے بھائی کی شکل نظر آ رہی تھی،وہ اس لڑکی کا جینا حرام کر دینے کا ارادہ دل میں باندھ چکا تھا،شاید اسی باعث اسکے تڑپتے دل کو کچھ سکون مل جاتا۔

ج۔جی۔۔م۔ معلو۔۔ معلوم۔۔۔ہے۔۔۔ماہ پارہ

نے اسکی دھاڑ پہ چھوٹی سی چیخ مارتے لڑکھڑاتے

لہجے میں جواب دیا۔اسکے گلاب کی پتیوں کی مانند

لب بری طرح سے لرز رہے تھے۔

شش!! مجھے سخت ذہر لگتی ہیں وہ لڑکیاں جو

ڈرپوک بننے کی ایکٹنگ کرتی ہیں،اب اگر

تمہارے ہونٹوں سے چھوٹی سی بھی چیخ برآمد
ہوئی تو میں بنا رحم کھائے انہیں سوئی دھاگے سے
سلائی کر دوں گا! میری ایک ایک بات اپنے ذہن
میں درج کرتی جاؤ۔۔۔ وہ اسکے نازک لبوں پہ
اپنے بائیں ہاتھ کا انگوٹھا مسلتے ہوئے برفیلے لہجے
میں اسے دھمکی لگا رہا تھا، اسکے تاثرات موسم سے

بھی زیادہ سرد تھے۔ اپنے نرم و نازک ہونٹوں پہ
غازان کے انگوٹھے کا بڑھتا دباؤ دیکھ کے ماہ پارہ نے
اپنا چہرہ دائیں بائیں ہلاتے کچھ مزاحمت کرنی چاہی
جب وہ بے رحم ہٹتا نہیں اپنے انگوٹھے اور انگلی کی
مدد سے زور سے مسلتا اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا گیا، ماہ پارہ
نے بمشکل اپنی سسکی ضبط کی تھی، اسے کسی مرد

نے پہلی دفعہ اس انداز سے چھوا تھا۔اس کے ہاتھ
کے اس قدر سخت لمس پہ ماہ پارہ کی ایش گرین
آنکھیں نم ہوئی تھیں جبکہ جسم کپکپاہٹ کا شکار
تھا۔غاذان اسکی آنکھوں کی نمی کی پرواکئے بغیر
اسے پھر سے بازو سے پکڑتا کھینچتے ہوئے آگے کی
طرف بڑھنے لگا،ماہ پارہ نے اس سے رحم ایکسپیکٹ

نہیں کیا تھا کیونکہ وہ یہ بات اچھی طرح سے ذہن
نشین کر چکی تھی کہ وہ مقتول کا بھائی ہے اور وہ
قاتل کی بہن ہے، غاذان کا غم و غصہ اس وقت ہر
چیز پہ بھاری تھا، اسی لئے وہ بنا کوئی مزاحمت کئے
اسکے ساتھ کھینچتی چلی گئی لیکن بڑی بڑی آنکھوں
سے نکلتے موٹے آنسوؤں پہ اسکا کنٹرول نہیں تھا۔

غازان مسلسل چلتے ہوئے حویلی کے آخر میں آتے
ایک خستہ حال کمرے کے سامنے آ کر رکا تھا۔ وہ
اس خستہ حال کمرے کے دروازے پہ ٹارچ مارتا
اندر کی طرف بڑھ گیا، کمرے کی حالت ایسی تھی
جیسے صدیوں سے صاف نہ کیا ہو، حویلی کے بیک
سائیڈ کے کمرے زیادہ استعمال میں نہیں تھے،

ویسے تو حویلی جدید طرز کی تھی لیکن یہ کمرہ کافی
قدیم سا معلوم ہو رہا تھا، غاذان نے اسکا بازو
چھوڑتے ہوئے دیوار پہ لگے بورڈ پہ ہاتھ مارا تھا
لیکن لائٹ آن نہیں ہوئی تھی۔
ڈیم!!۔۔۔۔غاذان جھنجھلاتے ہوئے ملازم کو
فون لگاتا کان کے ساتھ لگا گیا، جبکہ ماہ پارہ کھا نستی

ہوئی سہمی ہرنی کی مانند اس خستہ حال کمرے میں
نگاہیں دوڑانے لگی، غاذان کے موبائل کی جلتی
ٹارچ کمرے میں روشنی منور کرنے کا سبب بن
رہی تھی۔ کمرے کی دیواروں کی رنگت اڑی ہوئی
تھی، چھت کے پینٹ میں چھید تھے۔ فرش پہ
بکھری ہوئی دھول نے ایک ویرانی کا احساس پیدا

کر رکھا تھا، ایک پھٹی ہوئی چادر ایک چھوٹے سے
چارپائی کے سائز جتنے بیڈ پہ بچھائی ہوئی تھی، وہ دور
سے بھی اس بیڈ اور چادر پہ چمکتی ہوئی دھول دیکھ
سکتی تھی۔ کمرے کی ہوا میں مٹی کی ایک بو تھی، ماہ
پارہ کو ڈسٹ الرجی تھی اسی لئے اسے مسلسل

چھینکیں آ رہی تھیں جبکہ غاذان اس سے کچھ فاصلے
پہ کھڑا کال پہ ملازم سے مخاطب تھا۔
ہمم! ہو گئی لائٹ آن! ۔۔۔۔ ایک دم سے کمرہ
بھرپور روشنی سے منور ہوتے دیکھ کے غاذان
سنجیدگی سے ملازم کو مختصر سا جواب دیتے کال بند
کر گیا۔ ماہ پارہ جو پہلے ہی اتنی دھول کے باعث منہ

پہ ہاتھ رکھے چھینک پہ چھینک مار رہی تھی، اس کمرے میں پیلے بلب کی روشنی اسکی آنکھوں میں چھبن کا باعث بن رہی تھی، اس پیلے بلب کی روشنی بہت تیز تھی۔ غازان اسکی خراب ہوتی طبیعت سرے سے نظرانداز کر گیا تھا۔

تم آج سے اس کمرے میں رہو گی لڑکی! صبح ایک
ملازمہ تمہیں یہاں پہ صفائی کا سامان دے جائے
گی لیکن وہ اس کمرے کی صفائی میں تمہاری بالکل
مدد نہیں کرے گی، دل کرے گا تو صفائی کر لینا
ورنہ تم صفائی کے بغیر بھی یہاں رہ سکتی ہو! تم اس
کمرے سے ایک قدم بھی باہر نہیں نکالو گی ورنہ

اپنے نقصان کی زمہ دار خود ہو گی، میں نہیں چاہتا
حویلی میں تمہارا چہرہ دیکھ کے میری ماں اور بہن ہر
پل تکلیف سے گزریں، میں اپنی باتیں دہرانے کا
عادی نہیں ہوں اسی لئے کوشش کرنا مجھے ان
جملوں کو دہرانے کی ضرورت نہ پڑے کیونکہ
جب کوئی میری ایک زبان نہ سنے تو پھر زبان کی

بجائے ہاتھوں سے سمجھاتا ہوں۔۔غاذان
پتھریلے لہجے میں سختی سے ایک ایک لفظ پہ زور
دے کے اپنی بات مکمل کرتا دروازے کی طرف
بڑھ گیا۔ماہ پارہ جودم سادھے اسکی باتیں سن رہی
تھی اسے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ کے وہ
کھانستی ہوئی تیزی سے اسکی طرف بھاگتی اسکا بازو

زور سے تھام گئی۔ کمرے سے نکلتے غاذان نے
چونکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔
مجھے ڈر لگ رہا ہے سائیں، مجھے کمرے میں اکیلے
رہنے کی عادت نہیں ہے۔۔ماہ پارہ روتے ہوئے
التجائیہ انداز میں بولتی اسکی قمیض کا فولڈ سلیو زور
سے تھامے ہوئے تھے۔غاذان ابھی کچھ بولتا جب

ماہ پارہ نے پھر سے چھینک ماری تھی، وہ اپنی چھینکیں روکنے میں ناکام ہو رہی تھی، وہ اپنی گیلی زکام زدہ سانس اندر کی طرف کھینچتی سہتے ہوئے غازان کی طرف دیکھنے لگی جو کراہیت سے اسکی طرف دیکھ رہا تھا۔

بازو چھوڑو!!!۔۔۔۔۔اگلے ہی پل غاذان نے غصے سے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے جھٹکتے اسے خود سے دور کیا تھا۔

تمہیں اکیلے کمرے میں رہنے کی عادت ہے یا نہیں ہے! یہ میرا مسئلہ نہیں ہے، صرف ایک بات ذہن نشین کر لو۔ تمہیں اپنی آئندہ کی ساری

زندگی اسی کمرے میں اکیلے گزارنی ہے، نازک
لڑکیوں کی طرح نخرے دیکھانے کی کوئی
ضرورت نہیں ہے کیونکہ مقابل غاذان لاشاری
ہے جسے نخرے اٹھانے کی بالکل عادت نہیں ہے
۔۔۔غاذان اپنی شہادت والی انگلی اٹھا کے ایک دم

سے دھاڑا تھا، ماہ پارہ اسکی دھاڑ پہ لرزتی ہوئی بے ساختہ پیچھے کی طرف قدم بڑھانے لگی۔

م ۔۔ مجھے ۔۔ ڈ ۔ ڈسٹ ۔۔ ال ۔ الرجی ۔۔ ہے ۔۔ میری ۔۔ یہاں ۔۔ سانس ۔۔ بند ۔۔ ہو ۔۔ رہی ۔۔۔ ہے ۔۔۔ ماہ پارہ بری طرح سے کھانستی ہوئی توڑ توڑ کے لفظ ادا کرنے لگی، اسکی سانسیں

پھول رہی تھیں، زیادہ دیر تک اتنی ڈسٹ میں
رہنے کے باعث اسکی آنکھوں سے پانی آ رہا تھا
لیکن غازان نے اس دھول مٹی یا اسکی خراب ہوتی
طبیعت پہ بالکل ریکٹ نہیں کیا تھا۔ غازان جو اسکا
جواب سنے بغیر دروازے سے نکل چکا تھا، آنکھیں
میچ کے کھولتا غصے سے اسکی طرف رخ موڑ گیا جو

منہ پہ چادر رکھے کھانستی اور چھینکتی ہوئی دیوار کا
سہارا لے رہی تھی۔
ی۔یہ۔۔لائٹ۔۔آف۔۔کر۔۔دیں۔۔
پلیز۔۔میر۔۔میری۔۔آنکھیں۔۔
شٹ اپ! تم چاہ کیا رہی ہو؟ تمہارے لئے ایک
فائیو سٹار ہوٹل بک کروایا جائے؟۔۔۔اسے پھر

سے بولتے دیکھ کے وہ کمرے میں واپس آنے کی
بجائے وہی پہ کھڑا غصے سے دانت پیستے ہوئے
پھنکارا۔ماہ پارہ کو اسکی دہشت سے خوف محسوس
ہو رہا تھا اسی لئے اپنی کھانسی اور چھینک روکنے کی
غرض سے سختی سے منہ پہ ہاتھ جماتی تیزی سے
نفی میں سر ہلا گئی۔غاذان نے محسوس کیا تھا اسکا

پورا وجود بری طرح سے کانپ رہا تھا، وہ اپنے
پیروں کی انگلیاں اندر کی طرف موڑتی اپنی
کپکپاہٹ کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔
اس کمرے میں صرف اسی بلب کی روشنی منور
رہے گی! اگر تمہیں یہ روشنی پسند نہیں ہے تو تم
لائٹس آف کرکے اندھیرے میں بیٹھ سکتی ہو اور

جہاں تک رہی ڈسٹ الرجی کی بات تو یہ عام ہے،
اور اگر بالفرض تم اس ڈسٹ کو انہیل کرتی مر
بھی گئی تو میرے لئے اس سے اچھی بات اور کیا ہو
سکتی ہے؟ تمہارے ماں باپ کے ہاں تمہاری لاش
بجھوادوں گا کیونکہ تمہارے باپ کو بھی پتا چلنا
چاہیئے ایک جوان اولاد کی میت کو کندھا دیتے

ہوئے دل کس طرح سے چیرا جاتا ہے۔ غاذان کا
سفاک لہجہ اسکے آخری جملے پہ مدھم پڑھ چکا تھا،
ہمیشہ کی طرح وریام کو یاد کرتے سینے میں تکلیف
سی اٹھی تھی۔ جہاں اسکے الفاظ تیر کی طرح ماہ پارہ
کے دل میں پیوست ہو رہے تھے وہی پہ اسکے
غصیلے چہرے پہ ایک دم سے بے بسی اور تکلیف

کے تاثرات پڑھتی ماہ پارہ کو اس سے ہمدردی ہوئی

تھی، اسکا بھائی قتل ہوا تھا یہ کوئی چھوٹی بات نہیں

تھی لیکن ماہ پارہ کا دل نہیں مانتا تھا کہ یہ قتل اسکا

بھائی کر سکتا ہے۔ماہ پارہ نے اسے جوابا یہ نہیں بتایا

تھا اسے severe قسم کی ڈسٹ الرجی ہے، وہ

ان ہیلر یوز کرتی تھی جسے اپنے ساتھ لانا وہ بھول

چکی تھی۔ماہ پارہ خاموشی سے اسے یہاں سے
جاتے دیکھتی رہی۔جب تک وہ دروازے پہ کھڑا
تھا،ماہ پارہ کو تحفظ کا احساس ہوتا رہا تھا لیکن اسکے
جاتے ہی وہ خوف سے ہونٹوں پہ زبان پھیرتی اس
خستہ حال کمرے کو گھورنے لگی۔کیا وہ اس کمرے
میں اکیلے پوری رات گزار سکتی تھی؟اسکا جسم

سردی کے باعث فریز ہو رہا تھا۔ وہ کہاں پہ سوئے
گی؟ کیا اسے اس کمرے میں نیند آسکتی تھی؟ نہیں
بالکل نہیں، وہ جس کمرے میں اگلی سانس مشکل
سے لے رہی تھی وہ یہاں سو کیسے سکتی تھی؟ یہی
سب سوچتے ہوئے وہ ایک آخری امید کے تحت
تیزی سے کمرے کے دروازے کی طرف بھاگی،

اس نے دروازے کے باہر جھانکتے ہوئے غاذان
کو تلاش کرنا چاہا تھا لیکن کمرے کے باہر اس پوری
گلی میں گھپ اندھیرا تھا۔ ماہ پارہ کی پچھلی گردن
کے بال کھڑے ہوئے تھے، خوف سے اسکی جان
جا رہی تھی۔ کیا وہ اسے اس اندھیری جگہ پہ چھوڑ
کے جا چکا تھا؟ وہ ابھی یہی سب سوچ رہی تھی

جب اس نے غاذان کے بھاری قدموں کی آواز پہ
غور کیا تھا جو مدھم پڑ رہی تھی۔
س۔۔ سنیں! کیا۔۔ آپ۔۔ یہی۔۔ پہ۔۔ ہیں
؟۔۔۔ماہ پارہ نے ایک امید کے تحت تیزی سے
اسے پکارا لیکن لہجہ لڑکھڑا گیا۔ سردی کے باعث
اسکے دانت بج رہے تھے، غاذان جو اس بیک سائیڈ

گلی سے باہر نکل کے مردان خانے کی طرف
جانے والا تھا، اسکی آواز پہ اس نے تنے تاثرات
سے رخ موڑتے ہوئے کونے والے کمرے کی
طرف دیکھا، وہ دروازے کے پاس کھڑی تھی،
اسکے کمرے کے علاوہ کہیں بھی آس پاس روشنی

نہیں تھی، غاذان اسکا دھندلا عکس دیکھ سکتا تھا
لیکن وہ غاذان کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔

سنیں!!۔۔۔آپ۔۔۔چلے۔۔۔گئے؟۔۔۔

دوسری طرف سے خاموشی پاتے ماہ پارہ
دروازے پہ ہاتھ رکھتی خوف سے یہاں وہاں
دیکھتے ہوئے معصومیت سے بولی، لیکن جواب

نذارد۔۔۔غاذان اسکی پکار نظر انداز کرتا آگے

بڑھنے ولا تھا جب پھر سے اسکی معصوم آواز اسکے

کانوں سے ٹکرائی،غاذان نے غصے سے مٹھیاں

بھینچی

پپا۔

پل۔۔پلیز۔۔۔مجھے۔۔۔آج۔۔۔کی۔۔۔رات۔۔

اپنے۔۔کمرے۔۔۔میں۔۔جگہ۔۔دے۔۔

دیں!۔۔میں صبح ہوتے ہی اس کمرے میں واپس
آجاؤں گی، میرا یہاں پہ دم گھٹ رہا ہے۔۔ماہ پارہ
کا دل کہہ رہا تھا، وہ یہیں کہیں ہوگا اسی لئے روہانسی
ہوئی التجاء کرنے لگی۔غاذان تیزی سے قدم اٹھاتا
واپس سے اسکے کمرے کی طرف بڑھا، اسے
سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر وہ اسے ایک جھٹکے

سے دروازے کے ساتھ لگاتا اسکا جبڑہ سختی سے
اپنے ہاتھ میں دبوچ گیا۔ اسے یوں ایک دم سے
اپنے سامنے آتے دیکھ کے ماہ پارہ حیران ہوئی۔
کیا تکلیف ہے ؟؟ میرے ساتھ رات گزارنے کا
اتنا ہی شوق ہو رہا ہے تو موسٹ ویلکم ! ایسا شوق
اتاروں گا آئندہ میرے کمرے کا تصور کرتے

ہوئے بھی کانپو گی۔۔ وہ اسکی سہمی ایش گرین
آنکھوں میں اپنی لہورنگ ہیزل نٹ آنکھیں گاڑتا
کڑکتی آواز میں غرایا، اسکی بات کا مطلب سمجھتے ماہ
پارہ کا چہرہ سرخ ہوا تھا، آنکھوں میں پہلے سے
زیادہ خوف ہچکولے لینے لگا۔

بولو؟ جانا چاہو گی میرے کمرے میں؟ میں نے
سوچا تھا کچھ دن بعد ایک ہی دفعہ تمہاری نزاکت
ختم کروں گا کیونکہ آجکل میں تمہارے اس بے
غیرت بھائی کو ڈھونڈنے میں مصروف ہوں لیکن
مجھے نہیں معلوم تھا تم میرے کمرے میں جانے
کے لئے اس قدر تڑپ رہی ہو؟۔۔۔ اسکی

خاموشی پہ وہ دروازے پہ ہاتھ مار کے دھاڑتا ہوا
اسکا جبڑہ مزید بے دردی سے دبوچ گیا۔ماہ پارہ
مزاحمت کرتے ہوئے اپنا چہرہ اسکے سخت ہاتھ کی
گرفت سے آزاد کروانے کی غرض سے اپنے ہاتھ
کا استعمال کرنے لگی لیکن وہ دونوں ہاتھوں کا
استعمال کرکے بھی ناکام ٹھہری۔جو کام اسکے

دونوں ہاتھوں نے نہیں کیا تھا، وہ ایک چھینک نے
کردیا، ڈسٹ کی وجہ سے اسے ذکام ہو گیا تھا، وہ
ایک دم سے چھینکی تھی جس پہ غاذان اسے قہر
برساتی نگاہوں سے گھورتا اسکا جبڑہ اپنے ہاتھ کی
گرفت سے آزاد کر گیا۔اسے چادر کے ساتھ ناک
صاف کرتے دیکھ کے وہ کراہیت سے نگاہوں کا

زاویہ بدل گیا۔ یہ لڑکی تھوڑے سے وقت میں
اسکا دماغ پکا کے رکھ چکی تھی۔
کمرے کا دروازہ لاک کرو! اس گلی سے کچھ فاصلے
پہ ملازم کھڑے ہیں، آج تو تم نے مجھے یہاں
کھڑے ہو کے آوازیں لگالی ہیں، اگر اگلی دفعہ تم
نے یہ حرکت دہرائی تو میں تمہارے ہونٹ کاٹ

دوں گا، اور میری باتوں کو صرف دھمکی کی حد تک
مت سمجھنا، میں واقعی ہی ایسا کر گزروں گا! رہی
تمہیں اپنے کمرے میں جگہ دینے کی بات تو سنو
میری بات، ایک قاتل کی بیٹی میرے کمرے تک
کبھی رسائی حاصل نہیں کر سکتی، تمہیں اپنی حویلی
کے چھت کے نیچے جگہ دے دی ہے، اسی پہ شکر

مناؤ لیکن !۔۔ لیکن یہ نے سمجھنا تم ونی میں آئی
لڑکی یہاں اس کمرے میں عیش و آرام کی زندگی
گزارو گی !جب تک مجھے تمہارا بھائی نہیں مل جاتا
میں تمہارا جینا محال کر دوں گا !۔۔ غاذان اپنی سیاہ
گھنی بئیرڈ پہ ہاتھ پھیر کے غصہ ضبط کرنے کی
ناکام کوشش کرتا ایک ایک لفظ چباتے ہوئے سختی

سے بولا، اسکے مضبوط لہجے پہ ماہ پارہ کی گردن میں گلٹی بھر کے معدوم ہوئی! وہ اب بھی اسکے ادا کی تلاش میں تھے؟ یعنی لاشاریوں کا بدلا ونی لے کر بھی ختم نہیں ہوا تھا، وہ سر کو خم دیتی اس سے فاصلے پہ ہو گئی۔

م۔۔۔مجھے۔۔۔واشروم۔۔۔جانا۔۔۔ہے۔۔۔وہ جو کب

سے اپنے آنسو ضبط کر رہی تھی، ایک دم سے بری

طرح سے روتی ہوئی معصومیت سے بولتی نگاہیں

جھکا گئی، غاذان سے یہ بات کہتے ہوئے اسکا چہرہ

دہک رہا تھا لیکن وہ پوری رات کنٹرول نہیں کر سکتی

تھی اسی لئے بول اٹھی مگر اسکے تاثرات دیکھنے سے

پہلے ہی نگاہیں جھکا گئی۔غاذان جو پھر سے اسے حکم دے کے جان چھڑوانے والے انداز میں باہر نکلنے والا تھا، اس لڑکی کا مزید ایک مدعا سنتے اس نے دل میں بالاچ لاشاری کو گالیوں سے نوازہ تھا جس کا دل بچاتے یہ لڑکی اسکے گلے پڑ گئی تھی۔ غاذان نے نچلا لب دانتوں تلے دباتے پورے

کمرے میں نگاہیں دوڑائی تھیں، یہاں واشروم
نہیں
تھا۔

چلو میرے ساتھ!!۔۔۔۔وہ سنجیدگی سے بولتا
کمرے سے باہر نکل گیا، اسے اس راستے کا اندازہ
تھا اسی لئے وہ اس اندھیرے میں بھی آسانی سے
چل سکتا تھا لیکن ماہ پارہ کے لئے یہ جگہ نئی تھی۔

اپنے۔۔فون۔۔کی ٹارچ آن کر دیں پلیز۔۔۔۔

اس گھپ اندھیرے میں اسکے پیچھے چلتی ماہ پارہ خوفزدہ لہجے میں غاذان سے التجاء کرنے لگی، وہ بنا کوئی جواب دیئے اپنے فون کی ٹارچ آن کرتا دو کمرے چھوڑ کے تیسرے کمرے کا دروازہ کھولنے لگا، وہ دروازہ لاک نہیں تھا اور نہ کسی کے استعمال

میں تھا لیکن اس میں ایک واشروم ضرور تھا جو ماہ
پارہ اس وقت استعمال کر سکتی تھی۔
جاؤ اس کمرے کے اندر رائٹ سائیڈ پہ واشروم
ہے!۔۔۔۔غازان رخ اسکی طرف موڑے بغیر
کمرے کی طرف اشارہ کرتا ٹھنڈے لہجے میں
بولا۔ماہ پارہ لبوں پہ زبان پھیرتے اس کمرے کے

قریب آتی معصومیت سے غاذان کی طرف دیکھنے
لگی۔
اندر اندھیرا ہے، کیا یہاں بجلی کا مسئلہ ہے؟۔۔۔
ماہ پارہ نے کمرے کے دروازے پہ کھڑے ہوتے
ڈرتے ہوئے غاذان سے سوال کیا۔غاذان نے
اسکے سوال کا جواب دیئے بغیر اسے گھورتے

ہوئے اپنا موبائل تھمایا تھا۔اس نے جان بوجھ کے
اس ایریا کی لائٹ آن نہیں کروائی تھی۔ماہ پارہ
نے کنفیوز ہوتے اسکے ہاتھ سے موبائل تھام کے
اندر کمرے میں گھمایا تھا۔
لڑکی تم میرا وقت ضائع کر رہی ہو! بھول بھلیا
نہیں ہے یہ، رائٹ سائیڈ پہ باتھروم ہے، جلدی

سے یوز کر کے واپس آؤ!۔۔۔اسے کمرے میں

یہاں وہاں لائٹ گھما کے اسکا جائزہ لیتے دیکھ کے

دروازے کے باہر کھڑا اغاذان دانت پیستے ہوئے

روعب دار لہجے میں گویا ہوا جس پہ ماہ پارہ زور سے

نچلا لب دانتوں تلے دبا گئی۔

آ۔۔۔آپ۔۔۔یہاں۔۔۔پہ۔۔۔کھڑے۔۔۔ہو۔۔۔
جائیں۔۔۔پلیز۔۔۔ماہ پارہ نے کمرے کے وسط کی
طرف اشارہ کرتی اس سے کسی معصوم سے بچے کی
طرح التجاء کی تھی۔غازان کا میٹر شارٹ ہو رہا تھا،
کیا تھی یہ لڑکی!

میرے سر چڑھنے کی ضرورت نہیں ہے لڑکی! دو

منٹ سے پہلے باہر آؤ، ورنہ یہیں پہ بند کر کے چلا

جاؤں گا!۔۔غاذان اسکی بات پہ عمل کرنے کی

بجائے اپنی جگہ پہ کھڑا طیش کے عالم میں بولا، ماہ پارہ

اسکی غراہٹ پہ تیزی سے واش روم کی طرف

بھاگ گئی، وہ واشروم کے بند دروازے پہ ہاتھ

رکھنے والی تھی جب اگلے ہی پل چیخ اٹھی، غاذان کا
فون اس کے ہاتھ سے چھوٹ کے زمین پہ گرا تھا۔
اسکی بلند چیخ پہ غاذان چونکتے ہوئے بے ساختہ
کمرے میں داخل ہوا، اسے جھک کے زمین سے
فون اٹھاتے دیکھ کے غاذان ماتھے پہ بل ڈالے
شدید غصے سے تیزی سے اسکی طرف بڑھا، وہ جو

جھک کے فون اٹھانے کے بعد ابھی سیدھی کھڑی ہوئی تھی، غاذان نے جھپٹنے کے انداز میں اس کے اسکے ہاتھ سے اپنا فون چھینتے سکرین آن کی تھی، سکرین پہ دراڑیں پڑ چکی تھیں، لاک سکرین والپیپر پہ اسکی اور وریام کی تصویر نمودار ہوئی تھیں جہاں وہ لاڈ سے اسکے گلے میں بانہیں ڈالے ہوئے

تھااور غاذان اسے کسی بات پہ مصنوعی غصے سے آنکھیں دیکھا رہا تھا، یہ تصویر یزدان نے اچانک لی تھی، غاذان کو یہ تصویر بہت پسند تھی اسی لئے وہ ہمیشہ اسے اپنے والپیپر پہ لگا کے رکھتا تھا۔ غاذان اس تصویر کو دیکھتے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے کی طرف دھکیلتے جلدی سے سکرین آف کر گیا۔

وریام اپنا آپ بھولنے ہی نہیں دیتا تھا، وہ ہر وقت اپنی یاد دلاتا رہتا تھا۔ سکرین آف کرتے ہی غاذان کی نگاہیں ماہ پارہ کی طرف اٹھی تھیں جو بت بنی کبھی اسکی طرف دیکھ رہی تھی تو کبھی واشروم کے دروازے کی طرف۔۔ غاذان کے اندر آگ جل رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی آحد جھرانی کا خیال آیا۔

ہاتھ ٹوٹے ہوئے ہیں تمہارے؟؟۔۔۔۔۔غازان
اسکے چادر میں چھپے بال زور سے ہاتھ کی مٹھی میں
دبوچ کے اسے اپنے مقابل کرتا غرایا۔ماہ پارہ کو لگا
وہ اپنے فون کی سکرین ٹوٹنے کا غصہ اس پہ اتار رہا
ہے لیکن وہ غلط سوچ رہی تھی،یہ غصہ احد جھرانی
کے حصے کا تھا۔

س۔ سوری ۔۔ میرے ۔۔ ہاتھ ۔۔ سے ۔۔
پھسل ۔۔ گیا ۔۔ تھا ۔۔ آپکا ۔۔ فون ۔۔ ماہ پارہ
ڈبڈبائی آنکھوں سے غاذان کی طرف دیکھتی نچلا
لب موڑتے ہوئے معصومیت سے بولی۔
تمہیں واشروم یوز کرنا ہے یا میں جاؤں ؟ ۔۔ اسے
پھر سے روتے دیکھ کے غاذان اپنا ہاتھ اسکی چادر

سے ہٹا تا ضبط سے استفسار کرنے لگا۔

ن۔ نہیں! ۔۔۔مجھے ۔۔۔یوز۔۔ نہیں۔ کرنا۔۔ ہے۔۔وہ اپنے خشک پڑتے لبوں پہ زبان پھیرتی تیزی سے کمرے کے داخلی دروازے کی طرف بھاگ گئی۔ سکے انکار پہ غازان غصے سے اسکی طرف مڑنے والا تھا جب نگاہیں واشروم کے

دروازے کی طرف اٹھیں، اس پہ چھپکلی دیکھتے ہی
غاذان سارا معاملہ سمجھ گیا تھا، وہ یقیناً اسی چھپکلی
سے ڈر کے فون گرا چکی تھی اور اب واشروم بھی
اسی چھپکلی کے ڈر سے نہیں جا رہی تھی۔

واپس آؤ!!!۔۔۔۔۔۔غاذان اسکا طرف رخ
موڑتا رعب سے بولا جو دروازے تک پہنچ چکی

تھی۔غاذان کے حکم پہ ماہ پارہ کے قدم رکے۔۔

سنا نہیں تم نے؟واپس آؤ۔۔۔۔اسے وہی پہ جمے

دیکھ کے غاذان نے دانت کچکچاتے ہوئے اپنا جملہ

دہرایا تھا۔ماہ پارہ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق

اپنے قدم پھر سے اسکی طرف موڑ گئی۔

یہ فون پکڑو اور واشروم یوز کرو! میں یہیں کمرے

میں کھڑا ہوں! ۔۔۔۔۔ اسے اپنے قریب آتے

دیکھ کے غاذان اسے اپنا تھماتا سنجیدگی سے درمیانی

آواز میں بولا۔

نہیں مجھے ۔۔۔ نہیں ۔۔ یوز ۔۔۔۔ ماہ پارہ

سانس روک کے بولتی ابھی اپنا جملہ مکمل کرتی

جب غاذان نے غصے سے واشروم کے دروازے پہ پیر کی ٹھوکر ماری تھی، اسکی ٹھوکر اتنی زوردار تھی کہ چھپکلی اگلے ہی پل زمین پہ گر گئی، چھپکلی ماہ پارہ سے دو قدم کے فاصلے پہ نیچے گری تھی، ماہ پارہ چیختی ہوئی اپنی جگہ سے اچھلتے غاذان کے پیچھے چھپتی اسکی قمیض پشت سے زور سے اپنی مٹھیوں

میں تھام گئی۔اسے کیڑے مکوڑوں سے بہت ڈر لگتا تھا۔

(یا اللہ! مجھے صبر دے!)۔۔۔اس لڑکی کے ڈراموں پہ غاذان اپنا غصہ پیتے ہوئے دل میں خدا سے التجاء کرتا زبان سے بنا کچھ بولے اپنا پشاوری چپل میں مقید بھاری پیر سے چھپکلی پہ رکھتے اگلے

ہی پل اسکا کام تمام کر گیا، ماہ پارہ منہ کھولے اسکی
طرف دیکھنے لگی جو بناڈرے اسکے سامنے چھپکلی مار
چکا تھا۔اس نے جس بے دردی سے اس چھپکلی پہ
اپنا پیر رکھا تھا، نرم دل ماہ پارہ کو بے ساختہ اس
چھپکلی پہ ترس آیا۔

اب کیا چاہتی ہو اندر بھی تمہارے ساتھ جاؤں

؟؟۔۔۔۔چھپکلی کے انتقال کے بعد بھی ماہ پارہ کو

اپنی پشت پہ چھپے دیکھ کے غاذان تنگ آتے ہوئے

اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا،اسکے بے باک جملے

پہ ماہ پارہ سرخ چہرہ لئے جلدی سے اسکے ہاتھ سے

فون پکڑتی واشروم کے اندر گھس گئی۔اس نے

واشروم میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند کرنے کی
بجائے سب سے پہلے یہاں وہاں لائٹ گھمائی، گویا
چیک کر رہی ہو، اندر مزید چھپکلیاں یا کیڑے
مکوڑے موجود تو نہیں؟

آ۔آپ۔۔مجھے۔۔یہاں۔۔بند۔۔تو۔۔۔
نہیں۔۔کریں۔۔گے؟۔۔۔واشروم کی

دیواروں سے تسلی ملتے ہی ماہ پارہ سر باہر نکال کے معصومیت سے ڈرے سہمے لہجے میں غاذان سے سوال کرنے لگی، غاذان اسکے سوال کا جواب دینے کی بجائے غصے سے ڈائیریکٹ واشروم میں داخل ہو گیا۔

مجھے نہیں لگتا اب تمہیں مزید کسی سوال کی
ضرورت ہے؟ یہی چاہ رہی تھی تم کافی دیر سے؟
لو میں نے تمہارے ساتھ اس واشروم میں داخل
ہو کے تمہاری دلی خواہش پوری کر دی ہے، اب
آگے والا پروسیس خود کر لو گی یا اس میں بھی میں
تمہاری ہیلپ کروں؟؟۔۔۔غازان اسکے سرخ

ہوتے چہرے پہ نظریں جماتے بے تاثر لہجے میں بولا کم دھاڑ ازیادہ تھا۔ماہ پارہ کا چہرہ دہک کے لال بھبھوکا ہو چکا تھا۔اس نے کب ایسا چاہا تھا؟؟اسکے بے باک سوال پہ اسکی ہتھیلیاں پسینے سے بھیگی تھیں،واشروم میں اسکی موجودگی اسکے اوسان خطا کر رہی تھی۔

آ۔۔آپ۔۔پلیز۔۔با۔۔باہر۔۔جائیں۔۔۔ماہ

پارہ نگاہیں جھکا کے مدھم آواز میں بولی، وہ بس

رونے والی تھی۔

نہ تمہاری اجازت سے اندر آیا تھا نہ تم سے پوچھ

کے جاؤں گا! جلدی کرو مجھے ضروری کام سے نکلنا

ہے! عجیب مخلوق پلے پڑ گئی ہے!۔۔۔۔غاذان

اسکے ہاتھ سے فون پکڑ کے سلیب پہ الٹا کرتا اپنا
رخ اسکی طرف سے موڑ کے باہر کی طرف دیکھتا
جھنجھلاتے ہوئے بولا۔ وہ آدھا واشروم کے اندر
تھا اور آدھا باہر۔۔ اسکے چہرے کا رخ واشروم
سے باہر کی طرف تھا، غصہ اتنی شدت سے آ رہا تھا
بس نہیں تھا یہی پہ اسکی قبر کھودے۔۔

پلیز۔۔۔پیچھے۔۔۔مت۔۔۔دیکھئے۔۔گا۔۔۔ماہ پارہ نے ڈرتے ہوئے ایک آخری گزارش تھی،

غازان کے پاس جواب تو بہت سارے تھے لیکن وہ اس وقت دینا نہیں چاہتا تھا، اسے احد کی تلاش میں نکلنا تھا، اسی لئے بنا جواب دیئے ضبط کرنے

لگا۔اسکی طرف سے جواب نہ پا کے ماہ پارہ نے خود

کو تسلی دی تھی،وہ پیچھے نہیں دیکھے گا۔

یہ لیں اپنا فون!۔۔۔۔۔غاذان کی سوچوں کا بلبلا

اس وقت پھوٹا تھا جب ماہ پارہ کی آواز اسکے کانوں

سے ٹکرائی۔وہ دو ہی منٹوں میں واشروم یوز کر

چکی تھی۔غاذان اسکی طرف رخ موڑے بغیر باہر

نکل گیا، ماہ پارہ بھی چھوٹے چھوٹے قدم بڑھاتے
اسکے ہمقدم ہونے کی کوشش کر رہی تھی، اسے
اتنی شرمندگی کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی جتنی
اس وقت ہو رہی تھی۔ کیا معلوم تھا اس شخص
سے پہلی براہ راست ملاقات اتنی بری جائے گی!
غاذان اس کمرے سے نکلتے ہوئے اسی خستہ حال

کمرے کی طرف آکے رکا تھا جہاں ماہ پارہ کو قیام کرنا تھا۔

دروازہ لاک کرو اندر سے! ۔۔۔وہ اسکے ہاتھ سے اپنا فون چھینتا اسے کمرے میں جانے کا اشارہ کرتا حکمیہ انداز میں بولا، لہجہ برف کی مانند تھا۔ماہ پارہ کمرے میں داخل ہوتے اسے ایک آس سے

دیکھ رہی تھی، اسے لگا وہ اسے اس ڈھول سے اٹے ہوئے کمرے میں رہنے سے روک لے گا، لیکن اس نے نہیں روکا تھا۔

میں۔۔ایشم۔۔۔کے۔۔۔کمرے۔۔۔میں۔۔

رک۔۔۔۔۔۔ماہ پارہ نے خود کو ہمت دلاتے اس

سنگ دل انسان سے ایک آخری التجاء کرنی چاہی

جب وہ اسکی بات کاٹ گیا۔

خبردار!! خبردار جو تم نے میری بہن کے پاس

جانے کا سوچا بھی تو جان لے لوں گا تمہاری! وہ

تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی، جلدی سے

دروازہ لاک کرو!۔۔ وہ بپھرے شیر کی طرح

غراتا ہوا اسکے ہاتھ دروازے سے ہٹاتے کے زور

سے پٹ بند کرتا اسے حکم دے رہا تھا۔ماہ پارہ بے

آواز روتی اندر سے دروازہ لاک کر گئی۔اسکے اندر

بند ہونے کی دیر تھی جب اسکی چھینکیں اور کھانسی

پھر سے شروع ہو گئی،غازان بنا اثر لئے بے تاثر

انداز میں یہاں سے نکل گیا،وہ لڑکی پہلے ہی اسکا

بہت وقت برباد کر چکی تھی، اسکے پاس فضول کا وقت نہیں تھا جو ایک ونی میں آئی لڑکی کے نام کر دیتا۔